ارغوانِ زار

یعنی

چارلس ڈکنز کے افسانے

یعنی

(چارلس ڈکنز کے افسانے)

از

خان احمد حسین خاں صاحب

بی۔اے۔ایم۔آر۔ایس۔اے لنڈن۔پی۔سی۔ایس ریٹائرڈ

جسے

خان صاحب مولوی فیروز الدین اینڈ سنز

گورنمنٹ پبلشرز اینڈ بکسیلرز لاہور

نے

اپنے مطبع فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹۔سرکلر روڈ لاہور میں

باہتمام ایم عبدالحمید خان منیجر چھپوا کر شائع کیا

۱۹۳۴ء

قیمت فی جلد مجلّد عہ

فہرستِ مطالب

چارلس ڈکنز

قلمرو ادبیات انگریزی کا یہ باجبروت فرمانروا ۷ فروری ۱۸۱۲ء کو انگلستان کے قصبہ لینڈ پورٹ متصل پورٹسموتھ میں ایک معمولی منشی کے ہاں پیدا ہوُا - دو برس کا ہوُا - تو اُس کے والدین شہر کینتھم میں چلے آئے - چھ برس تک اس کا خاندان خوش حالی سے بسر اوقات کرتا رہا - چنانچہ ڈکنز سکول میں داخل کردیا گیا - جہاں اس نے طفولیّت کا بہترین زمانہ گزارا - دس سال کا ہوُا - تو والدین کو لندن آنا پڑا - لیکن ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا - کہ اس کے کنبے پر ادبار کا طوفان آیا - اور باپ بالکل مفلس و قلاش ہوگیا - حتیٰ کہ قرض خواہوں نے اسے قید خانے میں بھجوادیا - اس زمانے کے دستور کے مطابق مقروض قیدیوں کو اپنے چھوٹے بچّے ہمراہ رکھنے کی اجازت تھی - رہا کھانے پینے پہننے کا انتظام - سو اس کے متعلق مقروض یا تو قید خانے ہی میں بیٹھے محنت کرتے یا دوستوں کے دستِ نگر ہوکر پڑے سڑتے تھے +

ڈکنز ایک بوٹ پالش فیکٹری میں ملازم ہوگیا - اُس کی دوازدہ سالہ بہن کو ایک اور جگہ نوکری مل گئی - اور والدین اور چھوٹے بچّے قید خانے کی مشقتیں جھیلنے لگے - ڈکنز کو اتنی تھوڑی مزدوری ملتی تھی - کہ بہ مشکل پیٹ بھرتا تھا - اتوار آتا - تو وہ بہن کو ساتھ لے کر قید خانے میں چلا جاتا - باپ

ماں اور چھوٹے بھائی بہنوں سے ملتا اور ایک دن کے لئے یہ آفت زدہ کنبہ یکجا ہو جاتا - بچے کبھی ہنستے کھیلتے کبھی روتے دھوتے - شام ہوتی تو ڈکنز رات کاٹنے کے لئے اپنی تاریک کوٹھری میں چلا جاتا اور دن بھر کی تھوڑی بہت خوشی کو یاد کرکے خون کے آنسو بہاتا - اور بہن آقا کے ہاں چلی جاتی ؞

ڈکنز کی خوش قسمتی تھی - کہ ایّام مصیبت نے بہت طول نہ کھینچا - باپ قید سے رہا ہو گیا - اور بیٹا از سر نو سکول میں داخل کیا گیا - جس نے فیکٹری کی جاں سوز و رُوح فرسا نوکری سے نجات پاکر اور مطالعۂ کتب کو دوبارہ رفیق حال دیکھ کر خوشی کے شادیانے بجائے - مگر افلاس کا دور تھا کہ اپنا اثر کر چکا تھا - ڈکنز کے دل و دماغ میں عامۂ خلائق کی مفلسی کے دشمنے کا جذبہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے لگا تھا - چنانچہ اس نے عمر بھر اسی غریبی - اسی افلاس کے خلاف شمشیر قلم کے ذریعے سے جہاد کیا - اور ادبیاتِ انگریزی میں مجاہد کا نام پایا ؞

ڈکنز کو تعلیم کے از سر نو آغاز کرنے کا موقع ملا - اور افلاس سے آزادی پائی - تو اُس نے بھی دل لگا کر تعلیم کی محنت برداشت کی - فیکٹری میں اس کا یہ حال تھا - کہ ایک طوطی شیریں مقال پنجرے میں بند تھا - اب سکول کی فضا اور تعلیمی کاروبار میں اس کی طبیعت

کے قدرتی جوہر کھلنے لگے۔ ذہن رسا پایا تھا۔ اور مزاج میں جولانی تھی۔ اس پر محنت مستزاد ہوئی۔ وہ جسم جو دل آرام، غذا کی کمی اور ورزش کے اختلاط سے گھل رہا تھا۔ اب چاق چوبند ہو گیا۔ اس خوش نصیبی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہونہار نہال بڑھنے پھولنے اور پھل لانے لگا۔ چنانچہ وہ نہ صرف تعلیم کتب ہی میں سرگرمی دکھاتا۔ بلکہ دماغ کی جدّت یہ رنگ لاتی۔ کہ وہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھتا اور سکول میں لڑکے کوئی ناٹک کھیلتے تو وہ اس میں سب سے بڑھ کر حصہ لیتا اور گوئے سبقت لے جاتا۔

چودہ سال کی عمر میں ڈکنز مدرسے کو خیرباد کہہ کر ایک قانون دان کے دفتر میں منشی بن گیا۔ وہاں وہ سب سے چھوٹا منشی تھا۔ مگر پھر بھی اس صغر سنی میں اس نوکری کا مل جانا از بس غنیمت تھا۔ بہرحال جب ترقی کی پہلی سیڑھی پر ڈکنز کو قدم رکھنے کا موقع مل گیا۔ تو اس نے اسے پیچھے نہ ہٹایا۔ اور اوپر ہی چڑھتا چلا گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ منشی گری اور معمولی تنخواہ پر قناعت کرنا ٹھیک نہیں۔ پس شارٹ ہینڈ سیکھا۔ کہ اس سے شاہراہ عروج پر تیز گامی کا وسیلہ ہاتھ آئیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس نے عدالتوں میں مختصر نویسی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اگرچہ شروع میں آمدنی بہت تھوڑی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی۔

ڈکنز اُنیس سال کا ہوا تو "مارننگ کرانیکل" کے ایڈیٹر نے اسے پارلیمنٹ کی تقریروں کے متعلق صحیح اطلاعات اور بعض اوقات حرف بہ حرف کیفیات شارٹ ہینڈ میں تحریر کرنے پر ملازم رکھا - اس سلسلے میں ڈکنز نے اپنا جبلّی کمال دکھایا اور پوری پوری محنت کی داد دی - چنانچہ اکثر ایسا بھی ہوا کہ وہ بڑے بڑے مدبّرین کی تقریروں کی رپورٹ لینے کے لئے پارلیمنٹ سے باہر لندن اور دوسرے شہروں میں بھیجا جاتا - ان دنوں اُس نے معلومات میں جی بھر کر اضافہ اور مختلف شہروں کی سیر - بڑی بڑی مجلسوں میں حاضری اور جید مقرروں کی ملاقاتوں سے بخوبی استفادہ کیا - علاوہ بریں چونکہ اس زمانے میں ریل گاڑی نہ ہوتی تھی - اور گھوڑا گاڑیوں میں اور کبھی کبھی پیدل بھی سفر کرنا پڑتا تھا - جس کے باعث مسافر صحیح معنی میں مسافر بن کر سیر کرتا تھا - اس لئے سفر سے تمام لازمی فوائد مثلاً مختلف النوع طبیعتوں کے لوگوں سے میل جول اور انواع و اقسام کے مشاہدات وغیرہ حاصل ہوتے تھے - ڈکنز نے ان سب چیزوں کو خزانۂ دماغ میں جمع کیا - چنانچہ ان تجربات اور اوائل عمر کے حالات مفلسی نے اس کے ذہن میں تصانیف کے لئے ایک ایسا گراں بہا مصالح محفوظ کر دیا - جو آگے چل کر اس کے لئے بڑا مفید ثابت ہوا +

آخر وہ وقت آگیا۔ کہ ڈکنز نے دوسروں کی تقریروں کے چربے اُتارنے کی بجائے خود جدّت کی داد دیتے۔ اپنے دماغ کی مخلوق سے عوام کا دل رِجھانے۔ اور ان کی اور بالخصوص مفلسوں کی حالت بہتر بنانے کی کوشش کرنے کے لئے قلم اُٹھایا۔ پہلا مزاحیہ لکھا تو ڈرتے ڈرتے ڈاک میں ڈالا۔ لیکن اُس کی مسرت کی کوئی اِنتہا نہ رہی۔ جب اُس نے اپنی اس پہلی ادبی کوشش کو زیور طبع سے آراستہ پایا ؂

اب تو راستہ صاف اور کھُلا سامنے نظر آیا۔ ڈکنز نے بھی توسن طبع کو مہمیز کی۔ اور بلا مبالغہ وہ دوڑ لگائی۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ یعنی افسانہ نگاری میں وہ نام پایا۔ کہ آج تک وہ بعض کے نزدیک ادبیاتِ انگریزی میں سب سے بڑا قصّہ گو سمجھا جاتا ہے۔ مگر کم از کم اِتنا ضرور ہے کہ اگر سب سے بڑا نہیں تو بڑے بڑوں میں یقیناً شمار ہوتا ہے ؂

ڈکنز کے کمالات کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ اُس نے جو کچھ لکھا عمرانی حالات کو بہتر بنانے اور بالخصوص غریبوں کی زندگی میں مُسرت خیز اِنقلاب پیدا کرنے کے لئے لکھا۔ مزاح اس کی تحریر کی خاص خصُوصیت ہے۔ وہ ہنسی ہنسی میں ایسے ایسے فلسفیانہ نکات بیان کرتا اور نفسیات حیات کی ایسی ایسی حکمتیں سمجھاتا ہے

کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے - یہ اسی کے مقالات اور افسانوں کا نتیجہ تھا - کہ مُعاشری جماعت کی آنکھیں کھل گئیں - غریبوں کے اغراض و فوائد کے لئے زبردست اصلاحیں عمل میں آئیں - کارخانوں اور قیدخانوں میں جہاں مزدوروں اور قیدیوں سے سخت وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا - معتدبہ خوش آئند انقلاب ڈکنز کی زندگی ہی میں ہوا - اور اس وقت تک اس کی تحریرات کا اثر جاری ہے - یہ چند افسانے جو اردو میں ترجمہ کر کے شائع کئے جاتے ہیں - ان حقائق کا روشن ثبوت ہیں *

۹ جون ۱۸۷۰ء کو ڈکنز کا انتقال ہو گیا - ایک شکرگزار قوم نے ویسٹ منسٹر ایبے یعنی شاہی گورستان میں اس کی نعش دفن کی - اور سارے ملک نے بالعموم اور غربا نے بالخصوص دل سے ماتم کیا *

ا
دیوانہ

دیوانہ

(۱)

لوگ کہتے ہیں میں دیوانہ ہوں۔ بیشک میں دیوانہ ہوں۔ ہاں میں دیوانہ ہوں۔ ایک وہ وقت تھا کہ اس شش حرفی لفظ کے سُننے سے میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا تھا۔ خون تیزی کے ساتھ جسم میں دوڑنے لگتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال رہا ہے۔ عجیب و غریب صدائیں آنے لگتی تھیں۔ میرا سر چکراتا تھا۔ اور دنیا و مافیہا میری آنکھوں میں تاریک ہو جاتی تھی یہی جی چاہتا تھا کہ کہنے والے کی زبان تالو سے نکال لوں اور گوشت دانتوں سے نوچ ڈالوں ❖

ہا! ہا! ہا! ہا!!! دیوانگی بھی کیسا شاندار مرض ہے۔ لوگ دیوانے کے قریب نہیں آتے۔ اس سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے وہ کوئی شیر ہے یا درندہ بیڑیوں کا ترنم قابلِ سماعت ہے جس سے قلزمِ روح

میں ایک وحشیانہ تلاطم برپا ہو جاتا ہے اور بے اختیار دانت پیسنے اور غرانے کو جی چاہتا ہے - ہاں پاگل خانہ بھی عجیب دلچسپ مقام ہے - ان سلاخوں والے گھروں میں رہنے والے ایک پُر کیف پُر اسرار زندگی بسر کرتے ہیں - لوگ ہمیں حیرت سے تکتے اور کہتے ہیں - یہ دیوانہ ہے - ہم اُن کے مبہوت چہروں کو دیکھ کر ہنستے اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پاگل ہیں - وہ کہتے ہیں ہم غلطی پر ہیں - لیکن ... رتے ہیں وہ ٹھیک اور درست ... ئی دلیل نہیں کہ ہم

(۲)

دیوانگی میرا موروثی مرض ہے - یہ ہر دوسری پشت میں ایک نہ ایک رکن خاندان کو آ دباتا ہے - اسے میری خوش قسمتی سمجھئے یا بد قسمتی کہ اب مری باری آئی ہے - سُنا ہے کہ میرے دادا بھی اسی مرض میں مبتلا تھے - انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنا اور اپنے مرض کا خاتمہ کیا تھا - اب میری سُن لو بچپن ہی میں بخار میرے سر پر سوار اور گلے کا ہار تھا - دماغ میں آگ سی لگی رہتی تھی - اور دل میں شعلے سے اُٹھتے تھے - بڑے بڑے الق ڈاکٹروں نے

میرا بلتی معائنہ کیا اور کہا یہ مرض لاعلاج ہے۔ اندیشہ ہے
کہ کہیں یہی بخار دیوانگی کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔
میں سنتا اور اُن کی تشخیص پر ہنستا تھا۔ ان ڈاکٹروں
کا علم بھی کس قدر ناقص و محدود ہے۔ کہ یہ اکثر
امراض کو لاعلاج بتاتے ہیں ؂

(۳)

والد کا سایہ میرے سر سے اُٹھ گیا۔ قانون کی دُوربین
نگاہ میرے مرض کی تہ کو نہ پہنچ سکی۔ میں اُس کا
وارث بلا شرکت غیرے ہُوا۔ اب میں امیر کبیر تھا۔
لاکھوں کی جائداد میرے قبضے میں تھی۔ اس پر طرہ
یہ کہ خوبصورت تھا۔ اور حرص کے بندے میرے
کفش بردار۔ میرے غلام تھے۔ مغرور ہستیاں میرے
آگے سر تسلیم خم کرنے لگیں۔ جوان اور بڈھے میرا
کلمہ پڑھنے لگے۔ ایک بڈھا سب سے بڑھ کر میرا
گرویدہ تھا۔ دن رات میرا ہی دم بھرتا تھا۔ اُس کی
ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ یہ کنبہ بہت تنگدست مفلس
اور قلاش تھا۔ نان شبینہ کو محتاج تھے۔ کئی کئی
وقت فاقے سے رہتے تھے۔ بڈھا یوں تو گرگ باراں
دیدہ تھا مگر سرابِ دولت دیکھتے ہی اُس کے دہان
آز میں پانی بھر آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس کی

بیٹی کی شادی مجھ سے ہوجائے۔ لڑکی چندے آفتاب چندے ماہتاب تھی ۔ اُس کا حُسن عالم افروز حوروں کو شرماتا تھا۔ میں نے اُس سے شادی کرلی ۔ بڈھا اور اُس کا بیٹا اپنی کامیابی پر پھولے نہ سماتے تھے ۔اور میں قہقہے لگا رہا تھا کہ ان کو اس بات کا سان گمان تک نہیں کہ ان کی لڑکی ایک مخبوط الحواس انسان کی بیوی ہے ۔ تجربہ کار اور جہاں دیدہ پیرمرد میری دیوانگی کو نہ تاڑ سکا وہ اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا اور میں اُن کی بد قسمتی پر خندہ زن +

(۴)

ہرچند میری بیوی گل رخسار تھی مگر روز بروز کملاتی جارہی تھی ۔ اُس کا شنجرفی چہرہ اب ہلدی کی طرح زرد تھا ۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمودار تھے ۔ ہر وقت خاموش و متفکر رہتی اور مجھے دیکھتے ہی سہم جاتی تھی ۔ وہ شمع کی مانند پگھل رہی تھی ۔ اُسے خاموشی کی موت مرتے دیکھ کر میری باچھیں کھلی جارہی تھیں ۔ اُس کا مغموم اور اُداس چہرہ دیکھ کر مجھے عجیب قسم کی خوشی محسوس ہوتی تھی ۔ اُس کی ملتجیانہ نگاہیں میری وحشیانہ و خونخوار نظروں سے جب چار ہوتی تھیں تو وہ کلیجہ تھام کر رہ جاتی ۔ اور

اُس کی آہ سرد میرے مُہیب قہقہے میں جذب ہوتی جاتی تھی ۔

(۵)

ایک رات میری آنکھ کھل گئی ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری گل اندام بیوی سوتے ہی میں اپنے باپ کو کوس رہی اور اپنے آہو چشم عاشق کی یاد میں آنسو بہا رہی ہے ۔ اس کا راز دل مجھ پر ظاہر ہو گیا ۔ میری رگوں میں آگ سی دوڑنے لگی ۔ اُس وقت غیبی صدائیں میرے کانوں میں گونج گونج کر کہہ رہی تھیں کہ اسے قتل کر دے ۔ میرے دل کو ایک ضمنی خوشی محسوس ہوئی ۔ میں منبر سے چُھری اُٹھا کر اُس کی طرف جھپٹا ۔ اُس کی آنکھ کھُل گئی ۔ اور وہ خوف زدہ حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی ۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی ۔ اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں ۔ اُس کی نگاہیں مایوسی و معصومیت کی ترجمانی کر رہی تھیں ۔ اگرچہ قوت ناطقہ جواب دے چکی تھی ۔ لیکن خاموشی ہزار زبان سے بے گناہی کا اعلان کر رہی تھی ۔ میرا جوش جنوں دیکھ کر وہ دروازے کی طرف بھاگی ۔ مگر میں نے ایک جست بھری اور راہ میں جالیا ۔ اُس نے چیخ ماری اور گر کر بیہوش ہو گئی ۔ چیخ کی آواز باہر جا چکی تھی ۔ کئی قدموں

کی آوازیں آنے لگیں اور یہ آوازیں میرے کمرے کے باہر پہنچ کر خاموش ہوگئیں - میں نے دروازہ کھول کر آنے والوں سے کہا - یہ کسی نامعلوم وجہ سے بیہوش ہوگئی ہے - ڈاکٹر آئے - علاج معالجہ ہوا - مگر وہ جانبر نہ ہو سکی - صبح کو وہ حُسن کی پتلی سپرد خاک کردی گئی - جوان بیٹی کی موت کے ساتھ بوڑھے باپ کی تمام اُمیدیں فنا ہوگئیں - اور وہ زندہ درگور ہوگیا - پھر چند دن میں وہ بھی چل بسا۔

(۶)

میرا دل خوش تھا - میں بشاش تھا - میں نے جنگل کا راستہ لیا اور ہنستے ہنستے دُہرا ہوگیا - میری ہنسی کی آواز سے جنگل گونج اُٹھا - واپس آیا تو جوش مسرت سے میرے آنسو جاری تھے - شب دیجور کی تاریکی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ میرا برادر نسبتی مدت سے میرا منتظر بیٹھا ہے ⁂

یہ شخص فوج میں ملازم تھا - میرے روپے نے اُسے یہ ملازمت دلوائی تھی - میں تیزی سے گھر میں داخل ہوا - اور ملازم کو کہا باہر چلے جاؤ - اب کمرے میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہ تھا - سکوت مزار

چھایا ہؤا تھا۔ تھوڑی دیر تک ہم دونوں لب بستہ ایک دوسرے
کو گھورتے رہے۔ پھر اُس نے اپنی مُردہ بہن کا ذکر چھیڑ کر
مُہر سکوت توڑ دی۔ میں نے آگ بھبوکا ہو کر اُسے کہا "تو ہی
اپنی بہن کا بے درد قاتل ہے۔ تجھے خوب معلوم تھا کہ وہ ایک
آہو چشم کو دل دے چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود تو نے اور
تیرے عیار بوڑھے باپ نے جبراً اس کا دامن مجھ سے وابستہ کر دیا۔
اور صرف اس لئے کہ میرے روپے سے تم دولتمند ہو جاؤ۔ تم نے
جیتے جی اُسے جہنم میں جھونک دیا اور ذرا پروا نہ کی" مجھے غضبناک
دیکھ کر وہ جوان کانپ گیا۔ میرے خون میں ایک جوش پیدا ہؤا۔
اور وہی غیبی صدائیں پھر فضا میں گونجنے لگیں۔ مجھے ایسا معلوم
ہؤا کہ چاروں طرف خون کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ میں اس پر
جھپٹا۔ اُس نے گھبرا کر ایک کرسی اٹھائی۔ اور میری طرف پھینکی
مگر میں بچ کر اُس سے لپٹ گیا۔ وہ بھی طاقتور جوان تھا۔
مگر ہم پاگلوں میں طاقت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ دیکھو میں
کس آسانی سے سلاخ موڑ سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر کشمکش ہوتی
رہی۔ یکایک میں نے اسے گرا لیا۔ اب میں اُس کے سینے پر
سوار تھا اور اُس کا گلا میرے دونوں ہاتھوں میں۔ اُس نے
ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ کسی طرح میرے قابو سے نکل جائے
مگر میری آہنی گرفت بجائے خود پنجۂ قضا تھی۔ میں برابر
اُس کا گلا دبائے چلا گیا۔ یہاں تک کہ اُس کی آنکھیں باہر
اُبل پڑیں۔ اور زبان لٹک پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

نزع میں بھی وہ میرا منہ چڑا رہا ہے۔ اُس کا چہرہ سرخ تھا۔ جس پر موٹی موٹی نیلی رگیں اُبھر آئی تھیں۔ اور پیشانی پر موت کا پسینہ نمودار تھا۔ یکایک دروازہ زور سے کھلا اور ایک مجمع کثیر اندر گھس آیا۔ کوئی کہتا تھا یہ مخبوط الحواس ہے ۔ یہ دیوانہ ہے +

میں نے اپنی بیجان شکار کو چھوڑ دیا اور دروازے کی طرف جھپٹا۔ لوگوں نے مجھے روکنے کی ناکام کوشش کی۔ دو ہی چار دھکوں میں بھیڑ کائی کی طرح چھٹ گئی اور راستہ صاف ہو گیا۔ میں کوچے سے نکل کر جنگل کی طرف دوڑا۔ لوگوں نے میرا تعاقب کیا۔ مگر میں ہوا پر سوار تھا۔ سینکڑوں روحیں مجھے اُڑائے لئے جا رہی اور میری کامیابی پر مبارک باد دے رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ قدموں کی آوازیں اور شور و غل کم ہوتا گیا اور پھر بالکل موقوف ہو گیا۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنی کامیابی پر قہقہے لگانے لگا +

یکایک میرا سر چکرایا۔ زمین و آسمان گردش کر رہے تھے۔ ستارے ناچ رہے تھے۔ درخت وجد کر رہے تھے۔ گہری نیند یا خود فراموشی کی کیفیت مجھ پر طاری تھی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش آیا۔ تو یہاں تھا۔ عوام الناس اسے پاگل خانہ کہتے ہیں۔ یہ پاگل خانہ ہے یا بہشت۔ میں اس گوشۂ تنہائی میں خوش ہوں۔ کیونکہ یہاں طمع۔ بغض۔ عیاری۔ بدمعاشی۔ اور فسق و فجور کے جال نہیں۔ ہم دیوانے اولیاء کی زندگی بسر کرتے ہیں +

۲
ایک عجیب مؤکل
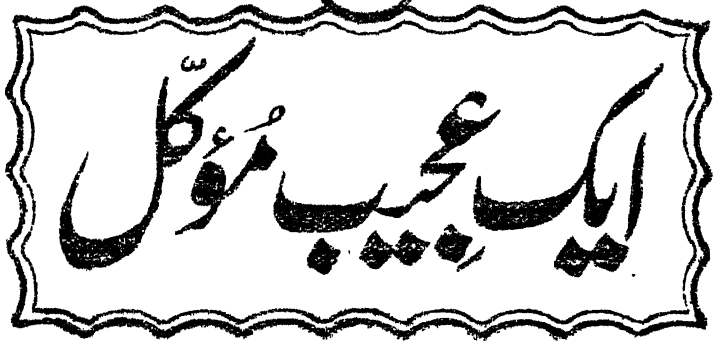
ایک عجیب موکل کی کہانی پیر مرد کی زبانی

پیر مرد نے کہا یہ نہ پوچھو کہ اس قصے کے واقعات مجھے کیونکر اور کہاں سے معلوم ہوئے۔ بس یہ سمجھ لو کہ بعض تو میرے چشم دید ہیں۔ اور بعض کے درست ہونے کا مجھے علم ہے۔ اگرچہ مدت گذر چکی ہے مگر اب بھی چند اشخاص زندہ ہیں جو اُن کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

"سینٹ جارج کے گرجے کے قریب برو سٹریٹ میں عدالت ہائے دیوانی کے مدیونوں کا سب سے چھوٹا قیدخانہ واقع ہے جو مارشل سی کے نام سے مشہور ہے۔ گزشتہ ایام میں اس جیل کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ قیدخانہ کیا تھا ایک مزبلہ تھا ایک سنڈاس تھا۔ اب بھی میرے خیال میں ایک قسم کی دوزخ ہے۔ گو اگلی سی حالت نہیں۔

"یہ بازار بیشک وسیع ہے۔ دوکانیں فراخ ہیں۔ صبح سے آدھی رات تک گاڑیاں دوڑتی ہیں۔ لوگوں کے قدموں کا سمندر برابر بہتا رہتا ہے۔ ساز و سامان کی جھنکار اور بین

دین کی پکار کسی وقت بند نہیں ہوتی۔ لیکن اس کی
آس پاس کی گلیاں بہت تنگ و تاریک اور غلیظ ہیں۔
ان گلیوں میں نیکی اور صفائی کا گذر نہیں ۔ البتہ مفلسی اور
عیاشی آباد ہے۔ اور پھر اس قیدخانے کی تاریکی۔ اُداسی۔
اور محتاجی جسے یہاں کی آب و ہوا کہنا چاہئے۔ عذاب
جان ہے۔ اب بھی میں جب کبھی اُدھر سے گذرتا ہوں۔
میری حالت دگرگوں ہوجاتی ہے۔ کئی مدیون اور دیوالئے
جن کی آنکھیں اب کنج مرقد میں بند ہیں۔ جب یہاں
کے حالات سے بےخبر تندرست اور چاق چوبند یہاں
آتے تھے۔ تو ان کے دلوں میں اس امید کی جھلک
ہوتی تھی کہ ہمارے دوست جن کی دوستی کے امتحان
کا انہیں کبھی موقع نہ ملا تھا آکر چھڑا لینگے۔ لیکن آہ
انہیں بہت جلد معلوم ہوجاتا تھا۔ کہ وہ اُمید موہوم تھی
دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ؎

جو یہ دوست ہیں ایسے دشمن نہیں　　نہیں ہیں نہیں ہیں۔ نہیں ہیں۔ نہیں
کیا امتحان ہم نے اکثر ترو　　بناوٹ کی تھی دوستی یہ ضرور

بہت جلد ان مدیونوں کی قلب ماہیت ہوجاتی تھی۔
چہرے زرد ہوجاتے تھے۔ بھوک سے جسمانی طاقت سلب
ہوجاتی تھی۔ آنکھیں پتھرا جاتی تھیں۔ رنگ تازہ ہوا کے
نہ ملنے سے سانولے ہوجاتے تھے۔ اندریں حالات یہ کہنا
کہ قیدی جیل میں سڑنے گلنے کے لئے آتے تھے۔ اور

رہائی و آزادی کی امید کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا تھا۔ ہرگز مبالغہ نہ تھا۔ گو اب وہ تشدّد نہیں رہا۔ لیکن موجودہ حالت بھی کچھ ایسی ہے۔ کہ دل خون ہوکر رہ جاتا ہے۔

"بیس سال ہوئے اس جیل میں ایک مدیون قید تھا۔ اس کی بیوی اور بچہ ہر روز اسے ملنے آتے تھے۔ ماں اور بچّہ کے لئے رات عجب مصیبت میں بسر ہوا کرتی تھی نہ سوتے کٹتی تھی نہ جاگتے۔ منہ اندھیرے ہی ماں بچے کو لے کر قیدخانے میں آجاتی تھی۔ قریباً ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑتا تھا۔ جب کہیں جاکر شوہر کی ملاقات نصیب ہوتی تھی۔ آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اسے جیل سے رخصت کردیا جاتا تھا۔ وہ بچے کو گود میں اُٹھا کر پل بھر کھڑی ہوجاتی اور اُسے زر پاش آفتاب کی شعاعیں دکھاتی کہ کسی طرح وہ بہل جائے۔ اور اس کی بے چینی دور ہو۔ لیکن زرد فام۔ دُبلے پتلے فاقہ کش بچے کو اس حال میں تندخو آفتاب کیا خوش کرسکتا تھا۔ ناچار وہ اُسے گود سے اتار کر میلی کچیلی شال میں لپیٹ لیتی اور روتے روتے بےحال ہوجاتی تھی۔ مدیون کے معاملات بہت محدود تھے۔ لیکن جو بھی تھے اس کا تعلق باپ کی بے مُروّتی بے رحمی سے تھا۔ بچّہ گھنٹوں ماں کے گھٹنے پر بیٹھا طفلانہ ہمدردی سے اس کے

آنسوؤں کی جھڑی کو دیکھا کرتا تھا۔ پھر آہستہ سے اُس کی گود سے نکل کر ایک کونے میں جا بیٹھتا۔ اور روتے روتے سو جاتا تھا۔ جب سے غریب بچے نے ہوش سنبھالا تھا بھوک۔ پیاس۔ جاڑا اور محتاجی اُس کے گلے کا ہار تھے۔ بچہ زندہ تھا۔ لیکن شگفتگی۔ مسرت آمیز ہنسی اور آنکھوں کی چمک نابود تھی ✣

میدون باپ۔ اسیر زنداں باپ اور مصیبت زدہ ماں بچے کی قابل رحم حالت دیکھتے تھے۔ سر دھنتے تھے۔ اور کچھ نہ کر سکتے تھے ✣

خوبصورت۔ تندرست اور رعنا جوان جو ہر قسم کی محنت و مشقت برداشت کر سکتا تھا۔ اس قید خانے میں جو جائے تنگ است و مرداں بسیار کا پورا پورا مصداق تھا۔ اور جہاں تازہ ہوا کا گذر تک نہ تھا۔ فاقوں کی زحمت اُٹھا کر موم کی طرح پگھل رہا تھا۔ خوبصورت گل اندام نازنین اُس کی بیوی۔ تنگی۔ غم۔ جسمانی تکلیف اور روحانی عذاب کے باعث نیم جان تھی۔ اور بچے کا معصوم دل ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا ✣

جاڑے کا موسم آگیا۔ سردی ستم ڈھانے لگی۔ اور لگاتار بارش نے اور بھی قیامت برپا کر دی۔ میدون کی مہ لقا بیوی کی حالت چونکہ آئے دن بد سے بدتر ہو رہی تھی۔ اور ناداری حد سے زیادہ تھی۔ اس لئے پہلا

مکان چھوڑ کر اس قید خانے کے قریب ہی ایک کوٹھری میں رہتی تھی - اور خوش تھی - کہ اور کچھ نہیں - تو خاوند کے قریب تو ہے - دو ماہ تک برابر وہ اور اُس کا معصوم رفیق قید خانے کے دروازے پر آتے رہے - اس کے بعد ایک دن وہ نہ آئی - جب سے خاوند قید ہوا تھا یہ پہلا ناغہ تھا - دوسرے دن آئی تو معصوم بچّہ اُس کے ساتھ نہ تھا - وہ تنہا آئی - کیونکہ بچّہ جان دے کر عذاب زندگی سے آزاد ہو چکا تھا ۔

جو لوگ اس درد سے ناآشنا ہیں - وہ فلاکت زدہ والدین کی مصیبت کا جن کا ایک ہی بچّہ ہو اور مر جائے اندازہ نہیں کر سکتے - ہاں میں کہتا ہوں - وہ اُن کی جسمانی و رُوحانی تکلیف کا قیاس نہیں کر سکتے - جب تمام دنیا سرد مہر ہو کر بدل چکی تھی - سب نے آنکھیں پھیر لی تھیں - تو صرف یہی بچہ ماں کے لئے آرام جان اور باپ کے لئے قرار دل تھا - جب ماں اُسے لے کر زنداں میں آتی تھی تو وہ دونوں کے درمیان بیٹھ کر محبّت سے اُن کے چہروں کی طرف تکتا تھا - اُن کا غم تھوڑی دیر کے لئے غلط ہو جاتا اور کلیجوں میں ٹھنڈک پڑ جاتی تھی - گو وہ دیکھ رہے تھے کہ بچّہ موم کی طرح پگھل رہا ہے - گو اُس کی مختصر زندگی مسرّت سے ناآشنا تھی - اور گو جان دے کر اُسے وہ آرام مل گیا - جس سے

وہ زندگی میں بے بہرہ تھا۔ لیکن پھر بھی اُس کی موت سے غمزدہ والدین کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ اور وہ زندہ درگور ہوگئے ۔

مصیبت زدہ بیوی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اب وہ صرف چند روز کی مہمان ہے۔ موت کے اطلاع نامے کی تعمیل ہوچکی تھی۔ صرف تاریخ پیشی کا انتظار تھا۔ اس لئے جب وہ آتی تھی۔ تو دُوسرے قیدی دانستہ وہاں سے سرک جاتے اور میاں بیوی کو تنہا چھوڑ دیتے تھے۔ ایک دن وہ شام کو خلافِ معمول آئی۔ مگر بڑی مشکل سے آئی۔ کمزوری سے قدم نہ اُٹھتا تھا۔ کئی بار دم لے کر وہاں پہنچی۔ جہاں اُس کا خاوند پریشان بیٹھا تھا۔ اور اُس کے سینے پر سر رکھ کر بے ہوش ہوگئی۔ خاوند اُسے اُٹھا کر کھڑکی کے قریب لے گیا۔ اور چاند کی زرد روشنی میں دیکھا کہ اس کے چہرے پر مردنی چھا رہی ہے ۔

بیوی۔ "جارج! مجھے زمین پر لٹا دے" ۔

خاوند نے بیوی کو زمین پر لٹا دیا۔ اور اُس کا سر زانو پر رکھ کر بچوں کی طرح رونے لگا ۔

بیوی۔ پیارے جارج! دل نہیں چاہتا کہ میں تجھ سے جدا ہوں۔ تیری فرقت میں مجھے قبر میں بھی آرام نہیں مل سکتا۔ لیکن یہ خدا کی مرضی ہے اور ہماری

مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکیں - میری خاطر حوصلہ کرو۔
خدا کا شکر ہے کہ ننھا اس عذاب سے چھوٹ گیا۔
اور آرام سے قبر میں سو رہا ہے - تم کیا جانو میرے
مرنے کے بعد اگر وہ زندہ ہوتا - تو خدا جانے اُس کا
کیا حال ہوتا ✦

خاوند - (روکر) - میری پیری جان - ایسی باتیں نہ
کرو - اور مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ - خدا نے چاہا تو اچھی
ہو جاؤ گی - ذرا طبیعت کو سنبھالو ابھی یہ کمزوری
دُور ہو جائیگی ✦

بیوی - نہیں پیارے جارج اب میں کوئی دم کی مہمان
ہوں - اِن لوگوں کو چاہئے کہ مجھے میرے بچّے کے
ساتھ دفن کر دیں - ہاں میری ایک درخواست یہ ہے
وعدہ کرو اور قول دو کہ اگر خدا نے کبھی تمہارے
دن پھیرے - اور اس جگہ سے رہائی ہوئی تو میری
اور میرے بچّے کی لاشیں یہاں سے نکلوا کر کسی گرجے
کے خاموش قبرستان میں دفن کرا دوگے - کہو وعدہ
کرتے ہو - ✦

خاوند نے آنسو بہاتے اور ہچکیاں بھرتے ہوئے کہا -
ہاں میری دمساز میں سچّے دل سے وعدہ کرتا ہوں - لیکن
تم خاموش ہو گئیں - ایک دفعہ اور آنکھوں سے آنکھیں
ملاؤ - ایک بار بس صرف ایک بار اور بات کر لو لیکن

اُس کی زوجہ میری خاموش تھی - ہمیشہ کے لئے خاموش تھی - اگرچہ اُس کے زرد چہرے پر نور برس رہا تھا - لیکن طائر رُوح قفس عنصری سے پرواز کرچکا تھا - اور جارج اب دنیا میں اکیلا تھا - تن تنہا تھا ❊

غم حد سے بڑھ جائے تو انسان دیوانہ ہو جاتا ہے اُس نے بے جان بیوی کا سر زمین پر رکھ دیا - وہ دو زانو بیٹھ گیا اور ہاتھ اُٹھا کر بولا :-

"اے خدا! اے خدا! گواہ رہنا - میں حلفاً بیان کرتا ہوں - اور اپنی بیجان بیوی کی لاش کے پاس بیٹھ کر کہتا ہوں - کہ آج سے میری زندگی کا مقصد شہید ستم بیوی اور قتیل ظلم بچے کی موت کا انتقام ہوگا - جب تک میں یہ مقصد پورا نہ کرلوں - آرام مجھ پر حرام ہوگا - میری نفرت اس سے جس نے ہمیں اس حال تک پہنچایا ہے - دوامی و غیر فانی اور انتقام دیرپا اور مہیب ہوگا" ❊

اس صدمے - آتش غضب اور جوش انتقام سے ایک ہی رات میں اُس کی کایا پلٹ گئی - چہرہ بھیانک ہوگیا - ہمراہیوں کو اس سے دہشت آنے لگی - اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ اس کے قریب آتے ہوئے کنیاتے تھے ❊

میری کا جنازہ ایک محتاج عورت کا جنازہ تھا - سب کو معلوم ہے کہ بیکسوں کے جنازے کس حالت میں

قبرستان کو جاتے ہیں۔ بیکسی نوحہ خوان۔ اور حسرتیں خاک بسر تھیں۔ خاوند قید تھا۔ اور رشتہ دار غیر حاضر۔ صرف چار اجنبی تابوت اٹھانے کو کھڑے تھے۔ البتہ دو چار پڑوسنیں جیسا کہ عورتوں کا دستور ہے بلا لحاظ قرابت موجود تھیں۔ اور بین کر رہی تھیں۔ جارج نے آخری مرتبہ بیوی کا منہ دیکھا۔ مگر اب آنکھوں میں آنسو نہ بہے۔ سیلاب عظیم بند ہو چکا تھا۔ آنکھیں خشک تھیں مگر دل خون رو رہا تھا۔ بیوی کا جنازہ زنداں سے لے گئے۔ اور خاوند گر کر بیہوش ہو گیا۔ اب بخار سے اس کا بدن تنور کی طرح گرم تھا۔ اور وہ کروٹیں بدلتا ہوا واہی تباہی بک رہا تھا۔ لیکن بخار اور ہذیان میں بھی اِنتقام کا خیال برابر موجود تھا۔ اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ ایک ایسے جہاز میں سوار ہے جو ایک قلزم ذخار میں جا رہا ہے۔ طوفان برپا ہے۔ ہولناک موجیں اٹھ اٹھ کر شور مچا رہی ہیں۔ بادل گرج رہا ہے۔ آندھی چل رہی ہے۔ یکایک ایک دوسرا جہاز گرداب میں دکھائی دیتا ہے۔ جس کے بادبان پھٹے ہوئے ہیں اور مستول ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اہل جہاز واویلا کر رہے ہیں۔ کہرام مچا ہوا ہے۔ قیامت برپا ہے۔ اِس طوفان زدہ جہاز سے ایک انسان گر کر موجوں کے تھپیڑے کھا رہا اور جگر شگاف چیخیں مار کر

امداد طلب کر رہا ہے - پھر وہ دیکھتا ہے کہ لہروں سے
ایک پیر مرد نے سر اُٹھایا ہے اور دل گداز چیخیں مار کر
کہتا ہے - مجھے بچاؤ - وہ بڈھے کو دیکھتے ہی سمندر
میں کُود پڑتا اور شناخت کرکے اُس کی طرف لپکتا ہے
بڈھا بھی اُسے پہچانتا ہے اور اُس کی گرفت سے
بچنا چاہتا ہے - مگر نہیں بچ سکتا - وہ بڈھے کو پکڑ کر
گھسیٹتا ہوا تحت الثریٰ کو لے جاتا اور اس وقت چھوڑتا
ہے جب وہ مرجاتا اور اُس کی قسم پوری ہوجاتی ہے۔

پھر اُسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک لق و دق
بیابان اور وحشت خیز ریگستان میں گرم ریت پر برہنہ
پا اور تنہا چلا جارہا ہے - ریت اُڑ اُڑ کر اُس کی
آنکھوں اور حلق میں پڑ رہی ہے - بادِ سموم کی تیزی
و تندی سے دم بند ہورہا اور بصارت میں فرق آرہا
ہے - چاروں طرف انسانی اور حیوانی ہڈیوں کے ڈھیر
ہیں - یہ ہڈیاں اُن قافلوں کی ہیں - جنہیں بادِ سموم
نے اس صحرا میں تباہ کیا تھا - ہرچند ریت حشر برپا
کررہی ہے - لیکن وہ کسی آسمانی طاقت کے زور سے
ریت کے ٹیلوں اور ستونوں کو چیرتا ہوا بادِ سموم کے
بگولوں سے باہر نکلتا اور گر کر بیہوش ہوجاتا ہے -
پھر نسیمِ خوشگوار کے جھونکے پنکھا جھل کر اور چشمۂ
شیریں کی روانی کا نغمہ اُسے ہوش میں لاتا ہے - چونکہ

صحرا کی ریت اور تمازتِ آفتاب کی وجہ سے حلق خشک اور زبان لکڑی ہو رہی ہے۔ اس لئے وہ پیٹ بھر کر سرد و لطیف پانی پیتا اور پیاس بجھاتا ہے۔ پھر چشمے میں غسل کرکے آرام سے لیٹ کر سو جاتا ہے۔ یکایک کسی کے قدموں کی آہٹ سے اُس کی آنکھ کھل جاتی اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک بڈھا جس کے سر کے بال برف کی طرح سفید ہیں اور جو پیاس سے ماہی بے آب کی طرح بیقرار ہے۔ اُس کی طرف گرتا پڑتا چلا آ رہا ہے۔ وہ اُسے پہچان لیتا اور دوڑ کر روک لیتا ہے۔ قدم آگے نہیں بڑھانے دیتا۔ بوڑھا دوہائی دیتا منتیں کرتا اور خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہے۔ میں مر رہا ہوں۔ صرف ایک گھونٹ پانی پی لینے دو۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ پیرمرد ہرچند جدّو جہد کرتا ہے لیکن اُس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا۔ آخر پیاس کی شدّت سے دم توڑ کر رہ جاتا ہے۔ اور بے جان ہو کر اُس کے قدموں میں گر پڑتا ہے ؀

مدیون کا بخار اُتر کر اُسے ہوش آیا تو وہ اسیرِ زنداں نہ تھا۔ بلکہ امیر کبیر تھا۔ سنگدل باپ جس نے اُسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اُس کی بیماری کے دنوں میں چل بسا۔ اور بروئے وصیت اُسے محروم الارث نہ کر سکا۔ وہ تندرست اور طاقت ور تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ

انسان پانی کا بُلبلا ہے - وہ بیٹے کو عاق کر کے جائداد سے محروم کرنا چاہتا تھا - اور سوچ رہا تھا کہ کسی دن نئی وصیت سہولت کے ساتھ لکھے - لیکن پیغام اجل آگیا - وہ نرم مخملی بستر پر رات آرام سے سویا - اور پھر نہ جاگا - خدا کی شان وہی بیٹا جسے وہ دشمن سمجھتا تھا - اور جس کی صُورت سے بیزار تھا - اُس کا وارث ہؤا +

ابھی تک ہم نے نہیں بتایا کہ جارج ہے لنگ کس سے اِنتقام لینا چاہتا تھا - اُس کا دشمن کون تھا آپ یہ سُن کر حیران ہونگے کہ جس شخص نے اُسے قید خانہ کا منہ دکھایا وہ اُس کا خسر تھا - وہ میری کا باپ تھا - میری نے اپنے باپ کی مرضی کے خلاف جارج ہے لنگ سے شادی کر لی - باپ خفا ہو گیا - اور اس قدر بگڑا کہ نہ صرف اُس سے قطع تعلق کر لیا بلکہ اُس کے خاوند کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا - اُسی کی ایما سے وہ قید ہؤا - پھر جب بیٹی محتاج ہو کر مدد کے لئے اُس کے ہاں گئی تو اُسے دھکے دے کر نکلوا دیا - زمانے کا حال دیکھئے - کہ باپ بیٹی اور نواسے کی موت کا باعث اور داماد کی تباہی کا موجب ہؤا +

اگرچہ اب جارج امیر تھا - لیکن بیوی اور بیٹے کی عدم موجودگی میں یہ دولت اُس کے لئے کانٹوں کا بستر تھی

اور اُس کے خانۂ دل میں چراغ مسرت ہمیشہ کے لئے گل ہو چکا تھا - زندگی اُس کے لئے وہی وحشت پرخطر تھا جو اُس نے بیماری کے عالم تصوّر میں دیکھا تھا۔ وہ زندہ تھا مگر صرف انتقام کے لئے - اور تاخیر سے جو واقع ہو رہی تھی سخت جھنجھلا رہا تھا - اب وہ بستی سے بیزار تھا اس لئے ساحل بحر کے قریب ایک مکان میں رہتا اور شب و روز انتقام کے منصوبے سوچا کرتا تھا +

ایک دن حسب معمول شام کے قریب گھر سے نکلا - وہ اگرچہ خانہ نشین تھا لیکن شام کے وقت ہوا خوری کے لئے ضرور نکلتا اور کچھ دیر اِدھر اُدھر ٹہل کر ایک چٹانی پتھر پر جو ساحل کے قریب پڑا تھا۔ بیٹھ کر سمندر کی لہروں اور شفق کے پھریروں کا تماشا دیکھا کرتا +

جارج پتھر پر بیٹھا تھا کہ ایک چیخ سنی - وہ اس طرف دوڑا اور دیکھا کہ کپڑے ساحل پر پڑے ہیں۔ لہروں میں ایک انسان غوطے کھا رہا ہے - اور کنارے پر ایک پیرمرد ہاتھ مل مل کر مدد کے لئے چلّا رہا ہے جارج نے اپنا کوٹ اُتار دیا اور سمندر کی طرف اِس نیت سے دوڑا کہ اس میں کود کر ڈوبتے ہوئے کو بچا لے +

پیرمرد - اے جوان! خدا کے لئے جلدی کر۔ یہ جو ڈوب رہا ہے ۔میرا بیٹا ہے - اکلوتا بیٹا ہے ۔ اِسے بچاؤ۔ ہائے میں کیا کروں وہ میری آنکھوں کے سامنے ڈوب رہا ہے +

پیرمرد کی آواز سُن کر جارج جو سمندر کی طرف دوڑ رہا تھا۔ یک لخت ٹھہر گیا ۔حِس و حرکت کی طاقت زائل ہو گئی۔ اور پیرمرد کا رنگ رُخ متغیّر ہو گیا +

پیرمرد - کیوں -کیا ہے لنگ +

جارج نے کچھ جواب نہ دیا - صرف مُسکرانے لگا +

پیرمرد - (دیوانوں کی طرح) مرے بچے - میرے آنکھوں کے نور ہے لنگ - اِدہر دیکھ - ابھی میرا بیٹا زندہ ہے -ابھی وقت ہے - اسے بچالے +

جارج پھر مسکرایا -لیکن پہلے کی طرح بُت بنا رہا +

پیرمرد نے جارج کے قدم لئے اور کہا "بیشک میں نے تجھ پر ظلم کیا ہے -لیکن مجھے معاف کردے -بیشک مجھے اس سمندر میں غرق کردے - بیشک مجھ سے انتقام لے لے -لیکن میرے فرزند کو جو ڈوب رہا ہے بچالے -خدا کے لئے بچالے - وہ ابھی تو جوان ہے -ابھی اُسے مرنا نہیں چاہئے +

جارج نے پیرمرد کی کلائی زور سے پکڑ لی اور کہا :-

جارج - جان کا عوض جان ہے - میں جان کے عوض

ہاں لڑکا۔ دو باتیں تم نے مجھ سے چھینی ہیں۔ آج ایک کا بدل مجھے مل رہا ہے۔ میرا بیٹا بھی اپنے باپ کی آنکھوں کے سامنے مرا تھا۔ یہ پاجی جو ڈوب رہا ہے اور جس نے اپنی بہن کو بدنام کیا اور تمہارے کان بھرے اس عذاب سے جو اُسے مل رہا ہے کہیں زیادہ ہولناک عذاب کا مستحق ہے۔ یہ تکلیف جو اُسے ہو رہی ہے۔ اس تکلیف کے مقابلہ میں جو میرے معصوم بچّے کو دی گئی ہیچ ہے۔ میری بیوی نزع کی حالت میں تھی۔ ادر تم ان آنکھوں سے دیکھتے لا علم رہے تھے۔ آنکھیں وہی ہیں۔ ان سے سمندر کی طرف دیکھو ❖

جارج نے سمندر کی طرف اشارہ کیا۔ پیرمرد نے جبراً وقہراً اُدھر دیکھا۔ ڈوبنے والے کی آخری کوشش ختم ہوچکی تھی۔ لہروں میں چند لمحوں کے لئے بلبلے اُٹھے اور غائب ہوگئے۔ اور لہریں اصلی حالت پر آگئیں ❖

(۴)

تین سال گذر گئے ایک شریف انسان اپنی ذاتی بیش قیمت گاڑی سے لندن کے ایک مشہور و معروف وکیل کے دفتر کے رُوبرو اُترا اور اندر گیا۔ اگرچہ اس شریف جوان کا عالم شباب تھا۔ لیکن چہرہ زرد اور پژمردہ تھا۔ اور وہ افسردہ خاطر اور اُداس معلوم ہوتا تھا۔ وکیل کی

تجربہ کار آنکھوں نے فوراً بھانپ لیا کہ غم و الم اور یاس و حرماں نے اُسے قبل از وقت ضعیف کر دیا ہے۔ اجنبی کے ہاتھ میں ایک وزنی لفافہ تھا +

وکیل - (وزنی لفافے کی طرف دیکھ کر) بہت اچھا فرمائیے +

اجنبی - یہ معمولی کام نہیں - بہت سا وقت اور بے شمار روپیہ صرف کرکے بڑی محنت کے بعد میں نے یہ کاغذات جمع کئے ہیں +

اجنبی نے لفافہ کھولا تو اس میں کئی تمسکات - ہنڈیاں پرامیسری نوٹ - رہن نامے - اور وثیقے تھے +

مقروض کے ذمے ان کاغذات کے رُو سے بہت سا قرضہ ہے - گذشتہ چند سال سے اُس کا کاروبار بند ہے اور وہ مالی مشکلات میں گرفتار ہے - یہ کاغذات میں نے اُس کے قرض خواہوں سے ان کی اصلی مالیت سے سہ چند اور چہار چند بدل دے کر خریدے ہیں - اگر اُن کے رُو سے دعوے کئے جائیں - اور جو ڈگریاں ہو چکی ہیں - اُن کا اجرا کرایا جائے تو وہ خاک میں مل جائیگا +

وکیل - (کاغذات دیکھ کر) بروئے کاغذات اُس کے ذمے کئی لاکھ روپیہ ہے +

اجنبی - بیشک +

وکیل - پھر کیا کرنا چاہئے +

اجنبی - کیا کرنا ہے؟ ہر قسم کی حکمت عملی و چالاکی جو وکیلوں

کا خاصہ ہے - کام میں لاؤ - رائی کا پہاڑ بناؤ - بال کی کھال کھینچو - دفعات ضابطہ کی تاویل اپنے مطلب کے مطابق کرو - میری خواہش ہے کہ اُس کی جان عذاب میں آجائے - وہ تباہ و برباد ہوکر محتاج ہو جائے - اور آخرکار مدیونوں کے قیدخانہ میں سُسکتے کی موت مرے ❊

وکیل - بہت اچھا - لیکن اس تمام کاروائی کا خرچ کون دیگا - اِس کام کے لئے بہت سا روپیہ چاہئے ❊

اجنبی - جو مانگوگے دونگا - رقم تعین کرو اور ابھی لے لو ❊

جس وقت اجنبی باتیں کررہا تھا اُس کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ کانپ رہے تھے اور قلم پکڑا نہ جاتا تھا ❊

وکیل نے اپنے جائز حق سے بہت زیادہ رقم کا نام لیا اور اجنبی نے بلاتامل چک لکھ کر اُس کے حوالہ کیا - دُوسری بات نہ کی اور رخصت ہُوا ❊

وکیل کو چک کا روپیہ بنک سے موصول ہوگیا - اور اُس نے نہایت سرگرمی سے کام شروع کردیا - ایک نقب تیار کرکے اس میں بارُود بچھادی - دو سال تک مقدمات ہوتے رہے - اور آخرکار ڈگریاں ہوگئیں - مدیون کے مکانات اور سامان آرائش قرق کیا گیا - مدیون نے ہرچند کہا مجھے مہلت دو میں آہستہ آہستہ قرضہ ادا کردونگا - یا خود جائداد کو واجبی قیمت پر فروخت کرکے

حساب بے باق کر دونگا مگر مُہلت نہ ملی اور تمام جائداد
کوڑیوں کے مُول نیلام ہوگئی - اس صُورت میں نصف
قرضہ بھی صاف نہ ہُوا اور مدیون محتاج ہوگیا - اس کے
بعد گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوئے - اور بوڑھے مدیون
کے قید ہونے میں شک نہ تھا - مگر وہ رُوپوش ہوگیا -
اور قید نہ ہوسکا ؛

جارج سے ہے لنگ اپنے دشمن کی بربادی پر خوش ہو رہا
تھا - لیکن جب اُس نے سنا کہ وہ مفرور ہوگیا - اور کچھ
سُراغ نہیں ملتا کہ کہاں گیا تو اُس کی آتش خشم نارِ
جہنّم کی طرح بھڑک اُٹھی - اُس وقت اُس کی حالت دیکھنے
کے قابل تھی - وہ دانت پیس رہا تھا - سر کے بال نوچ
رہا تھا اور پیادوں کو جن کے پاس وارنٹ تھا - اُن کی
غفلت پر بے نقط سُنا رہا تھا - قریب تھا کہ وہ دیوانہ ہو جائے
لیکن یکایک وکیل آگیا اور اُسے تسلّی دے کر کہنے لگا -
آپ خاطر جمع رکھیں - کب تک رو پوش رہیگا - آخر پکڑا
جائیگا - اگر آسمان پر ہوگا - تو وہاں سے بھی گرفتار ہو کر
آئیگا - یہ سُن کر جارج کو قدرے اطمینان ہُوا ؛

اس کے بعد کئی ہفتے جارج سے ہے لنگ وکیل کے دفتر
میں نہ آیا اور نہ کسی نے اس کی شکل ہی دیکھی - مگر ایک
دن جب وکیل اپنے سکونتی مکان کے ڈرائنگ رُوم میں
بیٹھا تھا - وہ آگیا اور اطلاع کرائی - وکیل نے اُس کو

آواز پہچان لی مگر پیشتر اس کے کہ وہ کہتا ۔ کہو ۔ تشریف لے آئیں ۔ ہے لنگ بلا اجازت وکیل کے گول کمرے میں گھس آیا اور ایک چوکی پر گر پڑا ۔ اس وقت اُس کا سانس پھولا اور رنگ زرد تھا ۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا ۔ کمرے کے سب دروازے بند کردئے ۔ اور آہستہ سے کہا ۔ میں نے اُس کا پتہ لگا لیا ہے ❖

وکیل ۔ سچ کہو! خوب کہا ۔ کیا کہنے ❖

جارج ۔ وہ قصبہ کیمبڈن میں رہتا ہے ۔ اس عالی شان محل کے رہنے والے نے اب ایک ذلیل کوٹھری لے رکھی ہے ۔ اچھا ہوُا کہ فوراً گرفتار نہ ہوُا ۔ اب وہ نانِ شبینہ تک کو محتاج ہے ۔ اور اُس کے پاس کھوٹی کوڑی بھی نہیں ❖

وکیل ۔ بہُت اچھا کل صبح چل کر اُسے گرفتار کرلینگے ❖

جارج ۔ بہُت اچھا ۔ لیکن نہیں ۔ کل گرفتار نہ کرو ۔ بجائے کل کے پرسوں اُسے پکڑیں کیونکہ پرسوں سالگرہ ہے ۔ آپ فارق اور پیادوں کو اطلاع دے دیں ۔ تاکہ وہ پرسوں آٹھ بجے صبح آپ کے مکان پر موجود رہیں ۔ میں خود آپ کے ہمراہ چلونگا ❖

مقررہ وقت پر جب ہے لنگ وکیل کے مکان پر آیا تو آگے فارق اور پیادے وہاں موجود تھے ۔ اور اُس کا انتظار کر رہے تھے ❖ ہے لنگ نے ایک کرایہ کی گاڑی

منگائی - اور اُن کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا - جہاں بوڑھا مدیون رُوپوش تھا - یہ اِس کوچے کا بدترین مکان تھا - ہیے لنگ نے پیادوں سے کہا - تم کوچے میں ٹھہرو - میں تنہا اندر جاؤنگا - پھر اُس نے دروازے کی زنجیر کھڑکائی - اور ایک عورت نے جو ہیے لنگ کو جانتی تھی اور اِس معاملہ میں اُس کی رازدار تھی دروازہ کھولا - ہیے لنگ اندر داخل ہُوا - اُس وقت اُس نے ایک لمبا چغہ پہن رکھا تھا اور سر کی ٹوپی اس قسم کی تھی کہ چہرہ دکھائی نہ دیتا تھا - بوڑھا مدیون ایک تخت پوش پر بیٹھا اونگھ رہا تھا - اور اُس کے قریب ایک بدنما چراغ رکھا تھا - بار مصیبت سے اس وقت اُس کی کمر جھکی ہوئی تھی - اور ضعف و نقاہت گریبان گیر تھے - ایک اجنبی کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ چونکا - اور بمشکل تمام اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں یوں گویا ہُوا *

"یہ کیا! یہ کیا - یہ کونسی تازہ مصیبت ہے - تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

ہیے لنگ - صرف دو باتیں کرنی ہیں" *

اِسے دیکھتے ہی پیرمرد کی طاقت گویائی سلب ہوگئی - وہ تخت پوش پر گر کر ہاتھ ملنے لگا - اور اُسی نگاہ سے جس میں خوف اور نفرت بھری تھی - اُس کی

طرف دیکھنے لگا ۔

جارج ۔ آج دو سال ہوگئے کہ میں نے ساحل بحر پر اپنی دو جانوں کے مطالبہ میں ایک جان وصول کی تھی۔ وہ جان میرے معصوم بچہ کی ماں کا مطالبہ تھی ۔ او بڈھے ! تیری بیٹی کی بے جان لاش کے پاس بیٹھ کر میں نے عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ انتقام لونگا۔ اس وقت سے میں نے ایک منٹ آرام نہیں کیا۔ اور لگاتار کوشش جاری رکھی ۔ جب کبھی میں کاہل ہوتا تھا۔ تو میرے معصوم بچے کا چہرہ اور میری مظلوم بیوی کی حالت نزع میری آنکھوں کے سامنے آکر آگ پر تیل کا کام دیتے تھے ۔ میرا پہلا فعل تلافی اے بوڑھے تجھے یاد ہوگا ۔ وہ پہلا تھا اور یہ دوسرا اور آخری ۔

پیرمرد کانپنے لگا۔ اور اُس کے ہاتھ ڈھیلے پڑگئے ۔

کل میں انگلستان سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوجاؤنگا اور آج تجھے زندہ موت کے حوالے کردونگا ۔ وہی زندہ موت جسے تو جانتا ہے اور وہ زندان مدیون ہے ۔

جارج نے یہ کہا اور بڈھے کے چہرے کی طرف نگاہ کی اور پھر چراغ اُٹھاکر بغور دیکھا۔ چراغ رکھ دیا اور اس کوٹھری سے نکل کر نیچے اُتر آیا ۔

باہر وہی عورت جس نے دروازہ کھولا تھا۔کھڑی تھی

جارج نے اُسے مخاطب کر کے کہا - بڈھے کی خبر لو- وہ بیمار معلوم ہوتا ہے - اور پیادوں کو ہمراہ لے کر وارنٹ کی تعمیل کرائے بغیر گاڑی میں سوار ہو گیا ؞

اُن کے جانے کے بعد عورت نے دروازہ بند کر لیا - اور اُوپر جا کر دیکھا تو بوڑھا مدیون بے جان پڑا تھا ؞

کنٹ کے ایک پُرامن اور شور غل سے دور گورستان میں جو ایک گرجے سے ملحق ہے پُربہار درختوں کے سائے میں ایک سادہ قبر بنی ہوئی ہے - یہ جارج ہے لنگ کی بیوی اور معصوم بچے کی آرام گاہ ہے - جہاں وہ دونوں سوتے ہیں - اور حشر تک سوتے رہینگے - لیکن قسمت میں یہ نہ تھا کہ بیوی کا شوہر اور بچے کا باپ اُن کے پہلو میں آرام گزین ہو ؞

اُس دن کے بعد وکیل نے اپنی عجیب موکّل کی صُورت پھر نہ دیکھی - اور نہ اُسے یہ معلوم ہؤا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ؞

۳
دو شہروں کا افسانہ

دو شہروں کا افسانہ

اشخاصِ افسانہ

سڈنی کارٹن ۔ بیرسٹر ۔ عالم فاضل مگر شرابی ✦

راجر کلائی ۔ چارلس ڈارنی کا خدمتگار اور جاسوس ✦

جری کرنچر ۔ ٹیلسن بینک کا قاصد ✦

چھوٹا جری ۔ جری کرنچر کا بیٹا ✦

مسز جری ۔ جری کرنچر کی بیوی ✦

چارلس ڈارنے ۔ مارکویس سینٹ ایورمنڈ کا فرزند جس کی شادی لوسی مینٹ سے ہوئی ✦

ایورمنڈ ۔ چارلس ڈارنے ✦

میڈم ڈیفارجی ۔ ارنسٹ ڈیفارجی شراب فروش کی بیوی اور باغی عورتوں کی لیڈر ✦

ارنسٹ ڈیفارجی ۔ شراب فروش اور میڈم ڈیفارجی کا خاوند ۔ جس کی دکان سواد سینٹ انٹوآئن واقع پیرس میں تھی ✦

لارِی جروس ۔ ٹیلسن بینک کا کانفیڈنشل ۔ یعنی رازدار کلرک ✦

الگزنڈر منیٹ ۔ ایک طبیب جو اٹھارہ سال زندان بسیل میں قید رہا ✦

لوسی مینٹ ۔ چارلس ڈارنے کی بیوی اور ڈاکٹر مینٹ
کی دختر *
سٹرایور ۔ بیرسٹر جو چارلس ڈارنے کے مقدمہ میں وکیل
صفائی تھا *
مس پراس ۔ لوسی مینٹ کی خواص *
لوسی ۔ چارلس ڈارنے کی دختر *
ٹیلسن اینڈ کو ۔ انگلستان کا ایک مشہور بینک جس کی
ایک شاخ فرانس میں تھی *
جاکی ۔ ڈیفارجی کے پانچ نائبوں میں سے ایک *
ونجنس ۔ میڈم ڈیفارجی کی سہیلی اور سرگرم مددگار
بغاوت *

دو شہروں کا افسانہ

شراب کا ایک بڑا پیپا شراب کی دکان سے لڑھک کر بازار میں گر گیا - اور تمام شراب زمین پر بہ گئی - لوگوں نے جو وہاں موجود تھے اپنا کاروبار یا یوں کہو کہ بیکاری کو ملتوی کر دیا اور گری ہوئی شراب پینے کو ادھر دوڑے ان میں سے بعض نے ہاتھوں کو چمچے کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا - زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور چسکیاں بھرنے لگے - بعض ٹوٹے ہوئے مٹی کے برتن اُٹھا کر شراب کے چھوٹے چھوٹے تالابوں میں ڈبونے اور اُنہیں پیالیوں کی طرح استعمال کرنے لگے - عورتوں نے سر کے رُومال کھول لئے اور شراب میں بھگو کر حلق میں نچوڑنے لگیں - جب تک شراب ختم نہ ہو گئی اور یہ کھیل جاری رہا - ہنسی کی کرخت آواز بازار میں گونجتی رہی - یہ سُرخ رنگ کی شراب تھی اور سوادسینٹ انٹو آئن واقع پیرس کے ایک تنگ بازار میں گری تھی اس لئے زمین کا فرش داغدار ہو رہا تھا - نہ صرف زمین بلکہ کئی ہاتھ - کئی چہرے کئی ننگے پاؤں - اور

کئی چوبی جوتیاں شراب سے رنگی ہوئی تھیں - ایک دراز قد مسخرے نے جس کے ہاتھ شراب سے آلودہ تھے ایک دیوار پر گیلی انگلی سے لکھ دیا "خون" اس مسخرے کا نام گسپرڈ تھا ؞

اور اب چونکہ بادل سینٹ انٹواین پر گھرے ہوئے تھے جو لمحی چمک نے اُس کے مقدس چہرے سے ہٹا دئے تھے - تاریکی حد سے زیادہ تھی اور اُس کی پاک حضوری میں اس وقت سردی - غلاظت - بیماری - جہالت اور محتاجی درباریوں کی حیثیت میں تھیں - بچوں کے چہرے پر بڑھاپا برس رہا تھا - اُن کی آوازیں سنجیدہ تھیں - جسے دیکھو بھوک سے بے تاب نظر آتا تھا ؞

جب تک لوگ شراب پینے کو ایک دوسرے پر گرتے رہے مالک دکان کھڑا تماشا دیکھتا رہا اور جب یہ جدوجہد ختم ہوگئی تو دکان کے اندر چلا گیا ؞

شراب فروش کا نام مسٹر ڈیفارجی تھا - اس کا رنگ سانولا اور گردن بیل جیسی تھی اگرچہ بہ حیثیت مجموعی خوش مزاج تھا - مگر ساتھ ہی بے رحم بھی دکھائی دیتا تھا - اُس کی عمر تیس سال کی ہوگی - تین شخص دکان کی میز پر بیٹھے شراب پی رہے تھے - ایک کا نام جاکی تھا - انہوں نے دام دے دئے اور چلے گئے - ایک پیرمرد ایک کونے میں بیٹھا تھا - اور اُس کے ساتھ لیڈی تھی - وہ اُٹھ کر

مسٹر ڈیفارجی کے پاس آیا۔ اور کہا میرا نام جروس لارنی ہے۔ اور میرا تعلق ٹیلسن بنک آف لنڈن سے ہے۔ براہِ مہربانی میری بات سُن لیجئے ✦

ان دونوں کے مابین جو گفت و شنید ہوئی۔ وہ مختصر مگر قطعی تھی۔ بمشکل اُنہوں نے ایک منٹ گفتگو کی ہوگی کہ مسٹر ڈیفارجی نے سر سے اثبات میں اشارہ کیا۔ اور باہر چلا گیا۔ اور مسٹر لارنی اور وہ نوعمر لیڈی اُس کے پیچھے پیچھے ہوئے ✦

وہ ایک غلیظ و بدبودار چھوٹے سے تاریک صحن میں سے ہوتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر انہیں ایک کمرے میں لے گیا۔ جہاں روشنی بہت مدھم تھی۔ وہاں ایک بہت بوڑھا انسان جس کے بال روئی کی طرح سفید تھے: ایک زمین دوز بنچ پر بیٹھا جھک کر بڑی محنت سے جوتی بنا رہا تھا ✦

مسٹر ڈیفارجی ۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم ابھی تک بڑے مصروف ہو۔

پیرمرد نے جس کی آنکھیں سفید ہو رہی تھیں۔ اُس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور ضعیف آواز میں کہا۔ ہاں میں کام کر رہا ہوں ✦

ڈیفارجی ۔ ایک ملاقاتی آیا ہے۔ اُسے جوتی دکھاؤ۔ اور کفش ساز کا نام بتاؤ ✦

کفش دوز ۔ (دیر تک تامل کے بعد) تم نے کیا کہا ✦

ڈیفارجی ۔ اُسے جوتی دکھاؤ اور کفش دوز کا نام بتاؤ ✦

کفش دوز ۔ یہ ایک لیڈی کی پاپوش ہے ٭

ڈیفارجی ۔ اور کفش دوز کا نام ٭

کفش دوز ۔ ایک سو پانچ شمالی مینار ٭

لارری ۔ ڈاکٹر مینیٹ کیا تم مجھے بالکل بھول گئے ٭کیا تمہیں اپنا قدیم خادم ڈیفارجی بھی یاد نہیں ٭

یہ سن کر بسیل کے قیدی نے جو اٹھارہ سال قید رہ چکا تھا ان کی طرف حیرت سے دیکھا ۔ اور ہوش کی علامتیں اس تاریکی میں جو اس پر طاری ہے نمودار ہونے لگیں ۔ وہ جا چکی تھیں وہ دھندلی ہو رہی تھیں مگر معدوم نہ ہوئی تھیں ۔ نوعمر لیڈی آگے بڑھی ۔ آنکھیں پُرآب تھیں ۔ اس نے پیرمرد کے سر کو بوسہ دیا ۔ بُڈّھے نے اُس کے سُنہری بال ہاتھ میں لے لئے ۔ اور غور سے دیکھنے لگا ۔ پھر سینے کی جیب میں سے ایک چھوٹی سی پوٹلی نکالی اور بڑی احتیاط سے اُسے کھولا ۔ اس پوٹلی میں بالوں کی لٹ تھی ۔ لیڈی کے بال پھر ہاتھ میں لئے پوٹلی کے بالوں سے اُن کا مقابلہ کیا اور کہا "یہ وہی ہیں مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے ۔ وہ ڈرتی تھی اور کہتی تھی ۔ باہر نہ جاؤ ۔ کیا تمہیں نے مجھے باہر جانے سے منع کیا تھا" ٭

وہ نوجوان لیڈی کی طرف خوفناک تیزی سے مڑا ۔ لیکن تیزی معًا زائل ہوگئی اور اُس نے نہایت ملال سے سر ہلا کر کہا "نہیں ۔ نہیں ۔ نہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا" ٭

نوعمر لیڈی دو زانو ہوکر اُس کے روبرو بیٹھ گئی ـ اور اُس کا سر سینے سے لگاتے ہوئے کہا " اگر آپ میری آواز میں اُس آواز سے مشابہت پاتے ہو جو کسی زمانے میں تمہارے لئے فردوس گوش تھی تو اُس کے لئے آنسو بہاؤ۔ ہاں آنسو بہاؤ ـ خدا کا شکر ہے کہ اس کے مقدس آنسو میرے چہرے پر گر رہے ہیں ـ صاحبان! آپ مجھے اس کے پاس چھوڑ کر ذرا باہر تشریف لے جائیں ـ چنانچہ وہ باپ اور بیٹی کو باہم چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے ؛

شراب فروش کی بیوی میڈم ڈیفارجی اس میز کے آگے جہاں خریدار قیمت ادا کرتے تھے ـ بیٹھی تھی ـ وہ اپنے خاوند کی ہم عمر ایک فربہ اندام عورت تھی ـ اُس کی آنکھیں دوربین اور ہر چیز کو تاڑ جاتی تھیں ـ نقش تیکھے تھے ـ بڑے بڑے ہاتھوں کی انگلیوں میں بے شمار انگوٹھیاں تھیں اور چہرے سے اطمینان اور غایت درجے کی دلجمعی ظاہر ہو رہی تھی ـ وہ سردی کو بہت مانتی تھی اس لئے اُس نے ایک پوستین پہن اور شوخ رنگ کی ایک شال سر پر لپیٹ رکھی تھی ـ سلائیاں اور کاڑھنے کا سامان سامنے رکھا تھا اور خلال سے دانت صاف کر رہی تھی ـ وہ خاموش تھی ـ لیکن جب کبھی اپنے خاوند کو مخاطب کرنا ہوتا تھا، عجیب طریقے سے صرف ایک لمحے کے لئے کھانس دیتی تھی ؛

رات ہوگئی ـ تو مسٹر لاری اور مانشیر ڈیفارجی پھر

اس کمرے میں گئے جہاں باپ اور بیٹی بیٹھے تھے اور اُس ایک گاڑی میں جو باہر کھڑی تھی سوار کرادیا۔ اب رہا شدہ قیدی حیرت زدہ بیٹھی ہوئی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا اور انگلستان جارہا تھا ٭

اولڈ بیلی کی اترائی میں جہاں روشنی بہت کم تھی ۔ ڈاکٹر مینٹ اُس کی دُختر اور مسٹر لاری اس وقت چارلس ڈارنے کے پاس کھڑے اُسے مبارکباد دے رہے تھے ۔ کیونکہ اُسے جج اور جیوری نے شک کا فائدہ دے کر سرکار کے خلاف سازش کے مقدمہ میں جو اُس کے اوپر اُس کے خدمتگار راجر کلائی کی مخبری پر بنایا گیا تھا ۔ بری کردیا تھا ۔ یہ راجر کلائی بظاہر ملزم کا خدمتگار لیکن حقیقت میں سرکاری جاسوس تھا ۔ اگر جرم ثابت ہوجاتا تو سزائے موت یقینی تھی ٭

اس وقت اگر کوئی ڈاکٹر مینٹ کو اس روشن صورت اور مہذب لباس میں دیکھتا تو ہرگز نہ پہچان سکتا ۔ کہ یہ وہی کفش دوز ہے ۔ جس سے پہلی مرتبہ شراب فروش کے ایک کمرے میں ملاقات ہوئی تھی ۔ ڈاکٹر مینٹ اور اُس کی دُختر کو اُن کی مرضی کے خلاف استغاثہ نے مخبر کے ایما سے شہادت میں طلب کیا تھا ۔ تاکہ اُن کی شہادت کو توڑ مروڑ کر استغاثہ کے مفید مطلب بنا لیا جاوے ۔ اور ثابت کردیا جائے کہ چارلس ڈارنے حکومتِ انگلستان کے

خلاف شاہِ فرانس کے ساتھ سازش کرتا رہا ہے - استغاثہ
یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ جس دن ڈاکٹر اور اُس کی دختر
پیرس سے انگلستان آئے تھے اسی دن ڈارنے بھی اُن
کے ساتھ ایک ہی شکرم میں آیا تھا - اور یہ ثابت ہونے
میں کوئی کسر باقی نہ تھی - اگر سڈنی کارٹن . بیرسٹر کو ایک
نکتہ نہ سوجھتا - صفائی کا مقدم بیرسٹر مسٹر سٹرایور اور
سڈنی کارٹن اُس کا مددگار تھا - سڈنی کارٹن اور
چارلس ڈارنے بالکل ہم شکل تھے - دونوں کی صُورت
میں بال برابر بھی فرق نہ تھا - یہ نکتہ سڈنی کارٹن کو
برمحل سوجھا - نتیجہ یہ ہؤا کہ شناخت کی شہادت ناکافی
سمجھی گئی - اور شک کا فائدہ چارلس ڈارنے کو مل گیا +
ڈارنے نے سرگرمی سے لوسی مینٹ کے ہاتھ کو بوسہ دیا
اور مسٹر سٹرایور کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا
میں ہمیشہ کے لئے مرہون احسان ہوں - جب وہ جانے
لگے تو مسٹر سڈنی کارٹن بیرسٹر جو ایک طرف کھڑا اُن کی
جانب دیکھ رہا تھا - قریب آیا - اس وقت اُس کا لباس
میلا کچیلا تھا - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شراب پیئے
ہوئے ہے +

کارٹن - (ہنس کر) شب گزشتہ تمہارے لئے عجیب
رات ہوگی +

ڈارنے - میں ابھی تک سوچ رہا ہوں کہ یہ خواب ہے

با عالم بیداری - میں زندہ ہوں یا مُردہ ؟
کارٹن - تو کھڑے سوچ کیا رہے ہو - آؤ کھانا کھائیں ؟
دونوں ایک شراب خانے میں داخل ہوئے اور کھانا منگایا گیا - جو سادہ مگر نفیس تھا - ڈارنے نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا - لیکن کارٹن نے صرف چند لقمے بیدلی سے کھائے - البتہ شراب زیادہ پی - کھانا کھا کر ڈارنے کی زائل شدہ طاقت عود کر آئی ؟
کارٹن - اب کھانا تو کھا چکے ہو - صحت کا جام کیوں نہیں پیتے
ڈارنے - کس کی صحت کا ؟
کارٹن - واہ تم خوب جانتے ہو ؟
ڈارنے - اچھا یہ مس مینٹ کی صحت کا جام ہے ؟
کارٹن نے صحت کا جام نوش کر کے خالی گلاس دیوار کی طرف پھینکا اور وہ چکنا چور ہو گیا ؟
چارلس ڈارنے چلا گیا تو کارٹن نے اور شراب منگائی اور پی کر سو گیا - وہ رات کے دس بجے تک سوتا رہا پھر اُٹھ کر مسٹر سٹرایور کے چیمبر میں گیا - سٹرایور ایک چرب زبان بیرسٹر تھا اور اُس کی دُکان روز بروز چمک رہی تھی - لیکن سب جانتے تھے کہ اگرچہ وہ تقریر کرنے میں بے نظیر ہے لیکن نکتہ رس نہیں - نیز اُس میں شہادت چھانٹنے کا مادہ بہت کم ہے - اُس کی شہرت کا راز سڈنی کارٹن تھا - جو اُس کا رفیق بن گیا - یہ بھی بیرسٹر

تھا اور گو ہونہار نہ تھا اور پرلے درجہ کا کاہل مگر بلا کا ذہین اور نکتہ فہم۔ شہادت چھانٹنے اور خلاصہ مقدمہ تیار کرنے میں اُسے ید طولیٰ حاصل تھا۔ دونوں مل کر اتنی پیتے تھے کہ بادشاہ کا جہاز تیر سکتا تھا ؛

کارٹن کی مدد کے بغیر سٹرایور تقریر نہ کرسکتا تھا۔ کارٹن مقدمہ تیار کرکے کاغذات سٹرایور کو دیتا اور آپ اُس کے قریب کرسی پر بیٹھا ہاتھ جیب میں ڈال کر چھت کی طرف دیکھتا رہتا۔ پھر سٹرایور تقریر کرکے زمین آسمان کے قلابے ملا دیتا ؛

رات کے دس بج چکے تھے۔ سٹرایور آرام کرسی پر آگ کے سامنے بیٹھا تھا۔ کارٹن نے گیلا تولیہ سر پر اس طرح لپیٹ رکھا تھا کہ اُس کی صورت مہیب دکھائی دیتی۔ تھی اور مقدمات کا خلاصہ تیار کرنے میں محو تھا۔ دونوں کے روبرو شراب کی بوتلیں رکھی تھیں اور دونوں کے ہاتھ میں گلاس تھے۔ دس بجے سے تین بجے تک تمام رات کام کرتے رہے۔ پھر کارٹن کرسی سے اُٹھ کر بستر کی طرف گیا۔ اس پر سلوٹ اور شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ کپڑے اُتارے بغیر پڑ کر سو گیا۔ اور جب مغموم آفتاب سر پر آگیا تو وہ مغموم و ملول اُٹھا۔ آفتاب اس لئے مغموم تھا کہ وہ مغموم مگر ایک نہایت قابل انسان پر چمک رہا تھا۔ ایسے انسان پر جو غیرمعمولی قابلیت کے

باوجود اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہوسکتا تھا اپنے آپ کو سدھار نہ سکتا تھا اور جانتا تھا کہ اُس کے سر پر گردش سوار ہے۔ جو نخل حیات کے لئے دیمک سے کم نہیں ٭

سٹرایور سمجھتا تھا کہ وہ شاخ زعفران ہے۔ پر سرخاب ہے۔ وہ مسٹر لاری کے پاس گیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ مس لوسی مینٹ سے مل کر شادی کی درخواست کروں مسٹر لاری نے کہا اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو ایسا نہ کرو۔ میرے خیال میں تم کامیاب نہ ہوگے۔ مسٹر سٹرایور نے حیران ہوکر کہا۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں بیرسٹر ہوں۔ دولتمند ہوں۔ نامور ہوں۔ اگر مس مینٹ مجھے پسند نہ کریگی تو کسے کریگی مسٹر لاری نے کہا تم یہ سب کچھ ہو مگر یقین رکھو کہ کبھی کامیاب نہ ہوگے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو کامیابی کی تسلّی بغیر کبھی درخواست نہ کرتا۔ سٹرایور نے مسٹر لاری کا کہنا نہ مانا۔ آخر وہی ہوا جو مسٹر لاری نے کہا تھا۔ مس مینٹ نے شکریہ ادا کیا۔ لیکن قطعی جواب دے دیا ٭

ایک دن چارلس ڈارنے ڈاکٹر مینٹ سے خاص طور پر ملا۔ اور کہا جناب ڈاکٹر صاحب مجھے آپ کی دختر سے محبّت ہے اور یہ محبت اس قسم کی ہے کہ کبھی کسی مرد کو کسی عورت سے نہیں ہوسکتی ٭

ڈاکٹر۔ کیا تم نے لوسی سے اس بارے میں ذکر کیا ہے؟

ڈارنے - نہیں ٭

ڈاکٹر نے آسمان کی طرف دیکھا - اُس کے چہرے سے کشمکش کے نشان ظاہر تھے اور پھر وہی مایوسی و ناکامی کی علامتیں جو کبھی کبھی عود کر آتی تھیں - اس وقت نظر آنے لگیں - ایسی علامتیں جس سے شک اور خوست مترشح ہوتا تھا ٭

ڈاکٹر - اگر لوسی مجھے کہیگی کہ اس کی کامل مُسرت و راحت کے لئے تمہارا وجود ضروری ہے - تو میں اُسے تمہارے حوالے کر دونگا ٭

ڈارنے - چونکہ جناب مجھ پر اعتبار کرتے ہیں - اس لئے میں بھی اپنا راز آپ سے پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا - آپ نے فرانس کو بالارادہ چھوڑ کر جلا وطنی اختیار کی ہے - اور میرا بھی یہی حال ہے - اگرچہ انگلستان میں میرا نام چارلس ڈارنے ہے - لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں - میں بتانا چاہتا ہوں کہ میرا اصلی نام کیا ہے - اور میں انگلستان میں کیوں ہوں ٭

ڈاکٹر - ٹھہر جاؤ - ابھی نہ بتاؤ - جس وقت میں پوچھوں اس وقت بتانا - جاؤ خدا تمہیں برکت دے ٭

یہ کہا اور ڈاکٹر نے چارلس ڈارنے کے ہونٹوں پر اپنے ہاتھ رکھ دئے - تاکہ وہ بول نہ سکے ٭

اگرچہ ڈاکٹر مینٹ اب بالکل تندرست تھا - لیکن اُس

پرانا جوتا اور کفش دوزی کا سامان ابھی تک گھر میں محفوظ تھا - جس دن چارلس ڈارنے نے اُس سے یہ درخواست کی اُس دن اُس پر پھر وہی حالت طاری ہوگئی - وہ کفش دوزی کا سامان لے کر بیٹھ گیا - لوسی نے بڑی مشکل سے اُسے پھر سنبھالا - اور پھر اُس کی طبیعت کو درست کیا - چارلس ڈارنے اور لوسی کی شادی ہوگئی - سڈنی کارٹن اکثر لوسی کے گھر آیا کرتا تھا - شادی کے بعد وہ ایک دن کمرے میں بیٹھی تھی کہ سڈنی کارٹن آیا - لوسی نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا :-

لوسی - مجھے اندیشہ ہے - مسٹر کارٹن تم بیمار معلوم ہوتے ہو +

کارٹن - بانو ہاں میں بیمار ہوں - لیکن جس قسم کی زندگی میں بسر کر رہا ہوں - اس کے لئے بیمار ہونا لازمی ہے +

لوسی - تو پھر افسوس ہے تم اپنی طرز زندگی بدل کیوں نہیں دیتے +

کارٹن - اب وقت گذر چکا - (اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر) اگر آپ کان دھر کر سُنیں تو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں - جب سے میں نے آپ کو دیکھا ہے مجھے اپنی حالت پر افسوس آ رہا ہے - کہ کیوں میں نے اپنے آپ کو اس حال تک پہنچایا - اگرچہ یہ باتیں اب خواب

ہیں - لیکن میں چاہتا تھا کہ بقیۂ زندگی میں مجھے ایک مسرت نصیب ہو اور وہ مسرت یہ ہے کہ میں نے اپنا حال دل تم سے کہہ سُنایا ہے +

لوسی - (گھبرا کر) مسٹر کارٹن میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارا راز کبھی فاش نہ کرونگی +

کارٹن - خدا تمہیں سلامت رکھے - میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یا تو تمہارے لئے اور اُس کے لئے جس سے تم کو محبت ہے - میں سب کچھ کر گزرونگا - بانو! اب بھی سمجھ لو اور پھر بھی سمجھ لینا کہ وہ شخص جو تمہارے پیارے کے لئے جان دینے کو تیار ہے - میں ہوں - الوداع" +

یہ کہہ کر سڈنی کارٹن وہاں سے چلا گیا +

ڈاکٹر مینٹ کا مکان سوہو چوک کی ایک گلی میں تھا اُس کی بیٹی اور اُس کا خاوند چارلس ڈارنے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ رہتے تھے - اس مکان میں عجیب و غریب صدائیں آتی رہتی تھیں - ان صداؤں اور گونجوں میں مُسرت کے سوا اور کچھ سُنائی نہ دیتا تھا - خاوند اور باپ کی موجودگی اُس کے لئے راحت افزا تھی - اس اثنا میں اس کی گود ہری ہوگئی - اور چھوٹی لوسی پیدا ہوئی - لیکن ان مسرت خیز گونجوں میں تہدید خیز صدائیں بھی شامل تھیں - جو فرانس سے آرہی تھیں - فرانس میں

طوفان عظیم برپا ہونے کو تھا۔ خوفناک سمندر میں لہریں قیامت برپا کرنے والی تھیں +

مسٹر جیری کرنچر ٹیلسن بنک کا پیغام بر تھا وہ اپنی بیوی اور کم سن لڑکے کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔ چونکہ بنک کی تنخواہ کافی نہ تھی۔ اس لئے وہ مخفی طور پر گورستان سے لاشیں نکالتا اور ڈاکٹروں کے پاس چیر پھاڑ کے لئے فروخت کیا کرتا تھا۔ اُس کی بیوی بڑی عابدہ تھی وہ دعا مانگتی تھی تو جری کرنچر کو ناگوار گذرتا تھا۔ اتفاق سے جس دن وہ بیوی کو دعا مانگتے سنتا تھا۔ اسی دن اُسے کوئی نعش دستیاب نہ ہوتی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ جو کام وہ کرتا ہے گناہ میں داخل ہے۔ اور بیوی کی دعا کی تاثیر سے اُس کی آمدنی میں فرق پڑتا ہے +

میڈم ڈیفارجی بدستور میز کے سامنے بیٹھی ہوئی جالی نکال رہی اور کپڑے پر بیل بوٹے کاڑھ رہی تھی۔ اُس کے خاوند کی دُکان سرکشوں اور باغیوں کا ملجا و ماوا تھی۔ مسٹر ڈیفارجی مردوں کا اور اُس کی بیوی عورتوں کی لیڈر تھی۔ پانچ اشخاص شوہر کے خاص مصاحب تھے۔ جن میں جاکی سب سے زیادہ سرگرم تھا اسی طرح بیوی کی سہیلیوں میں وینجنس پرکالۂ آتش تھی +

مسٹر ڈیفارجی کی دکان کے اُسی کمرے میں جہاں ڈاکٹر کی ملاقات اُس کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ شراب فروش

اور اس کے پانچوں نائب جمع تھے۔ اور یہ جلے دل کے پھپولے پھوڑتے ہوئے لوگوں کی مصیبتیں اور امرا کے ظلم و ستم کی کہانیاں بیان کر رہے تھے۔ تجویز یہ ہوئی کہ کسی طرح مارکوئس ایورمنڈ کو قتل کر دینا چاہئے۔

سنہ ۱۷۹۲ء اور اگست کا مہینہ تھا کہ چارلس ڈارنے اور مسٹر لاری ٹیلسن بینک میں بیٹھے آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ ٹیلسن بنک کی ایک شاخ پیرس میں تھی اور جو امرا فرانس سے ترک وطن کر کے انگلستان میں پناہ گزین ہوتے تھے وہ اسی بینک کے زیر سایہ اوقات بسر کرتے تھے۔

ڈارنے۔ کیا آپ بھی آج پیرس جا رہے ہیں۔

لاری۔ اور نہیں تو کیا۔ فرانس میں بغاوت زوروں پر ہے۔ اور ہمارے کاغذات اور رجسٹر بڑے خطرے میں ہیں۔ اگر میں وہاں نہ گیا تو اُن کے تلف ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔

چارلس ڈارنے مارکوئس ایورمنڈ کا فرزند اور وارث تھا۔ وہ اپنے باپ اور چچا کے ظلم کے باعث جو وہ لوگوں پر کرتے تھے۔ ان سے برگشتہ ہو کر انگلستان آ گیا تھا۔ اور بہ تغیر نام یہاں رہتا تھا۔ اُس کے خطوط ٹیلسن بنک کی وساطت سے آتے جاتے تھے۔ جس وقت مسٹر لاری اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے چارلس ڈارنے

کو وہ خط دیا جو آخری ڈاک سے آیا تھا۔اس میں لکھا تھا کہ فرانس میں بغاوت برپا ہے۔آپ کا والد اور چچا قتل ہوگئے ہیں۔باغیوں نے آپ کی جائداد پر قبضہ کرلیا ہے۔اور مجھے اس جرم میں کہ ایک تارکِ وطن کا رازدار ہوں۔قتل کیا چاہتے ہیں۔ہر چند میں نے اُنہیں کہا ہے کہ آپ لوگوں کے طرفدار ہیں اور اُن کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر انگلستان رہتے ہیں۔مگر وہ نہیں سُنتے۔میری جان صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے۔کہ آپ یہاں آکر میرے حق میں شہادت دیں+

اگرچہ اس وقت فرانس جانا موت کے منہ میں جانا تھا مگر چارلس ڈارنے جو باپ کے بعد مارکوئس ایورمنڈ تھا ایک نہایت رقیق القلب اور رحم دل انسان تھا۔اُس نے اپنے قدیم نمکخوار کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھا اور اپنی بیوی اور بچی کو جو اُسے جان سے بڑھ کر پیاری تھیں ڈاکٹر کے پاس چھوڑ کر پیرس چلا گیا۔مسٹر لاری اور کرنچر وہاں پہلے جاچکے تھے۔ڈاکٹر اور اُس کی بیٹی کی محبّت نے اجازت نہ دی کہ وہ اُسے پیرس میں تنہا رہنے دیں۔اس لئے وہ بھی مع مس پراس کے جو لوسی کی خواص تھی۔فرانس پُہنچ گئے+

رات کا وقت تھا۔مسٹر لاری۔ڈاکٹر مینٹ اور اُس کی بیٹی اور نواسی بیٹھے ہوئے تھے۔مدھم لیمپ کی

روشنی میں جو چھت سے لٹک رہا تھا صاف دکھائی دیتا تھا کہ لاری نہایت خوف زدہ ہے - وہ چارلس ڈارنے کے لئے خوف زدہ تھا کیونکہ وہ امیر اور جمہوریت کا دشمن ہونے کے باعث گرفتار ہو چکا تھا - ڈاکٹر مینٹ یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ وہ ایک امیر کے اشارے پر اٹھارہ سال بسیل میں قید رہا ہے - اس لئے اس کی زندگی ایام بغاوت میں طلسمی ہے اور باغیوں کو اُس کی خاطر حد سے زیادہ منظور ہے - وہ اُسے ضرور رہا کر دینگے ٭

وہ سب بیٹھک کے اندر بیٹھے تھے کہ خوف ناک شور غل اُٹھا اور ڈاکٹر اور مسٹر لاری نے جھانک کر دیکھا کہ ایک سان کے گرد مردوں اور عورتوں کا جم غفیر لگا ہُوا ہے - اس سان کا دستہ جو دُہرا ہے - دو شخص جو جنگل کے وحشی درندوں سے بھی زیادہ مُہیب و خونخوار ہیں پھرا رہے ہیں - حاضرین میں ایک بھی ایسا نہیں جس کے ہاتھ اور چہرہ خون آلود نہ ہو ٭ مرد ایک دوسرے کو دھکے دے کر سان کی طرف بڑھ رہے تھے - کسی کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی - کسی کے چُھرا - کسی کے سنگین اور کسی کے تلوار اور یہ ہتھیار وہ تیز کرنا چاہتے تھے ٭

مسٹر لاری نے آہستہ سے کہا وہ قیدیوں کو قتل

کر رہے ہیں - ڈاکٹر مینٹ جھٹ پٹ بینک سے نکل کر وہاں چلا گیا - یہ لوگ جمع تھے اور لب ہلا کر کچھ کہا - مسٹر لاری نے دیکھا کہ سب نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور نعرے مارنے لگے "بسیل کا قیدی زندہ باد - لا فورس میں بسیل کے قیدی کی امداد کرو"
ڈاکٹر کو وہ لا فورس کے زنداں میں لے گئے - وہاں وہ خود ساختہ عدالت کے روبرو پیش ہوا اور کہا میں بسیل کا قیدی ہوں - عدالت کے ججوں میں سے جو قیدیوں کے قتل کا حکم دے رہے تھے - ایک نے اس کی شناخت کی - یہ مسٹر ڈیفارجی تھا - ڈاکٹر نے اپنے داماد کی رہائی کے لئے بہت زور دیا اور کہا وہ بے گناہ ہے - اور صرف ایک بے گناہ کی جان بچانے کو یہاں آیا ہے - آخر فیصلہ یہ ہوا کہ قیدی ایورمنڈ قتل نہ کیا جائے - لیکن قید رہے +

پندرہ مہینے چارلس ڈارنے زنداں میں رہا - یہ زمانہ لوسی کے لئے عذاب جان تھا - ہر وقت اُسے کھٹکا رہتا تھا - کہ ابھی کچھ ہونے کو ہے - اس زمانے میں وہ ہر روز اپنی بچی چھوٹی لوسی کا ہاتھ پکڑ کر قیدخانے کی دیوار کے نیچے اس اُمید پر جا کھڑی ہوتی تھی - کہ شاید پنجروں میں سے خاوند اُسے دیکھ لے - یا وہ اُسے نظر آ جائے - جس وقت وہ

دیوار کے پیچھے کھڑی ہوتی تھی تو ایک بڑھئی غور سے اُس کی طرف دیکھا کرتا تھا۔ آخر پندرہ ماہ کے بعد ایورمنڈ رہا ہوکر گھر آگیا اور لوسی نے شکر کا کلمہ پڑھا ٭

اب لوسی خوش تھی اور تمام کنبہ انگیٹھی کے سامنے بیٹھا تھا۔ کہ لوسی نے چلاّ کر کہا۔ یہ کیسی آواز ہے ٭

کوئی شخص بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ یکایک چار مسلّح انسان جن کے سروں پر سُرخ ٹوپیاں تھیں۔ اس کمرے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "ایورمنڈ تم پھر جمہوریّت کے قیدی ہو" یہ سُن کر اُس کی بیوی اور بچّی اُس سے چمٹ گئیں ٭

ایورمنڈ۔ وہ کیوں ؟

"یہ تمہیں کل معلوم ہوجائیگا" ٭

ڈاکٹر۔ مگر مستغیث کون ہے ٭

"ایک تو شہری ڈیفارجی ہے۔ دُوسرا کوئی اور" ٭

ڈاکٹر۔ دُوسرا کون ہے ؟ ٭

"شہری" اُس شخص نے عجیب انداز سے کہا "تجھے کل آپ ہی معلوم ہوجائیگا" ٭

شام کو مسٹر لاری کو اطلاع ملی کہ چارلس ڈارنے پھر گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اور جس نے اطلاع دی وُہ سڈنی کارٹن تھا۔ اُس نے کہا میں ایک ضروری کام

کے لئے یہاں آیا تھا - میں نے اپنا پاس حاصل کر لیا ہے - اور اب واپس جانے کو تیار ہوں - اس دفعہ ڈارنے کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں +

لارِی - مجھے بھی اُمید نہیں +

کارٹن - مجھے معلوم ہُوا ہے کہ وہی جاسوس جس نے انگلستان میں کئی سال ہوئے اس کے برخلاف مخبری کرکے مقدمہ دائر کرا دیا تھا - اب سلطنت جمہوری کا ملازم اور اس قید خانے کا کلید بردار ہے - جس میں ڈارنے قید ہے - میں اُسے یہ دھمکی دلا کر کہ تیرے خلاف مخبری کرنے آیا ہوں کہ تو انگلستان کے وزیر بٹ کا جاسوس ہے - قید خانے میں داخل ہو سکونگا - اور ڈارنے سے مل سکونگا +

لارِی - مگر اُسے مل کر تم اُسے بچا نہیں سکتے +

کارٹن - میں نے کب کہا ہے کہ میں اُسے بچا سکتا ہوں +

کارٹن کی پُر اسرار گفتگو سُن کر مسٹر لاری حیران ہو رہا تھا - اور اس وقت پھر اُسے خیال آیا - عجب شانِ خدا ہے کہ کارٹن اور ڈارنے بالکل ہم شکل ہیں - بال برابر بھی فرق نہیں +

دُوسرے دن ایک ایسے کونے میں جہاں اُسے کوئی نہ دیکھ سکے کارٹن موجود تھا - جس وقت ڈارنے کو ججوں کے رُوبرو لائے +

پریسیڈنٹ۔ مستغیث کون ہے ؟ +
"ارنسٹ ڈیفارجی شراب فروش" +
"بہت اچھا" +
"دوسرا کون ہے" +
"ڈاکٹر الگزنڈر مینٹ" +
ڈاکٹر۔ (زرد ہوکر اور کانپ کر) میں اس الزام کی (غصے) سے تردید کرتا ہوں +
"شہری مینٹ چُپ رہو۔ شہری ڈیفارجی پیش ہو" +
ڈیفارجی ۔ میں ان لوگوں کا لیڈر تھا۔ جنہوں نے بسیل کو توڑا ۔ جب زنداں کی فصیل گر پڑی ۔ تو میں اندر داخل ہوا ۔ میں شمالی مینار کی کوٹھری نمبر ۱۰۵ کی طرف گیا اور وہاں کی تلاشی لی۔وہاں مجھے آتش دان کے سوراخ میں ایک کاغذ ملا ۔ جو ڈاکٹر مینٹ کا دستخطی ہے +
پریسیڈنٹ ۔ پڑھ کر سناؤ +

اِس کاغذ میں ڈاکٹر مینٹ نے اپنی قید کے حالات لکھے تھے ۔ ۱۷۵۷ء میں ڈاکٹر کو خفیہ طور پر بلا کر ایک قصر میں لے گئے ۔ جہاں دو امرا موجود تھے ۔ ڈاکٹر نے دیکھا کہ دو غریب شخص حالت نزع میں تھے ۔ان میں سے ایک تو عورت تھی ۔ جسے ان امرا میں سے ایک نے اُس کے خاوند سے جبراً چھین لیا تھا ۔ دُوسرا اُس

کا بھائی تھا۔ جسے ظالم امیر نے مُہلک زخم لگایا تھا۔ ڈاکٹر دیر سے پہنچا۔ اُس کے پہنچنے سے پہلے بہن اور بھائی فوت ہوچکے تھے۔ ڈاکٹر نے فیس لینے سے انکار کیا اور خفیہ طور پر اس جرم کے حالات گورنمنٹ کو لکھ بھیجے۔ اس پر ایک دن اسے اس بہانے سے کہ آکر ایک مریض کا علاج کرو۔ بلا کر بسیل میں قید کردیا گیا +

یہ امرا مارکوئس ایورمنڈ اور اُس کا بھائی تھے۔ اور چارلس ڈارنے مارکوئس کا فرزند ہے +

جس وقت یہ کاغذ ختم ہوا تو عدالت میں شور مچ گیا۔ جیوری نے بالاتفاق فتوا دیا کہ قیدی سزائے موت کا مستحق ہے۔ ہر ووٹ پر شور مچ جاتا تھا۔ جج نے حکم سنا دیا۔ کہ قیدی چوبیس گھنٹوں میں قتل کردیا جائے +

کارٹن اس رات پھر مسٹر لاری کے ہاں آیا۔ جس وقت وہ دونوں باتیں کر رہے تھے تو ایک عورت اُن کے درمیان بیٹھی ہوئی کرسی کو آگے پیچھے ہلا رہی تھی۔ یہ ڈاکٹر مینٹ تھا +

کارٹن۔ وہ اور اُن کی دختر کل ضرور پیرس چلے جائیں۔ اُن کو بھی جان کا خطرہ ہے۔ استغاثے کی تیاری ہو رہی ہے۔ جس شخص کو قتل کا حکم دیا گیا

ہو اُس کا ماتم کرنا سنگین جُرم ہے۔ کل دو بجے رات کو روانگی کے لئے تیار رہو۔ شکرم میں اُن کو بٹھاکر تو وہ اُن کے پاس بیٹھ جانا اور جونہی میں آؤں۔ گاڑی چل پڑے ۔

لارسی ۔ بہت اچھا ایسا ہی ہوگا"۔

کارٹن پھر اس چارپائی کے قریب گیا۔ جہاں لوسی اس صدمۂ جانکاہ سے بیہوش پڑی تھی ۔

اُس نے جُھک کر اُس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور دبی زبان سے چند الفاظ کہے ۔ بعد ازاں ننھی لوسی کہا کرتی تھی ۔ کہ جو الفاظ اُس نے کہے تھے ۔ وہ یہ تھے:
"ایک زندگی جس سے تمہیں محبت ہے"۔

جس وقت کارٹن چارپائی کے قریب گیا تو ننھی لوسی رونے لگی ۔ اور اپنی باہیں اُس کے گلے میں ڈال کر کارٹن کارٹن ۔ پیارے کارٹن اماں کی مدد کرو۔ اب جو تم آگئے ہو تم ضرور اماں کی مدد کروگے ۔ لیکن کارٹن نے اُسے پیار کرتے ہوئے کہا ۔ گھبراؤ نہیں یہ معمولی بیہوشی ہے ۔ اس وقت اس کا بیہوش رہنا اچھا ہے ۔ ورنہ یہ صدمہ خدا جانے کیا کردیگا ۔

اب مسٹر ڈیفارجی کی دکان کا حال سنو۔ جب وہ عدالت سے واپس آئے تو بیوی نے شوہر سے کہا ۔ اب ایورمنڈ کی بیوی اور لڑکی کو تباہ کرنا چاہئے ۔ خاوند نے کہا۔

ایسا نہ کرو مجھے تو اُن کی حالت دیکھ کر رونا آگیا تھا۔ بیوی نے آگ بھبوکا ہوکر کہا۔ تمہیں رونا آگیا ہوگا۔ مگر مجھے نہیں آیا۔ میں اس تمام خاندان کو برباد کرکے رہونگی۔ کیا تو بھول گیا کہ جس لڑکی کو ایورمنڈ کے باپ نے خاوند سے جدا کرکے قتل کیا۔ وہ میری حقیقی بہن اور مقتول میرا حقیقی بھائی تھا۔ شہادت موجود ہے ایورمنڈ کی بیوی ہر روز اپنی بچی کو لے کر زنداں کے باہر کھڑی ہوتی اور قیدی سے اشارے کنائے کیا کرتی تھی۔ یہ ایک جرم ہے اور دوسرا یہ ہے کہ وہ سلطنت جمہوری کے دشمن کا غم اور ماتم کرتی ہے۔ اس لئے اسے فنا ہوجانا چاہیئے۔ بڑھیئی گواہ ہے ؞

اس کے بعد میڈم ڈیفارجی نے ونجنس اور جاکی سے کچھ مشورہ کیا اور انہیں کہا تم عدالت میں چلو۔ میں ذرا ڈاکٹر کی دختر کو دیکھ آؤں۔ پھر اس کے خلاف کاروائی کرونگی۔ چنانچہ وہ لوسی کے گھر کی طرف روانہ ہوگئی ؞

ادھر مسٹر لاری کو خیال آیا کہ شکرم بھاری ہوجائیگی مناسب یہ ہے کہ وہ پہلے چلے جائیں۔ اور مس پراس اور جیری کرنچر جن کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ بعد ازاں آئیں۔ یہ فیصلہ کرکے ڈاکٹر۔ اس کی بیٹی اور نواسی شکرم میں جا بیٹھے۔ اور کارٹن کا انتظار کرنے لگے ؞

میڈم ڈیفارجی ڈاکٹر کے ہاں آئی - تو وہاں صرف مس پراس اور کرنچر تھے - مس پراس کو اپنی بانوسے سچی محبت تھی - اور کرنچر بھی اس نازک وقت میں کچھ ایسا گھبرایا ہوا تھا کہ اُس نے عہد کرلیا - اب مسز کرنچر کو عبادت سے کبھی نہ روکونگا - اور وہ کام جو مخفی طور پر کرتا رہا ہوں ہرگز نہ کرونگا - ہرچند مس پراس نے پوچھا - کہ وہ کیا گناہ ہے جس سے توبہ کرتے ہو - مگر کرنچر نے نہ بتایا اور یہی کہا بس توبہ کرلی - آئندہ نہ کرونگا - مطلب اُس کا یہ تھا - کہ اب قبروں سے مُردے نہ اُکھاڑونگا ٭

جب میڈم ڈیفارجی آئی تو مس پراس دروازے میں کھڑی تھی - وہ سمجھ گئی کہ شراب فروش کی بیوی کی نیّت فاسد ہے - اُس نے مکان کے سب دروازے بند کردئے - اور ایک دروازے میں کھڑی ہوگئی - ہرچند میڈم ڈیفارجی نے اندر جانا چاہا مگر اُس نے گھسنے نہ دیا - آخر دونوں گتھم گتھا ہوگئیں - اس کشمکش میں شراب فروش کی بیوی نے لوسی کی خواص کا مُنہ نوچ لیا - لیکن اُس نے اُسے اندر نہ گھسنے دیا - یکایک مس پراس کا ہاتھ میڈم ڈیفارجی کی کمر میں پڑگیا - کوئی چیز اُس کے ہاتھ میں آگئی - جس سے بےخبری میں اُس نے اپنے دُشمن کو ایک ضرب لگائی - ایک آواز آئی - دُھواں اُٹھا - اور جب وہ صاف ہوا تو گولی میڈم ڈیفارجی کے سینے سے پار ہوچکی

تھی - اور وہ مس پراس کے قدموں میں بیجان پڑی تھی ◆
چارلس ڈارنے زنداں کی کوٹھری میں ٹہل رہا تھا -
اُس دن کے لئے باون قیدیوں کی فہرست مرتب ہوچکی تھی.
جنہیں بغاوت فرانس کے جرم میں اس آلۂ قتل پر جسے وہ
لوگ گلوٹین کہتے تھے - قربان ہونا تھا - گھنٹے گذر رہے تھے
جب ایک گھنٹہ گذر جاتا تھا تو وہ کہتا تھا اب یہ دوبارہ
میری زندگی میں نہ آئیگا - گھڑیال نے ایک بجایا - اور اُس
نے کہا - میں ایک گھنٹہ رہ گیا ◆
یکایک آہستہ قدموں کی آہٹ سنائی دی - دروازہ کھلا
اور اُس نے دیکھا کہ اُس کے روبرو سڈنی کارٹن خاموش و
مستقل مزاج کھڑا ہے - اور مسکرا رہا ہے ◆
کارٹن - ڈارنے میں تمہاری بیوی کی التجا لے کر آیا ہوں ◆
ڈارنے - وہ کیا ہے" ◆
کارٹن - وقت تھوڑا ہے - تفصیل کا موقع نہیں - بس
تم تعمیل کرو - اپنا بوٹ اور کوٹ اتار دو - اور میرا پہن لو ◆
ڈارنے - کارٹن یہاں سے فرار ہونا غیر ممکن ہے - دیوانگی ہے ◆
کارٹن - میں نے کب کہا ہے بھاگو ◆
پھر اُس نے جبراً اپنا کوٹ اور بوٹ اُسے پہنا دئے ◆
کارٹن - اب میرے سامنے بیٹھ جاؤ - اور جو میں لکھاتا
ہوں - لکھو ◆
ڈارنے - کس کی طرف لکھوں ◆

کارٹن ۔ کسی کی طرف نہیں ۔ لکھو:۔
"تمہیں میرے الفاظ یاد ہونگے ۔ جو میں نے تم سے کہے تھے ۔ جب یہ کاغذ کا پرزہ دیکھو گی ۔ تو سمجھ جاؤ گی ۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے وعدہ ایفا کرنے کا موقع مل گیا"۔

ڈارنے لکھ رہا تھا کہ کارٹن نے چالاکی سے گیلا رومال جو دوائے بیہوشی سے تر تھا ۔ جیب سے نکال کر ڈارنے کی ناک کے آگے رکھ دیا اور وہ بیہوش ہو گیا۔ کارٹن نے کلید بردار کو بلایا ۔ وہ کاغذ جو ڈارنے نے لکھا تھا ۔ اس کی جیب میں رکھ دیا ۔ پھر دو آدمی آئے اور بیہوش ڈارنے کو اٹھا کر لے گئے ۔ کلید بردار نے کہا ۔ دوست کا یہ حال دیکھ کر دوست جو ملنے آیا تھا ۔ صدمے سے بیہوش ہو گیا ہے ۔ جب زنداں کے ملازم ڈارنے کو لے گئے ۔ تو اُس نے سانس روک کر اور کان دھر کے سنا کہ کہیں کسی کو کوئی شک تو نہیں پیدا ہوا ۔ کہیں خطرے کی گھنٹی تو نہیں بج رہی مگر اُس کا ڈر بے فائدہ تھا ۔ کوئی انوکھی بات نہ ہوئی تھی ۔ گھڑیال نے دو بجا دئے ۔ ایک پاسبان زنداں آیا ۔ آہستہ سے دروازہ کھولا ۔ اور کارٹن کو کہا ۔ میرے ساتھ آؤ ۔

کارٹن ایک کونے میں جہاں کچھ اندھیرا کچھ اُجالا

تھا - کھڑا تھا - کہ ایک نو عمر عورت جو صورت سے
کم سن معلوم ہوتی تھی اُس کے قریب آئی - اور
بولی - شہری ایورمنڈ میں ایک غریب درزن ہوں -
میں تمہارے ساتھ زندان لافورس میں رہ چکی ہوں +
کارٹن - ہاں مجھے یاد ہے +
درزن - میں نے سنا تھا کہ تم رہا کر دئے گئے تھے +
کارٹن - ہاں پہلے رہا ہو گیا تھا - دوبارہ گرفتار کرکے
مجھے موت کا حکم دیا گیا ہے +
درزن - اگر میں تمہارے ساتھ آلۂ قتل پر چڑھوں -
تو کیا تم مجھے اجازت دوگے - کہ میں تمہارا ہاتھ
اپنے ہاتھ میں لے لوں +
یہ کہہ کر درزن نے جو اُس کے چہرے کی طرف
دیکھا - تو وہ سمجھ گیا کہ درزن نے اُسے پہچان لیا ہے +
درزن - کیا تم اُس کے لئے جان دے رہے ہو +
کارٹن - ہاں میری پیاری بہن - اب منہ سے نہ بولو +
اسی دن دوپہر کے بعد ایک شکرم سرحد سے نکلی +
گارڈ - کاغذات دکھاؤ +
لاری - یہ لو کاغذات دیکھ لو +
گارڈ - الگزنڈر مینیٹ - لوسی مینٹ - اس کی دختر -
جروس لاری بیکر - انگریز - سڈنی کارٹن بیرسٹر -
انگریز بیرسٹر کہاں ہے ؟ +

لاری - وہ ہے اس کونے میں - اس وقت بوجہ بیماری
بے ہوش ہے ۔

گارڈ - لو اپنے کاغذات سنبھالو - دستخط ہو گئے ۔

لاری - اب گاڑی روانہ ہوسکتی ہے ۔

گارڈ - ہوسکتی ہے ۔

قتل کا آلہ (گلوٹین) چل رہا اور آواز دے رہا ہے - ونجنس موجود ہے - اور میڈم ڈیفارجی کا انتظار کر رہی ہے - اور چونکہ وہ نہیں آئیں - اس لئے خفا ہو رہی ہے کہ کیوں اس قدر دیر کی اور لطف و نظارہ کا وقت گنوا دیا - نقلی ایورمنڈ کل کے اوپر چڑھتا ہے - درزن اُس کے ساتھ ہے - درزن کے ہاتھ میں اُس کا ہاتھ ہے - ایک ہچکولا آتا ہے - اور دونوں کے سر تن سے جدا ہو جاتے ہیں - اگر اس وقت سڈنی کارٹن کے خیالات کوئی لکھ سکتا - تو وہ یہ تھے :-

"یہ سب کچھ جو میں کر رہا ہوں - ان افعال سے جو میں پہلے کرتا رہا ہوں - انسب و اعلےٰ ہے - اور جو آرام مجھے حاصل ہونے کو ہے وہ اس آرام سے جو اس وقت تک نصیب تھا - افضل ہے - میری آنکھوں کے پردے اُٹھ گئے ہیں - میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جن کے لئے میں نے جان دی ہے - حریت سے انگلستان پہنچ گئے - میں دیکھ رہا ہوں کہ اُس کے

ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور اُس کا نام اُس نے کارٹن رکھا ہے - میں دیکھ رہا ہوں کہ اُس کا باپ اگرچہ اب بہت ضعیف ہوگیا ہے - لیکن اب بھی لوگوں کو اپنی طبابت سے مُستفید کر رہا ہے - میں دیکھ رہا ہوں کہ بوڑھے ڈاکٹر نے دس سال زندہ رہ کر اپنی تمام جائداد بیٹی اور نواسے کے سپرد کردی ہے - اور آپ سفر آخرت اختیار کرلیا ہے - میں دیکھ رہا ہوں کہ اُس کے شوہر اور اولاد کے دل میری یاد کے مقبرے ہیں - ہر سال وہ اس دن برسی کرتے ہیں - اور وہ ہرچند بوڑھی ہے لیکن میری برسی کے دن ضرور آنسو بہاتی ہے - میں دیکھ رہا ہوں کہ اُس کا خاوند بہت بڑا آدمی بن گیا ہے - بہت عرصہ زندہ رہ کر وہ جہان فانی سے رخصت ہوگئے ہیں - اور ایک معنبر قبر میں پہلو بہ پہلو سو رہے ہیں - میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ لڑکا جس کا نام میرے نام پر رکھا گیا تھا - آخر کار نامور جج ہوگیا ہے اور صاحب اولاد ہے - اُس کے بڑے بیٹے کا نام بھی میرے نام پر کارٹن ہے - اور وہ بھی میرا ہمشکل ہے"*

۴
کرسمس کا نغمہ

کرسمس کا نغمہ

مارلے کا انتقال ہو چکا تھا ۔ بیشک انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی وفات رجسٹر میں درج ہو چکی تھی ۔ جس پر پادری ۔ محرّر ۔ گورکن اور متوفی کے سوگوار سکروگ کے دستخط بھی ہو چکے تھے ۔ +

مارلے اور سکروگ سالہا سال سے خدا جانے کتنے سال سے حصّہ دار تھے ۔ اب متوفی کا واحد وصی ۔ کارکن ۔ منتظم جائداد ۔ منتقل الیہ وارث ۔ دوست اور عزادار بلا شرکت غیرے سکروگ تھا ۔ گو متوفی کے انتقال کا اسے چنداں افسوس یا غم نہ ہؤا +

مارلے کو اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے عرصہ ہو چکا تھا ۔ مگر گودام کے دروازے پر اس کا نام ابھی تک سکروگ کے نام کے ساتھ سائن بورڈ پر موجود تھا ۔ دکان کا نام بھی ابھی تک سکروگ اور مارلے چلا آتا تھا ۔ آہ سکروگ پرلے درجے کا سختگیر و زرپرست تھا ۔ وہ تلوں میں سے تیل نکالنے والا ۔ بال کی کھال کھینچنے والا ۔ حریص ۔ بخیل اور پرانا پاپی تھا ۔ وہ سنگ چقماق کی

طرح سخت تیز تھا۔ لوہا اس سے ٹکراتا تھا مگر کبھی فیاضی کی آگ اس سے نہ جھڑتی تھی۔ وہ صدف کی طرح پُر اسرار۔ تنہائی پسند اور بہ کار خویش ہوشیار تھا۔ دل برف کا ٹکڑا تھا۔ جس کی وجہ سے خط و خال منجمد تھے۔ خم دار ناک دبی ہوئی۔ رخسار پچکے ہوئے اور اُن پر جھریاں نمودار تھیں۔ چلتا تو معلوم ہوتا کہ اینٹھا ہوا ہے۔ آنکھیں سُرخ رہتی تھیں۔ پتلے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اور آواز میں عجیب قسم کی سختی اور کرختگی پیدا ہوگئی تھی۔ ٹھوڑی پر مختصر سی ڈاڑھی۔ پلکیں اور سر کے بال سفید تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے حال میں مست تھا۔ اس کے لئے کرسمس اور کوئی اور دن سب یکساں تھے +

سکروگ پر بیرونی گرمی یا سردی کا کبھی اثر نہ ہوا تھا۔ گرمی اسے گرم اور سردی یخ نہ کرسکتی تھی۔ وہ طوفان سے بڑھکر تند۔ اولوں سے بڑھ کر ضدّی۔ اور موسلا دھار بارش سے بڑھ کر یک رُخہ تھا۔ گھر سے بہُت کم باہر جاتا۔ اور کبھی جاتا بھی۔ تو رستے میں کوئی اس سے صاحب سلامت کا روادار نہ تھا۔ بچے اس سے چکراتے اور فقیر گھبراتے تھے۔ کسی رہگیر کی مجال نہ تھی۔ کہ اس سے راستہ دریافت کرے۔ یہاں تک کہ اندھوں کے کتے بھی اسے پہچانتے اور دیکھ کر

وبک جاتے - لیکن سکروگ کو کسی کی کیا پروا تھی -
وہ تو یہی چاہتا تھا کہ سب سے علیحدہ رہے - وہ مروت
سے قطعاً ناآشنا تھا - کرسمس کی شام تھی - اور سکروگ
اپنے دفتر میں بیٹھا تھا - اتفاق سے موسم خراب تھا -
کہر کے باعث ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی - ایک کمرے
میں سکروگ تھا - دوسرے میں اس کا کلرک - آقا کے
کمرے کا دروازہ کھلا تھا - تاکہ وہ دیکھتا رہے - اور ملازم
بیکار نہ بیٹھے - آقا کے کمرے میں برائے نام انگیٹھی جل
رہی - لیکن کلرک کے کمرے میں بجھی ہوئی تھی - راکھ
میں صرف ایک چنگاڑی چمک رہی تھی - کوئلوں کا
بکس آقا کے کمرے میں تھا - ملازم کی مجال نہ تھی - کہ
وہاں جاکر کوئلے لائے اور انگیٹھی جلائے - ایک دفعہ
کلرک آقا کے کمرے میں کوئلے لینے گیا تھا - جس پر وہ
بگڑ کر بولا کہ اگر تمہارا رویہ یہی رہا تو اس دفتر میں گذارہ
ناممکن ہے - ناگاہ ایک خوش وضع و خوش باش نوجوان
وہاں آگیا اور صاحب سلامت کے بعد بولا " ماموں
جان! بڑا دن مبارک ہو " یہ سکروگ کا بھانجا تھا +

سکروگ - واہیات +

بھانجا - ماموں جان - آپ کرسمس کو واہیات کہہ
رہے ہیں +

سکروگ - بیشک تمہیں کرسمس کی کیا خوشی ہوسکتی ہے

وہی مثل ہے - غریب کی جورو نام عمدہ خانم ÷ تم غریب آدمی ہو - تمہیں خوش ہونے کا کیا حق ہے؟ ÷

بھانجا - تو ماموں جان! آپ امیر ہیں - آپ کو کیا پڑی ہے - کہ پریشان ہوں - آپ کو کس بات کا ملال ہے ÷

سکروگ کو کوئی جواب نہ سوجھا - اور بگڑ کر کہا - واہیات ÷

بھانجا - ماموں جان! آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں ÷

سکروگ - ناراض ہونے کی تو بات ہی ہے - تمہیں بڑے دن کی کیا خوشی ہے - تم غریب ہو - نادار ہو - قلاش ہو - ان مفلس لوگوں کو خوشی مناتے دیکھتا ہوں تو دل یہی چاہتا ہے کہ کرسمس کے دن کوئی انہیں کیک کی تنوری میں بند کر کے آگ پر رکھ دے اور نرگس کے پھولوں کے ساتھ انہیں دفن کر دے واہیات - بس بس اپنا کرسمس یہاں سے لے جاؤ ÷

بھانجا - ماموں جان! میں تو اس دن کو مقدس سمجھتا اور خدا سے اُس کے فضل کا امیدوار ہوں ÷

سکروگ - بس بس - واہیات ÷

بھانجا - ماموں جان! میں نے شادی کر لی ہے - کل بڑا دن ہے - شام کو میرے ہاں کھانا کھانا ÷

سکروگ - جاؤ جاؤ - دیکھا جائیگا ÷

بھانجا ۔ اچھا ماموں جان! بڑا دن اور نیا سال مبارک ہو۔
سکروگ کا بھانجا چلا گیا تو دو "پادری نما" انسان وہاں آئے ۔ جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے اور صورت سے معزز معلوم ہوتے تھے ۔ سکروگ کے روبرو انہوں نے ٹوپیاں اُتارتے ہوئے کہا۔ کل کرسمس ہے ۔ اور ہم غریبوں اور محتاجوں کے لئے چندہ لینے آئے ہیں ۔ ہر چند انہوں نے چاہا کہ سکروگ کچھ دیدے ۔ مگر ان تلوں میں تیل کہاں ۔ نہایت روکھے پن سے صاف جواب دیتے ہوئے کہا ۔ میں دریوزہ گری کا حامی نہیں ۔ ناچار دونوں اپنا سا منہ لے کر خالی ہاتھ چلے گئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک گویا آیا ۔ اور کرسمس کا ترانہ گانے لگا ۔ ابھی اُس نے ایک ہی مصرع گایا تھا ۔ کہ سکروگ نے رول اٹھا لیا ۔ اور اُس کی طرف جھپٹا ۔ وہ بیچارہ ترانہ بھول گیا ۔ اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگا ۔ اب دکان بند کرنے کا وقت آ گیا ۔ سکروگ نے کلرک سے کہا ۔ کل تمہارا کرسمس ہے ۔ واہیات واہیات ۔ کل دکان بند رہیگی ۔ انصاف تو یہ ہے کہ کل کی غیر حاضری کے باعث تمہاری ایک دن کی تنخواہ کاٹ لی جائے ۔ مگر خیر میں ایسا نہیں کرتا ۔ پرسوں وقت مقررہ سے پہلے آنا ۔ کلرک یہ سکر کہ بہت اچھا ۔ سال میں ایک ہی دفعہ ایسا ہوتا ہے ۔ رخصت ہوگیا ۔ چند منٹ کے بعد سکروگ

دکان بند کر کے اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہؤا۔ یہ
وہی مکان تھا۔ جہاں اُس کا شریک و حصہ دار مارلے
رہتا تھا۔ اُس نے کرسمس سے ایک دن پہلے رات کے
وقت وفات پائی تھی۔ اس واقعے کو آج سات سال
ہو چکے تھے۔ پہلے سکروگ کہیں اور رہتا تھا۔ لیکن
اس کے انتقال کے بعد اسی مکان میں اُٹھ آیا تھا۔ سکروگ
حسب معمول کمرے میں داخل ہؤا۔ منبر پر کھانا چنا ہؤا
تھا۔ اسے معلوم ہؤا کہ مارلے اس کے روبرو کھڑا اس
کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس وقت مارلے کے چہرے کی
وہی حالت تھی۔ جو وہ زندگی میں دیکھا کرتا۔ صرف سر
کے بال کھڑے تھے۔ آنکھوں کی جگہ عینک ماتھے سے لگی
ہوئی تھی۔ آنکھیں کھلی تھیں۔ لیکن ان میں حرکت نہ
تھی۔ چہرے کا رنگ نیلا ہو رہا تھا۔ اس بھیانک منظر
سے سکروگ کا خون خشک ہو گیا۔ مگر مارلے کا چہرہ
دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا۔ اگرچہ وہ اسے تخیّل کا
ایک شعبدہ سمجھا۔ پھر بھی وہ نشست گاہ۔ سونے کے
کمرے اور سٹور روم میں بتّی لے کر گھوما۔ کنجوسی کی وجہ
سے وہ تاریکی پسند تھا۔ مگر اس وقت اس نے بتّی
جلتی رہنے دی۔ اور صوفے اور پلنگ کے نیچے ہر طرف
نظر دوڑائی۔ آخر جب تسلّی ہو گئی۔ کہ کوئی نہیں۔ تو
لباس تبدیل کیا۔ شب خوابی کا پُرانا دقیانوسی جوڑا

پہنا ۔ کھانا کھایا ۔ یکایک میز پر کی گھنٹی خود بخود گھومنے
لگی ۔ پھر ایسا معلوم ہُوا کہ کوئی شخص پا بہ جولاں باہر
سے آرہا ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا متوفی حِصّہ دار
مارلے اس کے روبرو آکھڑا ہُوا اس وقت اس کا وہی
لباس تھا جو زندگی میں ہُوا کرتا تھا ۔ فرق صرف یہ
تھا ۔ کہ بدن آئینے کی طرح شفاف تھا ۔ اور کوٹ کے
پچھلے حصّے کے بٹن بھی دکھائی دے رہے تھے ۔ مارلے
کے بھوت نے ایک خوف ناک چیخ ماری ۔ اور سکروگ
کی روح فنا ہوگئی ۔ اب جو اُس نے ڈرتے ڈرتے غور
سے دیکھا تو معلوم ہُوا کہ مارلے کا نچلا جبڑا لٹک کر
چھاتی تک آگیا ۔ سکروگ منہ کے بل گر پڑا ۔ اور
گڑگڑا کر بولا ۔ مارلے ! تو مجھے کیوں ستا رہا ہے ۔ یہ
سُن کر بھُوت نے پھر چیخ ماری ۔ اور زنجیر جس سے وہ
جکڑا ہُوا تھا ہلاتے ہوئے کہا ۔ "میں تجھے دکھانے آیا
ہوں کہ زندگی میں یہ آہنی زنجیر میں نے خود بنائی تھی ۔
یہ سات سال سے میرے گلے کا ہار ہے ۔ لیکن وہ زنجیر
جو تو بنا رہا ہے میری زنجیر سے دس گنا زیادہ وزنی
ہے "۔ سکروگ اس وقت بید مجنوں کی طرح کانپ
رہا تھا ۔ ڈرتے ڈرتے کہا ۔ مارلے بھائی ! تم تو
زندگی میں بڑے نیک دل متقی اور فیاض تھے ۔
بھوت نے پھر چیخ ماری اور ہولناک زنجیر زور سے

سے ہلاتے ہوئے کہا - وہ سب ریاکاری تھی - میں ظاہر میں پھول تھا - باطن میں خار - میں ایک گندم نما و جو فروش اور غرض پرست انسان تھا - اب اپنے کئے کی سزا بھگت رہا ہوں - چونکہ میں تیرا دوست تھا - اس لئے تجھے متنبہ کرنے آیا ہوں - اب موقع ہے تجھے رات کو ایک ایک گھنٹے کے وقفے سے تین روحیں ملینگی - ان کی بدولت شائد تو اس عذاب سے جس میں میں مبتلا ہوں بچ جائے"۔ اتنا کہ کر مارلے کا بھوت غائب ہوگیا - اس کے جاتے ہی ایسا معلوم ہؤا کہ آسمان سے نالہ و بکا - بین اور ماتم کی زہرہ گداز صدائیں آرہی ہیں - سکروگ گرتا پڑتا چارپائی تک گیا - اور گرتے ہی بے ہوش ہوگیا ؛

گھڑیال نے بارہ بجائے تو سکروگ کو خود بخود ہوش آگیا - اور آنکھ کھل گئی - اس وقت ایسا معلوم ہؤا کہ اس کے سونے کا تاریک کمرہ خود بہ خود روشن ہوگیا اور ایک طفل نما پیرمرد نے جس کے بال سفید مگر چہرہ جھرّیوں سے پاک بچوں کی طرح سرخ و سفید تھا۔ جس کے ہاتھ اور دیگر اعضا سانچے میں ڈھلے ہوئے اور سر سے ایک شعلہ نکل رہا تھا - آکر پلنگ کا پردہ اٹھایا - اور سکروگ کے روبرو کھڑا ہوگیا - سکروگ نے ترساں و لرزاں پوچھا - آپ کون ہیں؟

طفل نما پیر مرد بولا۔ میں گذشتہ کرسمس کی روح ہوں۔ اُٹھ اور میرے ساتھ چل۔ سکروگ لب بستہ اُس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ دونوں خواب گاہ سے نکل کر ایک شاہراہ پر پہنچے۔ جس کے دائیں بائیں کھیت تھے وہاں شہر کا کہیں پتہ نہ تھا۔ تاریکی اور کُہر غالب تھی۔ دن کا وقت۔ جاڑے کا موسم تھا۔ اور زمین پر برف جمی ہوئی تھی۔ سکروگ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور گھبرا کر کہا یا اللہ میں اس مقام پر پیدا ہوا تھا۔ یہاں میرا بچپن گذرا تھا۔ رُوح نے نہایت ملائم آواز میں دریافت کیا۔ کیا تم اس جگہ کو پہچانتے ہو۔ سکروگ نے کہا۔ لو اور سنو میں تو یہاں کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ آنکھوں پر پٹّی باندھ کر ہر جگہ جا سکتا ہوں۔ رُوح نے کہا تعجب ہے اتنے دن تمہیں اس جگہ کا خیال تک نہ آیا۔ سکروگ نے یہاں اپنی گذشتہ زندگی کے تمام نظارے دیکھے۔ مویشی اور انسان اسی طرح موجود اور کام کر رہے تھے۔ کرسمس کا دن تھا اور سب خوش تھے سکروگ نے اُن کی خوشی محسوس کی۔ اور اُسے جس کا دل مُردہ تھا اب مسرت ہوئی۔ رُوح نے کہا مدرسہ کُھلا ہے۔ اور تو وہاں کوئی نہیں۔ صرف ایک لڑکا جس کا کوئی والی وارث نہیں۔ اُداس

بیٹھا ہے ۔ سکروگ نے کہا میں اُسے جانتا ہوں ۔
اور روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی ۔ یہاں سے
روح اور وہ ایک گلی سے ہوتے ہوئے جو اُسے خوب
یاد تھی ۔ ایک عالی شان مکان میں گئے ۔ جس پر
ویرانی برس رہی تھی ۔ اس مکان کے ایک وحشت
خیز کمرے میں ایک بیکس لڑکا بیٹھا کتاب پڑھ رہا
تھا ۔ اسے دیکھ کر سکروگ پھر رو پڑا ۔ کیونکہ یہ
اُس کے عالم طفلی کا نقشہ تھا ۔ سکروگ نے جیب
میں ہاتھ ڈالا ۔ پھر نکال لیا اور کہا ۔ آہ اب وقت
گذر گیا ۔ روح نے پوچھا کیا معاملہ ہے ۔ تو اُس
نے کہا ۔ ایک لڑکا میری دُکان کے دروازے پر آکر
کرسمس کا ترانہ گانے لگا تھا ۔ کاش میں اُسے کچھ
دیتا ۔ روح نے مسکرا کر کہا ۔ آؤ ایک اور کرسمس دیکھو
اب وہ اور روح ایک تاریک و غلیظ کمرے میں
کھڑے تھے ۔ یہاں ایک لڑکا تنہا تھا ۔ باقی تمام لڑکے
اپنے اپنے گھر چلے گئے تھے ۔ سکروگ کو یاد آگیا کہ
وہ اسی طرح تنہا رہ گیا تھا ۔ اب وہ لڑکا جو خود
سکروگ تھا ۔ اِدھر اُدھر پھر رہا تھا ۔ کہ دروازہ کھلا
اُس کی چھوٹی بہن داخل ہوئی ۔ اور بغل گیر ہو کر
بولی ۔ بھائی چلو گھر چلو ۔ میں تمہیں لینے آئی ہوں ۔
اب ابا بڑے مہربان ہیں ۔ خفا نہیں ہوتے ۔ روح

نے کہا۔ پہچانتے ہو۔ یہ کون ہے۔ سکروگ بولا ہاں
یہ میری بہن ہے۔ جو جوان ہوتے ہی مر گئی تھی۔ رُوح
نے پوچھا۔ کیا اس کے اولاد نہیں ہوئی۔ سکروگ
نے کہا۔ اس کا ایک بیٹا زندہ ہے۔ یہ میرا بھانجا ہے
پھر افسردہ ہو کر کہا۔ آج یہ مجھے بڑے دن کی مبارک
باد دینے آیا تھا +

اب شام ہو چکی تھی۔ چراغ روشن ہو رہے تھے
روح اسے ایک ایسے مکان میں لے گئی۔ جہاں سکروگ
کسی زمانے میں اُمیدوار کی حیثیت سے کام کیا کرتا
تھا۔ اور اب بھی اسی طرح کام میں مصروف تھا۔
یہاں سے وہ ایک اور مکان میں پہنچے۔ جہاں ایک
مرد اور ایک عورت کرسمس منا رہے ہیں۔ نفیس کھانا کھا
رہے اور خوشی کے گیت گا رہے تھے۔ سکروگ کے
منہ سے بے اختیار نکلا۔ ارے یہ تو میرا کلرک اور اس
کی بیوی ہیں۔ اوہو کس قدر خوش ہیں۔ یہاں سے
روح نے اُسے وہ نظارہ دکھایا۔ جب اُس کی منسوبہ
نے آخرکار اُس سے کہا تھا۔ "سکروگ افسوس ہے
میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ تمہاری اور میری
طبیعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب مجھے ایسا
آدمی مل گیا ہے۔ جو میرے دل اور جان کا مالک ہے
اور مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لئے اور میں اُس کے

لئے پیدا ہوئی ہوں"۔ پھر روح نے اُسے ایک عالی شان
محل دکھایا۔ جس میں اس کی منسوبہ شادی کے بعد
اپنے شوہر کے ساتھ آباد تھی۔ اور ان کی جوان بیٹی
اپنی ماں کی تصویر تھی۔ بیٹھی لاڈ پیار کر رہی تھی۔
سکروگ کا کامیاب رقیب کہ رہا تھا۔ "پیاری جان!
آج میں نے سکروگ کو دیکھا وہ اپنی دکان میں تنہا
مغموم و ملول بیٹھا تھا۔ اس کا حصہ دار مارلے آج
مرگیا ہے۔ کل اُسے دفن کرینگے۔ اب بڑا زکی کٹھری
کا جھینگر مالک ہے۔ یہ سُن کر نازنین مسکرانے لگی"۔
اور سکروگ بولا اے رُوح! خدا کے لئے مجھے یہاں سے
لے چل۔ میں اب اس سے زیادہ کچھ نہیں دیکھ سکتا
روح نے کہا۔ میرا وقت بھی ختم ہوگیا۔ اب میں
نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ کہکر وہ غائب ہوگئی۔ اور سکروگ
نے اپنے آپ کو اپنی خواب گاہ میں پایا۔ نظر اٹھا کر
جو گھڑی کو دیکھا۔ تو بارہ بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے
اسی وقت اُس پر غنودگی سی طاری ہوئی۔ اور
وہ پھر سو گیا ؛

اِدھر ایک بجا اُدھر سکروگ ایک بہت بڑا خراٹا لیکر
بیدار ہوا۔ اور اُٹھ کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اُسے مارلے
کے بھوت کی گفتگو یاد تھی۔ اور جانتا تھا کہ اب
دوسری روح اس سے ملاقات کرے گی۔ یکایک کسی

نے اُسے نام لے کر پکارا - اب اُسے معلوم ہؤا کہ اس کے کمرے کی کایا پلٹ گئی ہے - چھت اور دیوارِوں پر سرسبز بیلیں چڑھی ہوئی تھیں - جن میں سُرخ و سبز پر نظر آرہے تھے - انگیٹھی میں آگ روشن تھی - فرش پر ایک تخت پوش رکھا تھا - جس پر کئی قسم کے کیک - مٹھائیاں - طرح طرح کے میوے سیب سنگترے - ناشپاتیاں - کباب مُرغ - بُھنے ہوئے تیتر - دم پُخت بطخیں چٹنیاں اور مُربّے موجود تھے - اس کمرے میں دوسری روح موجود تھی - جو کہہ رہی تھی - میری طرف دیکھ میں موجودہ کرسمس کی روح ہوں روح کا لباس سبز تھا - جس کے کناروں پر سفید قاقم کی گوٹ تھی - سینہ عُریاں تھا - پاؤں میں پاپوش بھی نہ تھی - سر پر صرف پھولوں کے ہار تھے - سر کے بال سیاہ اور لمبے لمبے تھے - آواز ترنم ریز اور چہرے پر بشاشت جلوہ افروز تھی - روح نے کہا - میرے اٹھارہ سو سے زیادہ بڑے بھائی ہیں - آ - اور میرے ساتھ چل - یہ سُن کر سکروگ نے روح کے دامن کو ہاتھ لگایا اور ایسا معلوم ہؤا کہ نہ وہ کمرہ ہے - نہ اشیائے خوردنی - جن کا تخت پوش پر انبار لگا ہؤا تھا - بلکہ دن کا وقت ہے - اور وہ شہر کی گلیوں میں کھڑے ہیں -

بچے کھیل رہے ۔ اور لوگ کرسمس کی خوشیاں منا رہے ہیں ۔ بازار لگا ہوا ہے اور پھل پھول مرغ و ماہی بک رہے ہیں ۔ روح نے سکروگ کو کئی مقامات دکھائے ان کا گذر محلوں مکانوں ۔ بازاروں اور گلیوں میں ہوا وہ پہاڑوں ۔ ٹیلوں ۔ کانوں ۔ غاروں ۔ کناروں ۔ کراروں ۔۔۔ جہازوں اور سمندر میں گئے ۔ اور جہاں گئے دیکھا کہ امیر و غریب برناؤ پیر کرسمس کی خوشیاں منا رہے تھے ۔ روح اسے اس کے کلرک کے مکان میں لے گئی ۔ جہاں وہ ۔ اس کی بیوی ۔ بڑی لڑکی اور چھوٹے بچے باوجودیکہ تنگ دست تھے ۔ مگر کرسمس کی وجہ سے بشاش تھے ۔ کیک چکھ رہے اور چہ میگوئیاں کر رہے تھے ۔ یکایک وہاں سکروگ کا ذکر آ گیا ۔ اور کلرک اور اس کی بیوی اپنے آقا کی تنگ دلی اور کنجوسی کا ذکر کر کے آزردہ سے ہو گئے ۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے حق میں دعا کی ۔ پھر روح سکروگ کو اس کے بھانجے کے مکان میں لے گئی ۔ جہاں وہ اور اس کے دوست کھانا کھا رہے تھے ۔ میز پر طرح طرح کی نعمتیں موجود تھیں ۔ سکروگ کے بھانجے کی مہ لقا بیوی بلبل ہزار داستان کی طرح چہک رہی تھی ۔ اور سب کی ہنسی مذاق اور پے در پے قہقہوں کی آواز سے مکان گونج رہا تھا ۔ ہاں مکان گونج رہا تھا ۔ یہاں

بھی سکروگ کا ذکر آ گیا اور سب نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔ دیکھو سکروگ کس قدر مال دار ہے۔ مگر اس کی قسمت میں یہ نہیں کہ اپنی دولت سے فائدہ اُٹھائے۔ آخر سب کچھ یہیں چھوڑ جائیگا۔ سکروگ کے بھانجے نے قہقہہ لگا کر کہا۔ سب کی قسمت اپنے اپنے ساتھ ہے۔ اگر ماموں جان آج یہاں تشریف لاتے تو اُن کا کیا جاتا۔ افسوس وہ اس لذیذ کھانے سے محروم رہے۔ اگرچہ ماموں جان بخیل ہیں۔ اور اُن کے مزاج میں وحشت ہے۔ لیکن ہمیں اُن کے حق میں دعا کرنی چاہیئے۔ خدا اُنہیں برکت دے۔ یہ سُن کر سب نے فرمائشی قہقہہ لگایا۔ اور سکروگ عرق عرق ہو گیا۔ ناگاہ سکروگ کی نگاہ روح پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ وہ دم بدم بوڑھی ہو رہی ہے۔ وہ خود تو جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ بہ ظاہر اُس کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لیکن روح کے بال دیکھتے دیکھتے سفید ہو گئے اور چہرے پر جھُریاں نمودار ہونے لگیں۔ سکروگ نے حیران ہو کر پوچھا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ روح بولی۔ بس میری زندگی ختم ہونے والی ہے۔ صرف پندرہ منٹ باقی ہیں۔ اس وقت روح کا پیراہن ابھرا ہؤا دکھائی دیا۔ جس میں ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی صورت نظر آئی۔ دونوں زرد اور کمزور تھے۔ تن پر چیتھڑے لٹک

رہے تھے - تیوریوں پر بل تھا - دونوں گرگ خصال دکھائی دیتے تھے - چہروں پر شگفتگی کی جگہ پژمردگی تھی جہاں فرشتے ہونے چاہئیں وہاں شیاطین کھڑے گھور رہے تھے - دونوں ذلت و رذالت کے مجسمے تھے - سکروگ نے گھبرا کر پوچھا - اے روح! کیا یہ تیرے بچے ہیں - روح نے جواب دیا - نہیں یہ انسان کے بچے ہیں - اور مجھ سے چمٹے ہوئے ہیں - یہ اپنے والدین کی طرف سے طالب دیدار ہیں - لڑکے کا نام جہل ہے اور لڑکی کو ناداری کہتے ہیں - ان دونوں سے خبردار رہنا - خصوصاً اس لڑکے سے بچنا - کیونکہ اس کی پیشانی پر "فنا" رقم ہے - اتنے میں گھڑیال کی صدا سنائی دی - اور روح غائب ہوگئی +

اب تیسری روح نہایت سنجیدگی کے ساتھ خراماں خراماں آئی - وہ خاموش تھی اور تاریک و پُر اسرار معلوم ہوتی تھی - وہ سیاہ برقع اوڑھے تھی - صرف ایک ہاتھ دکھائی دے رہا تھا - یہ روح بلند قامت تھی - اسے دیکھ کر سکروگ خوفزدہ ہوا - اور ادب سے جھک کر بولا - غالباً میں اس وقت آنے والے کرسمس کی روح کی حضوری میں ہوں - روح منہ سے کچھ نہ بولی صرف سر ہلا دیا - پھر سکروگ نے پوچھا - کیا آپ مجھے اُن واقعات کے سلسلے دکھائیں گی - جو ابھی تک

ظہور پذیر نہیں ہوئے - لیکن مستقبل میں رونما ہونگے
روح نے کچھ جواب نہ دیا - صرف ہاتھ اُٹھا دیا - اور
آگے آگے چل دی - سکروگ خوف سے کانپ رہا تھا -
مگر طوعاً وکرہاً اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا - اب وہ وسط
شہر میں تھے - اور ایک جگہ ٹھہر گئے - وہاں چند
آدمی باتیں کر رہے ہیں - سکروگ سب کو جانتا تھا -
اُن کی گفتگو یہ تھی -

"خبر نہیں بات کیا ہے - لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ مر گیا"
میرا تو یہ خیال تھا کہ وہ کبھی نہیں مرے گا - بدبخت
نے بڑی مصیبت سے روپیہ جمع کیا تھا - کس کو دے گیا ہے؟"

"خدا جانے کس کو دے گیا - میں اس قدر جانتا
ہوں (قہقہہ لگا کر) کہ مجھے نہیں دے گیا"

"مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود - یقین نہیں کہ کوئی
اس کے جنازے کے ساتھ بھی جائے"

"اگر اچھا کھانا ملنے کا یقین ہو - تو میں جنازے کے
ساتھ جانے کو تیار ہوں"

اس فقرے پر فرمائشی قہقہہ پڑا اور یہ لوگ بھیڑ میں
غائب ہو گئے - پھر جو غور سے دیکھا - تو سکروگ روح کے
ساتھ ایک کباڑیئے کی دکان میں تھا - جہاں چند عورتیں
پرانا سامان فروخت کر رہی تھیں - اس کی حیرت کی کوئی
انتہا نہ رہی - جب اُس نے بکتا ہوا مال شناخت کر لیا -

یہ سامان اس کے پلنگ کے پردے اس کا بستر اور اس کے روزمرّہ کے استعمال کی اشیاء تھیں - دفعتاً یہ نظارہ بھی غائب ہوگیا - اور اب وہ کمرے میں روح کے ساتھ تھا - چاروں طرف تاریکی تھی - مگر ایک روشندان سے کبھی کبھی زرد روشنی کی جھلک نظر آجاتی تھی - جس کی امداد سے اُسے معلوم ہوا کہ وہ پلنگ کے قریب کھڑا ہے اور پلنگ پر کسی کی لاش پڑی ہے - مگر کمرہ خالی ہے - کوئی مرد یا عورت وہاں دکھائی نہیں دیتی کہ مرنے والے کی موت پر آنسو بہائے یا افسوس کرے - سکّروگ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا - اے روح! مجھے بہت اچھا سبق مل گیا ہے - مجھے یہاں سے لے چل - رُوح اُسے ایک اور مکان میں لے گئی - جہاں میاں بیوی آپس میں باتیں کر رہے تھے - خاوند کہ رہا تھا - اچھا ہُوا کہ مر گیا - بڑا سخت گیر قرض خواہ تھا - اگر زندہ رہتا تو گھر بار نیلام کرا دیتا - نیلام کیا قید ہی کرا کے چھوڑتا - کچھ مُہلت تو مل گئی - یقین نہیں کہ اس کا وارث اس قدر ظلم کرے - سکّروگ سمجھ گیا کہ کس کی طرف اشارہ ہے - یہاں سے مستقبل کی روح اسے قبرستان میں لے گئی - اور ایک ویران قبر کے سرہانے لے جا کر کھڑا کر دیا - روح بدستور خاموش تھی - گویا گونگی ہے - صرف ہاتھ سے اشارہ کر رہی تھی - سکّروگ نے خوفزدہ ہو کر سنگ مزار کی طرف

دیکھا - تو اس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا - اُس نے چلا کر
کہا - اے روح - اے روح اگرچہ میں نے نعش کا چہرہ نہیں
دیکھا - لیکن سمجھ گیا ہوں کہ کس کی لاش تھی - اب میں
وہ پہلا سکروگ نہیں رہا - میری قلب ماہیت ہوگئی ہے
میں تیرے قدموں کو ہاتھ لگاتا ہوں - مجھے اتنا یقین دلادے
کہ آئندہ زندگی کے نقشے جو تو نے مجھے دکھائے ہیں - ان
میں تغیر و تبدل ممکن ہے - اور میں طرز عمل سے انہیں
بدل سکتا ہوں - اب میں کرسمس کی عزت کرونگا - اور ماضی
حال اور مستقبل کو کبھی نہ بھولونگا - اس وقت سنگدل
بخیل کی حالت قابل رحم تھی - آنکھوں سے آنسو جاری تھے
وہ زمین پر منہ کے بل پڑا تھا - اور روح سے التجا کر رہا
تھا - مگر جب آنسو تھمے - تو دیکھا کہ نہ وہاں روح ہے نہ
قبرستان بلکہ وہ اپنے ہی پلنگ پر دراز ہے ؂

تڑکا ہوا تو شہر کے گرجاؤں سے مسرت کے گھنٹے خوشی کی
منادی کر رہے تھے - وہ پلنگ سے اٹھا اور کھڑکی کھولی - مطلع
صاف تھا - اور روز روشن کے آثار نمودار تھے - اُس نے کپڑے
پہنے اور بازار گیا - حلوائی کی دکان سجی ہوئی تھی - یہاں سے
اُس نے ایک کیک جو وزن میں دس سیر سے کم نہ تھا خریدا
اور اسے لے کر اپنے کلرک کے مکان پر پہنچا - کلرک اور اس
کی بیوی اور بچے کپڑے بدل کر گرجا جانے کی تیاری کر رہے
تھے - کہ سکروگ نے بلند آواز سے کہا تم سب کو کرسمس اور

نیا سال مبارک ہو - یہ کیک بچوں کے لئے ہے - اور میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ نئے سال سے میں نے اپنے کلرک کی تنخواہ پانچ پونڈ ماہوار کر دی - تمہیں مبارک ہو - یہ مژدہ سن کر سب کی باچھیں کھل گئیں - اور سکروگ کی روح نے وہ فرحت محسوس کی جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہ کی تھی - وہ اپنے کلرک کے مکان سے واپس آرہا تھا - کہ اُسے وہی "پادری نما" محبان ملک مل گئے - جنہیں کل اس نے ٹکا سا جواب دے دیا تھا - اب سکروگ نے گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا - آپ کو بڑا دن اور نیا سال مبارک ہو - یہ کہہ کر ایک تھیلی جس میں پچاس پونڈ تھے - ان کے ہاتھ میں دے دی - سہ پہر کو وہ اپنے بھانجے کے ہاں گیا - اور شام کی دعوت میں شریک ہؤا - کھانا کھا کر رخصت ہونے لگا - تو بہو کے ہاتھ میں ایک لفافہ دے دیا اُس کے جانے کے بعد جب انہوں نے لفافہ کھولا - تو اُس میں ایک کرسمس کارڈ اور پانچ سو پونڈ کا ایک چک تھا +

سکروگ اب وہ سکروگ نہ تھا - اُس میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا ہو چکا تھا - اب بدمزاج بخیل اور بے رحم سکروگ ایک خوش مزاج - زندہ دل اور فیاض انسان تھا +

۵
پک وک پیپر

دی پک وک پیپرز

مسٹر پک وک گوسول بازار میں رہتا تھا۔ اُس کے سکونتی کمرے خوب صاف ستھرے اور آرام دہ تھے۔ وہ مشہور عالم پک وک کلب کا چیئرمین تھا۔ اور یہ کمرے اس جیسے عالی دماغ۔ ذی مشاہدہ اور باوقار انسان کے لئے ہر طرح موزوں تھے۔

وہ مسز بارڈل کا کرایہ دار تھا۔ جو ایک محنتی اور خوش شکل خاتون تھی۔ اور جسے کھانا پکانے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس صاف و پاکیزہ مکان میں کیا مجال تھی کہ کسی قسم کا شور و غل ہو۔ ہر بات مسٹر پک وک کی مرضی کے مطابق ہوتی تھی۔

سب جانتے تھے کہ مسٹر پک وک اپنی عادات و اوقات میں باقاعدگی کا حد سے زیادہ پابند ہے۔ لیکن آج ریسٹرول جانے سے پہلے اس کی روش پُر اسرار اور بعید از فہم تھی۔ وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ بار بار کھڑکی سے سر نکال کر بازار کی طرف تکتا اور بار بار جیب سے گھڑی نکال کر دیکھتا تھا۔ مسز بارڈل اُس وقت اُس کا کمرہ

جھاڑ پونچھ رہی تھی - اور ظاہر تھا کہ کوئی ضروری معاملہ درپیش ہے - آخر مسٹر پک وک اُس کی طرف مخاطب ہُوا :-

مسٹر پک وک "دیکھنا مسز بارڈل ! تمہارے بچے نے بہت ہی دیر کر دی" :-

مسز بارڈل "مگر جناب ! برّو... جہاں وہ گیا ہے - یہاں سے بہت دُور ہے - آتا ہی ہوگا" :-

مسٹر پک وک "ہاں سچ تو کہتی ہو - کیوں مسز بارڈل ! تمہارے خیال میں اگر دو آدمی رکھے جائیں تو خرچ بہت زیادہ بڑھ جائیگا" !

مسز بارڈل شرما گئی - کیونکہ اُس نے اپنے کرایہ دار کی چشمک کو اشارۂ نکاح سمجھا :-

مسز بارڈل "او مسٹر پک وک ! یہ کیا سوال ہے" ؟

مسٹر پک وک "پھر بھی تمہارا کیا خیال ہے" ؟

مسز بارڈل "یہ اُس شخص پر منحصر ہے - دیکھنا یہ ہوگا کہ جس کی طرف تمہارا خیال ہے وہ کفایت شعار ہے یا فضول خرچ" !

مسٹر پک وک نے بنظرِ غور مالکۂ مکان کی طرف دیکھ کر کہا "تم بالکل سچ کہہ رہی ہو - لیکن جو شخص میری نگاہ میں ہے - وہ ہمہ صفت موصوف ہے - تم سے کیوں چھپاؤں - میں نے پختہ ارادہ کر لیا

ہے۔ تم اسے عجیب بات سمجھوگی کہ میں نے اس بارے میں تم سے مشورہ بھی نہ کیا۔ اور تمہارے بچے کو بھیج دیا"۔

مسز بارڈل اب تک دور ہی سے اپنے کرایہ دار کی پرستار تھی۔ اس وقت اس نے اس گفتگو کو ایجاب نکاح سمجھا۔ اور خیال کیا کہ واقعی اس کا کرایہ دار بڑا فہمیدہ و محتاط ہے۔ اور اس نے بالارادہ میرے بیٹے کو کام کے لئے بھیج دیا ہے۔ تاکہ ایجاب و قبول کے وقت وہ موجود نہ ہو۔

مسٹر پک وک "(آہستہ سے مسکرا کر) اس انتظام سے تمہارا کام بہت ہلکا ہو جائیگا۔ اور جب کبھی میں باہر جاؤنگا۔ تم تنہا نہ رہوگی"۔

مسز بارڈل "اس صورت میں مجھے یہ سمجھنا چاہیئے کہ میں بڑی خوش نصیب ہوں۔ آہ پیارے! تم کتنے اچھے اور چنچل ہو"!

اُس وقت وہ گھبراہٹ سے کانپ رہی تھی۔ اپنی جگہ سے اُٹھی۔ اور بلا تکلف مسٹر پک وک کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ مسٹر پک وک کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

مسٹر پک وک "الٰہی خیر! مسز بارڈل! اے نیک عورت! میری توبہ! یہ کیا حالت ہے! کچھ سوچو

تو سہی! اگر اس وقت کوئی آ گیا تو"
مسز بارڈل نے دیوانہ وار اور ادا سے کولی بھر کر
کہا "بیشک اے میرے پیارے! میں تجھ سے
کبھی جدا نہ ہونگی"

اب لطف یہ تھا کہ مسٹر پک وک چھڑانے کی
کوشش کر رہا تھا۔ اور مسز بارڈل نہ چھوڑتی تھی۔ اسی
طرح چمٹی ہوئی تھی۔ اس جد و جہد میں وہ کہہ رہا تھا
"یہ نہ کرو! یہ نہ کرو! وہ دیکھو کوئی سیڑھیوں میں
آ رہا ہے"!

اس اثنا میں مسز بارڈل اس کی گود میں بیہوش
ہو گئی۔ اور پیشتر اس کے کہ وہ اسے کرسی پر بٹھاتا
مسز بارڈل کا بیٹا مسٹر پک وک کے تینوں دوستوں
کو لئے ہوئے آ گیا۔ یہ پک وک کلب کے ارکان
مسٹر ٹپ مین۔ مسٹر ونکل اور مسٹر سنوڈگراس تھے۔
تینوں یک زبان ہو کر بولے "یہ کیا معاملہ ہے"؟

مسٹر ٹپ مین ہمیشہ سے خاتون نواز تھا۔ وہ یہ
کہہ کر کہ "مسز بارڈل کو یہاں سے لے جانا چاہئے۔
اسے سیڑھیوں سے نیچے اپنے کمرے میں آرام ملیگا"
اسے وہاں سے لے گیا۔

مسٹر پک وک "کیا بتاؤں! میری سمجھ میں نہیں آتا
کہ اس عورت کو کیا ہو گیا۔ میں نے تو معمولی

طور پر اُس سے کہا تھا کہ میرا ارادہ ایک عود خدمتگار رکھنے کا ہے۔ یہ سنتے ہی اسے عجیب قسم کے مرض کا دَورہ ہو گیا۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔"
تینوں دوستوں نے کہا "بڑا تعجب ہے۔"
مسٹر پکمین "نیچے ایک آدمی کھڑا ہے۔"
مسٹر پاپ وِک "یہی تو وہ آدمی ہے جسے میں نے بڑی سے لڑکا بھیج کر بلوایا ہے۔ براہِ مہربانی اُسے اوپر بلا لو۔"
مسٹر سموئیل ولر اوپر آئے اور آتے ہی اپنی پرانی سفید ٹوپی اُتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا :-
"یہ ٹوپی دیکھنے میں تو بہت اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن استعمال کرنے میں ازبس آرام دہ ہے۔ اس کا ایک کنارہ اب نہیں۔ مگر جس وقت تھا۔ یہ ٹوپی نہایت خوبصورت تھی۔"
مسٹر پاپ وِک "اب مطلب کی بات جس کے لئے میں نے تمہیں بلوایا ہے ہونی چاہئے۔"
سموئیل ولر "جی ہاں! تو دیر کیا ہے؟ میں کہتا ہوں جو بات ہے۔ آپ منہ سے نکال ڈالئے جس طرح اس لڑکے نے ایک پیسہ نگل لیا تھا۔ اور باپ نے کہا تھا "ارے! اسے منہ سے نکال ڈال"!
مسٹر پاپ وِک "پہلا سوال جو ہم کرنا چاہتے ہیں۔

یہ ہے کہ آیا تم موجودہ ملازمت سے ناخوش ہو"؟

سیموئل ولر" پیشتر اس کے کہ اس سوال کا جواب دوں۔ سوال در سوال یہ ہے کہ آیا تم مجھے اس سے کوئی بہتر جگہ دلوا دوگے"؟

مسٹر پک وک (فیاضی سے مسکرا کر) میں نے تمہیں اپنے پاس رکھنے کا تقریباً پختہ ارادہ کر لیا ہے"۔

سیموئل ولر" ارادہ تو کر لیا ہے۔ مگر تنخواہ کیا ہوگی"؟

مسٹر پک وک " بارہ پونڈ سالانہ"۔

سیموئل ولر" اور کپڑا"؟

مسٹر پک وک" دو جوڑے"۔

سیموئل ولر" اور کام کیا ہوگا"؟

مسٹر پک وک" میری خدمتگاری اور میرے ساتھ باہر جانا اور یہ صاحبان جو یہاں موجود ہیں۔ ان کے ساتھ جانا"۔

سیموئل ولر" ذرا اپنے بل میں تخفیف کیجئے۔ میں صرف آپ کی خدمت کرونگا۔ باقی سب شرائط منظور ہیں۔ اگر کپڑے جو مجھے ملینگے۔ اس مکان کے آرام سے نصف آرام دہ بھی ہونگے تو میرا کام چل جائیگا"۔

بدقسمتی سے مسٹر سیموئل ولر سے فیصلہ آسان تھا۔ اور مسز بارڈل سے مشکل۔ اس نے میسرز ڈاڈسن اینڈ فاگ کو وکیل کرکے مسٹر پک وک پر شکست

معاہدۂ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اور ڈیڑھ ہزار پونڈ ہرجانہ مانگا۔ فروری کی چودہ تاریخ مقدمے کی سماعت کے لئے مقرر ہوئی ٭

سارجنٹ بزفز مُدعیہ کی طرف سے پیروکار تھا۔ جس نے ابتدائی تقریر کی اور پہلا گواہ پیش کیا۔ اس گواہ کا نام الزبتھ کلپنس تھا ٭

مسٹر بزفز "مسز کلپنس! کیا تمہیں یاد ہے کہ گزشتہ جولائی میں تم ایک دن مسز بارڈل کے مکان کے پچھلے کمرے میں تھیں۔ اور اُس وقت وہ پک وک کے کمرے میں جھاڑ پونچھ کر رہی تھیں ٭

مسز کلپنس "میں لارڈ جج صاحب اور جیوری کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے" ٭

جج ایک پست قامت انسان تھا ٭

جج "بھلا بانو! تم وہاں کیا کر رہی تھیں"؟

مسز کلپنس "جناب عالی! میں حضور اور جیوری کو دھوکا نہ دونگی" ٭

جج "واقعی تمہیں یہی کرنا ہوگا" ٭

مسز کلپنس "میں وہاں مسز بارڈل کے علم سے نہ تھی۔ میں ایک چھوٹی سی ٹوکری لے کر ڈیڑھ سیر سرخ گردے خریدنے جن کی قیمت اڑھائی پنس

فی گردہ تھی - بازار گئی تھی - ادھر سے جو گذری تو مسز باڈل کا دروازہ کچھ کھلا کچھ بند تھا - میں نے کہا - چلو جاتے جاتے مسز باڈل کو سلام کرتی جاؤں - میں سرسری طور پر سیڑھیاں چڑھ کر ادھر گئی - اور پچھواڑے والے کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے والے کمرے سے مجھے ایک آواز سنائی دی - کوئی بلند آواز سے بول رہا تھا"۔
مسز کلیپنس نے وہ گفتگو بیان کی جو مسز باڈل اور مسٹر پکوک کے درمیان ہوئی تھی - اس کے بعد مسٹر ونکل - مسٹر ٹپ مین اور مسٹر سنوڈ گراس پیش ہوئے - یہ سب مدعیہ کے طلبیدہ گواہ تھے ۔
جب ان کی شہادت ہو چکی تو سارجنٹ بزفز نے بڑی اہمیت کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "اب سیموئل ولر کو آواز دی جائے - مگر آواز دینے کی ضرورت نہ تھی - جونہی اس کا نام لیا گیا - وہ اچک کر گواہوں کے جنگلے میں جا کھڑا ہوا ۔

جج "بھئی! تمہارا نام کیا ہے"؟

سیموئل ولر "حضور! میرا نام سیموئل ولر"۔

جج "کیا 'ڈبلیو' سے لکھتے ہو کہ 'وی' سے"؟

سیموئل ولر "یہ امر لکھنے والے کے مذاق اور مرضی پر منحصر ہے - لیکن میں 'وی' سے لکھتا ہوں"۔

ناگاہ گیلری سے آواز آئی کہ سیموئیل بالکل ٹھیک! بالکل ٹھیک! حضور! وی سے لکھئے۔ وی سے لکھئے۔ اور جج نے سر اُٹھا کر کہا "یہ کون ہے جو عدالت سے خطاب کرنے کی جرأت کر رہا ہے"؟

سیموئیل ولر "میرا گمان ہے کہ میرے والد کی آواز تھی"۔

جج "کیا وہ یہاں موجود ہے، تم نے اُسے دیکھا ہے"؟

سیموئیل ولر (اِدھر اُدھر دیکھ کر) نہیں حضور! یہاں تو وہ نظر نہیں آتے"۔

جج "اگر تم اُسے مجھے دکھا دیتے تو میں سیشن سپرد کر دیتا"۔

سیموئیل "بے شک"۔

بزفز "مسٹر ولر! اب میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تم پک وک کے ملازم ہو"؟

ولر "بڑی خوشی سے سوال کا جواب لیجئے۔ ہاں میں اُن کا ملازم ہوں اور بہت خوش ہوں"۔

بزفز "تنخواہ معقول اور کام تھوڑا ہے"۔

ولر "بقول ایک سپاہی کے جس کی نسبت حکم ہؤا تھا کہ اُسے تین سو پچاس ضربات تازیانہ لگائی جائیں تو اُس نے کہا تھا معقول"۔

جج "سپاہی نے جو کچھ کہا وہ ہمیں نہ بتاؤ۔ یہ شہادت نہیں"۔

ولر "بہت بہتر حضور"!

بزفر "کیا تمہیں یاد ہے کہ جس دن مدعا علیہ نے تمہیں ملازم رکھا - اس دن صبح کو کیا واقعہ ہوا تھا"؟

ولر "خوب یاد ہے - کیونکہ اُس دن میں نے ایک نیا جوڑا بدلا تھا - جو میرے جسم پر ٹھیک آیا تھا - اور یہ بات میری زندگی میں ہر روز نہیں ہوتی"۔

بزفر "کیا تمہاری مراد یہ ہے کہ تم نے مدعیہ کو مدعا علیہ کی گود میں بیہوش نہیں دیکھا"؟

ولر "ہرگز نہیں! میں نیچے تھا - اور اس وقت ادھر آیا جب انہوں نے مجھے آواز دے کر بُلایا"۔

بزفر "تمہاری دو آنکھیں ہیں"؟

ولر "بیشک اگر یہ آنکھیں آتشی شیشے یا خُردبین کی بنی ہوئی ہوتیں تو شاید میں سیڑھیوں اور لکڑی کے دروازوں میں سے بھی دیکھ سکتا - مگر میری آنکھیں معمولی ہیں - اور اُن کی نگاہ معمولی آنکھوں کی طرح محدود ہے"۔

بزفر "تمہیں یاد ہوگا کہ نومبر میں ایک رات تم مسز بارڈل کے ہاں گئے تھے - (جیوری کی طرف ایک خاص مطلب سے دیکھ کر) غالباً اس مقدمے کے متعلق کچھ کہنے گئے ہونگے"؟

ولر "گیا تو تھا کرایۂ مکان دینے - مگر اُس وقت خواتین

بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے سنا۔ کہ وہ
بواڈس اور فاگ کی بڑی تعریف کرتی ہوئی کہتی
تھیں کہ وہ کس قدر فیاض ہیں۔ انہوں نے
محنتانہ بھی نہیں لیا۔ اور یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اگر
مدّعا علیہ پر ڈگری ہوگئی۔ تو اُس میں سے لینگے"۔
اس جواب پر جو بعید از توقع تھا۔ حاضرین کھل کھلا
کر ہنس پڑے اور سارجنٹ بزفز نے جھلّا کر کہا۔
"بس بیٹھ جاؤ"۔

جب مدّعی کی شہادت ہو چکی تو سارجنٹ سنبن
نے مدّعا علیہ کی طرف سے جوابی تقریر کی۔ اور جج
سٹیرلے نے جیوری کو واقعاتِ مقدمہ سے مختصر الفاظ
میں آگاہ کیا۔

جیوری نے پاؤ گھنٹہ سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا
کہ مدعا علیہ ساڑھے سات سو پونڈ ہرجانہ مدعیہ کو ادا
کرے۔

عدالت کے کمرے میں مسٹر پک وک کا مدعیّہ کے
وکلا سے آمنا سامنا ہوا۔ وہ بظاہر بہت مطمئن تھے۔
مسٹر پک وک "مجھے تمام عمر قید خانے میں رہنا منظور ہے
لیکن ہرجانہ اور مقدمے کے خرچے کی بابت تمہیں
ایک کوڑی بھی نہ دونگا"۔
ولر۔ بقول اُس ساہوکار کے جس نے کہا تھا "چاہے میرا

اصل زر ڈوب جائے۔ مجھے تمسک کی تجدید منظور نہیں“۔
چونکہ مسٹر پک وک نے ہرجانہ اور خرچہ تاریخ فیصلہ سے دو ماہ تک ادا نہ کیا۔ اس لئے وہ گرفتار کرکے قید خانہ فلیٹ میں بھیج دیا گیا۔ مسٹر پک وک کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ مدیون کی حیثیت میں قید ہوا۔

قید خانے میں داخل ہوتے ہی مسٹر پک وک نے کلید بردار سے پوچھا ”مجھے رات کو کہاں سونا ہے؟“ کچھ بحث و تمحیص کے بعد اس نے جواب دیا کہ ایک پلنگ کرائے پر مل سکتا ہے۔ اگرچہ بہت فراخ تو نہیں۔ لیکن گزارے کے لئے اچھا ہے۔ پھر وہ مسٹر پک وک اور مسٹر سیموئیل ولر کو جو اس وقت آقا کے ساتھ تھا۔ بالائی منزل میں سیڑھیوں کے راستے سے لے گیا۔ اور ایک ایسے کمرے میں پہنچا۔ جس میں آٹھ نو لوہے کے پلنگ پڑے تھے۔

اس وقت مسٹر پک وک بہت بدمزہ اور افسردہ خاطر تھا۔ اور وہاں تنہا رہ گیا تو بددلی کے ساتھ پلنگ پر لیٹ گیا۔ یکایک ہمراہیوں کے شور و غل نے اُسے جگا دیا۔ اُن میں سے ایک جس کا پاجامہ سوتی تھا۔ ایک ڈھولک بجا رہا اور دوسرا جو بظاہر بدمست معلوم ہوتا تھا۔ کوئی تمسخر آمیز گیت گنگنا رہا تھا۔

اور تیسرا جس کی لمبی لمبی اور گھنی مونچھیں تھیں۔ اُن کی مدح سرائی کر رہا تھا ۔

لمبی مونچھوں والا مسٹر پک وک کی طرف مخاطب ہو کر بولا "جناب میرا نام سمیٹگل ہے"۔ پاجامہ پوش بولا "میں میونس ہوں"۔

سمیٹگل "جناب! بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ایک شریف رفیق کے خیالات کا بہت پاس ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت پاس ہے۔ لیکن یہ کام بہت خشک ہے۔ ہمارا حلق تر ہو جائے تو اچھا ہے۔ چونکہ آپ سب سے پیچھے یہاں آئے ہیں۔ اس لئے شراب آپ منگائیں۔ میونس کے ذمے یہ کام ہے کہ وہ لائے۔ اور میرا یہ کام ہوگا۔ کہ میں اُسے پی لوں۔ کیا یہ تقسیم کار شریفانہ نہیں"؟

مسٹر پک وک ڈرا کہ کہیں یہ لوگ ہاتھا پائی پر نہ اُتر آئیں۔ اس لئے فوراً اُن کی درخواست منظور کر لی۔

علی الصباح مسٹر پک وک بیدار ہؤا تو اُس نے سب سے پہلے سیموئیل ولر کا منہ دیکھا۔ وہ کپڑوں کے ایک سیاہ رنگ صندوق پر بیٹھا تھا ۔

مسٹر پک وک کو بہت جلد معلوم ہو گیا۔ کہ زندان کے اندر بھی روپے کی وہی طاقت ہے جو باہر ہے۔ اور اگر وہ روپے خرچ کرے تو اُسے

ایک کمرہ علیحدہ بھی مل سکتا ہے۔ اور جب اس نے
کہا کہ مجھے علیحدہ کمرہ مطلوب ہے تو کلید بردار
نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ کہا۔
ناحق ایک رات تکلیف میں بسر کی۔ ایک نہایت
آرام دہ کمرہ باورچی خانے کے اوپر خالی ہے۔
غرض یہ کمرہ مسٹر پکوک نے لے لیا۔ اور
سیموئیل ویلر نے اسے درست کرکے سجا دیا۔ کمرے
کو ٹھیک ٹھاک کرکے وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اگر
کچھ کسر رہ گئی ہو تو اسے پوری کر دے کہ مسٹر پکوک بولا:
پکوک "پہلے ہی سے میرا دل گواہی دے رہا تھا۔ یہ جگہ
اس قابل نہیں کہ ایک نوجوان ہمراہ رکھا جائے"
ویلر "اور اس قابل بھی نہیں کہ بوڑھا رکھا جائے"
پکوک "لیکن بوڑھے یہاں اپنی غفلت یا صاف دلی کی
وجہ سے آسکتے ہیں۔ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہوگے؟"
ویلر "جناب! میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ واقعی بقول
گاڑیبان کے جس نے برف باری کے طوفان کو
اس سے بچ جانے کے بعد کہا تھا کہ تیرا زور
حد سے باہر ہے۔ میرے خیال میں آپ کا یہاں
آنا بھی کچھ اسی قسم کا ہے"
پکوک "جب تک میں یہاں ہوں تم میرے ساتھ نہ رہو"
ویلر (سنجیدہ لہجے میں) نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا"

پک وک "میں جو کہتا ہوں کہ میری یہی مرضی ہے"
ولر "بہت اچھا جناب! پھر میری بھی یہی مرضی ہے"
یہ کہہ کر اُس نے بڑے اطمینان سے ٹوپی سر پر رکھی۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ پھر اُس نے والد سے مل کر کہا "میری رائے یہ ہے کہ مسٹر پک وک زندان فلیٹ میں اکیلا نہ رہے" والد نے کہا "سچ کہتے ہو۔ وہاں تو قیدی اُسے کچا چبا جائینگے۔ تم بھی اُس کے پاس رہو۔ کوئی تو وہاں اُس کا مددگار ہونا چاہیئے۔ ہاں اُسے تنہا نہ رہنا چاہیئے"
ولر "تو میں آپ کو ایک تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے پچیس پونڈ قرض دیں۔ شاید آپ بجائے پچیس کے تیس پونڈ لینا چاہیں۔ ممکن ہے کہ میں ادا نہ کر سکوں اور ہماری اَن بن ہو جائے۔ تو کیا اے انوکھے باپ! آپ مجھے گرفتار کرا کر زندان فلیٹ میں بھجوا دیجئے!"
باپ بیٹے کا مطلب سمجھ گیا۔ ہنستے ہنستے اُس کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ اور چہرے کا رنگ ارغوانی ہو گیا۔ پھر کیا تھا۔ باپ نے بیٹے پر دعوی کر کے ڈگری حاصل کر لی۔ اور اجرا کرا کے اُسے قید کرا دیا۔ اس طرح سموئیل ولر براہِ راست اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔
ولر "جناب! میں بھی مدیون ہوں۔ مجھے بھی قرضخواہ نے گرفتار کرا کے یہاں بھجوایا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔

جب تک آپ یہاں رہینگے مجھے بھی یہاں رہنا ہوگا ۰
پک وک "الہٰی خیر! یہ تم کیا کہ رہے ہو"!
وِلر" میں کہتا ہوں کہ چالیس سال تک بھی میری رہائی نہیں ہوسکتی۔ اور میں خوش ہوں کہ یہاں رہونگا۔ میرا زرخواہ شتر کینہ، بدنیت، دنیا ساز اور بدلہ لینے والا ہے۔ اُس کا دل پتھر ہے جو کبھی موم نہیں ہوسکتا۔ بقول اُس نیک نہاد پادری کے جس نے استسقا کے ایک مریض کو اُٹھ کر کہا "تیرے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائداد کو گرجا کی تعمیر میں صرف کرنے کی جگہ اپنی زوجہ کے نام کر دے"۰
ہرچند مسٹر پک وک نے حیل و حجت کی مگر سیموئیل ولر نہ مانا اور کہا "جیسے آپ اصول کے پابند ہیں۔ ویسے ہی میں بھی ہوں۔ اور اس وقت مجھے وہ شخص یاد آرہا ہے جس نے اصول کے لئے خودکشی کر لی تھی ۰
جب میسرز ڈاڈسن اینڈ فلاگ کو مدعا علیہ سے کچھ وصول نہ ہوا تو انہوں نے اپنے محنتانے اور خرچے کا دعویٰ مسز بارڈل پر کر دیا۔ اور ڈگری حاصل کرکے اُسے زندان میں بھجوا دیا ۰
ایک دن کا ذکر ہے کہ مسٹر پکوک حسب معمول شام کو زندان فلیٹ کے صحن میں ٹہل ٹہل کر ہواخوری کر رہا تھا کہ پیادے مسز بارڈل کو لئے ہوئے آگئے۔

جونہی سموئیل ولر نے اُسے دیکھا۔ طنزاً سر سے ٹوپی اُتار اُسے جھک کر سلام کیا۔ اور مسٹر پک وک خفا ہو کر وہاں سے چلا گیا ؛

کلید بردار "یہ عورت نو وارد ہے اِسے نہ ستاؤ"۔

سموئیل ولر " نو وارد قیدن ہیں ؟ اسے کس نے قید کرایا ؟ مدّعی کون ہے" ؟

کلید بردار " میسرز ڈاڈسن اینڈ فاگ"۔

یہ سن کر سموئیل بے اختیار ہو گیا۔ اور دوڑا دوڑا جاب کی تلاش میں گیا۔ جاب اس جیل کا چپراسی اور پیغامبر تھا۔ جاب سے مل کر ولر نے کہا " دوست ! مسٹر پرکر کو ابھی یہاں بُلا لاؤ۔ اس میں کچھ بہتری ہے۔ مجھے خوب تماشا ہاتھ آیا ہے۔ ہوّرے ! ہوّرے !!

دوسرے دن علی الصّباح پرکر وہاں آ گیا ؛

پرکر " سُنئے مسٹر پک وک ! تمہاری کیا مرضی ہے ؟ کیا تم چاہتے ہو کہ یہ عورت یہاں رہے ؟ یہ بات اب بالکل تمہارے اختیار میں ہے"۔

پک وک " میرے اختیار میں" !

پرکر " اس ذلّت و خواری کے غار سے تمہارے سوا کوئی اُسے آزاد نہیں کرا سکتا۔ اگر کوئی میری سُنے تو اِس غارِ ذلّت میں عورت تو کیا مرد کو بھی نہیں آنا چاہئے۔ میں اس عورت سے مل کر آیا ہوں۔ اگر تم مقدمے کا

خرچہ جس کی وہ ذمّہ وار ہے ادا کر دو تو وہ ہرجانہ چھوڑنے اور دستبرداری داخل کرنے کو تیار ہے۔ وہ کہتی ہے سارا قصور ڈاڈسن اور فاگ کا ہے جنہوں نے اُسے ورغلایا۔ اور ناحق مقدمہ دائر کرا دیا۔ آپ اُسکی خطا معاف فرمائیں۔ وہ بہت نادم ہے اور معافی مانگتی ہے ۔

مسٹر پکوک نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ دبی زبان سے شکایت کی آواز باہر سے آئی۔ مسٹر ونکل، مسٹر ٹپ مین اور مسٹر سنوڈگراس وہاں ہی آگئے۔ اور سب نے مسٹر پکوک کو قائل کر لیا۔ مدّعیانِ مسز بارڈل کا مطالبہ ادا ہو گیا۔ مسز بارڈل نے دستبرداری دیدی۔ اور مسٹر پکوک نے سرسری نظر سے اپنے کمرے کو دیکھا اور صحن زندان میں آیا تمام قیدی اُسکے استقبال کو صحن میں کھڑے تھے اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں پہلے اس سے مصافحہ کروں۔ روانگی کے وقت جب اس نے دیکھا کہ بیچارے تمام قیدی اُس کی ہمدردی کے ممنون ہیں تو اُس کا چہرہ نورِ مسرت سے جگمگا اُٹھا ۔

سمویل ولر کی قید تو فرضی تھی ہی۔ آقا کے ساتھ ملازم بھی رہا ہوگیا۔ جاتے جاتے اُس نے شراب کا ایک مٹکا اپنی گرہ سے منگایا اور سب زندانیوں کی دعوت کرکے اپنے آقا کے ساتھ ہو لیا ۔

٦
ڈاے ایڈسن

ڈامبے اینڈ سن

ڈامبے ایک تاریک کمرے کے کونے میں ایک بڑی آرام کرسی پر پلنگ کے قریب بیٹھا تھا اور اُس کا بیٹا ایک چھوٹے سے ٹوکری کے کھٹولے میں کپڑوں میں لپٹا ہوا گرم ہو کر لیٹا ہوا تھا۔

اس وقت ڈامبے کی عمر تقریباً اڑتالیس سال کی تھی۔ اور بچّے کی تقریباً اڑتالیس منٹ کی۔

ڈامبے پست گونہ سر سے سفید، ایک گونہ سُرخ تھا۔ اور گو وہ خوبصورت سڈول جسم کا انسان تھا۔ لیکن وضع حد سے زیادہ درشت اور نمائشی ہونے کے باعث دلکش نہ تھی۔ بچّے کے سر پر ایک بھی بال نہ تھا۔ وہ بہت سُرخ تھا۔ ابھی تک کسی حد تک سکُچلا ہُوا تھا اور جسم پر داغ تھے۔

مسٹر ڈامبے "مسز ڈامبے! اب پھر ایک بار کوٹھی کا نام برائے نام نہیں۔ بلکہ عملاً "ڈامبے اینڈ سن" ہوگا۔ البتہ بچّے کا نام "پال ڈامبے" رکھا جائیگا۔"

بیمار لیڈی نے نقاہت کے ساتھ لفظ "البتہ"

دُہرایا اور پھر آنکھیں بند کر لیں +
مسٹر ڈامبے "بچے کے باپ کا نام ڈامبے ہے - اور دادا کا بھی ڈامبے تھا - کاش اس وقت اس کا دادا زندہ ہوتا "ڈامبے اینڈ سن" +
یہ کہتا ہوا وہ سیڑھیوں سے اُتر کر نیچے گیا - تا کہ معلوم کرے کہ وضعدار طبیب ڈاکٹر پارکر پیپس کیا کہتا ہے - کیونکہ مسز ڈامبے نہایت کمزوری کی حالت میں چپ چاپ پڑی تھی +
"ڈامبے اینڈ سن" یہ تین الفاظ مسٹر ڈامبے کی زندگی کے ترجمان تھے - زمین صرف اس لئے بنی تھی کہ ڈامبے اینڈ سن اُس پر تجارت کریں - اور چاند سورج محض اس لئے ہیں کہ انہیں روشنی دیں - وہ اپنے باپ کی طرح دوران زندگی اور موت میں بیٹے سے ڈامبے ہوا تھا - اور بیس سال تک کوٹھی کا واحد قائم مقام تھا - اس بیس سال میں سے دس سال اُس کی شادی کو ہوئے تھے - بعض کہتے تھے کہ اُس کی شادی ایک ایسی خاتون سے ہوئی ہے - جس نے اپنا دل اُسے نہیں دیا - لیکن یہ بے سرو پا افواہ مسٹر ڈامبے کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی +
ڈامبے اینڈ سن چمڑے کے سوداگر تھے - دلوں

سکے نہ تھے۔ اگر کوئی مسٹر ڈامبے کو کہتا تو وہ یہ
دلیل پیش کرتا کہ ہر عورت کے لئے جس میں معمولی
عقل بھی ہے۔ اُس کے ساتھ عقد کرنا باعث مسرت
و عزت ہونا چاہیئے ٭

ایک نقص مسلّمہ تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ اس سے
پہلے اُن کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اولاد سے
مراد ہے نرینہ اولاد۔ البتہ چھ سال ہوئے۔ ایک
لڑکی ہوئی تھی۔ جو نظر بچاکر اِس وقت اپنی
ماں کی چارپائی کے ساتھ دبکی ہوئی بیٹھی تھی۔
لیکن ڈامبے اینڈ سن کے لئے لڑکی بھلا کیا تھی ٭

ڈاکٹر پارکر پپس نے کہا "اگر قدرت بڑا زور
لگائے تو زچہ بچ جائیگی" ٭

مسز چک نے جو مسٹر ڈامبے کی بہن تھی۔ اس
رائے کی پُر زور تائید کی اور کہا "میرے پیارے
پال! یقین جانو کہ اگر فینی ہمت کرے۔ تو پھر
کسی چیز کی کمی نہیں" ٭

وہ سب مریضہ کے کمرے میں جہاں خاموشی
طاری تھی۔ آ گئے ٭

مسز چک نے بے فائدہ زور لگا لگا کر اپنی
بھاوج کو ترغیب دی اور کہا "ہمت کرو" مریضہ
مطلق نہ بولی۔ صرف ڈامبے اور ڈاکٹر پارکر پپس کی

گھڑیاں خاموشی میں اِس طرح ٹِک ٹِک کر رہی تھیں
گویا اُن میں گھوڑ دوڑ ہو رہی ہے ؛
مِسز چیک " فینی ! صرف ایک بار میری طرف دیکھ
لو - صرف آنکھیں کھول دو - تاکہ میں سمجھ جاؤں
تم میری آواز سنتی اور سمجھتی ہو " ؛
پھر بھی کوئی جواب نہ آیا - مسز ڈامپے بے
حرکت اپنی چھوٹی بچّی کو سینے سے لگائے ہوئے
پڑی تھی - بچّی نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا -
" امّاں " پھر چیخ کر کہا " آہ میری امّاں " لیکن اِس
ہلکے سے مستول کو تھامے ہوئے امّاں اُس سے
لٹک رہی تھی - اور اِس تاریک و نا معلوم سمندر
میں بہ رہی تھی - جو تمام دنیا کے گرد موجزن
ہے ؛
آئندہ زمانے میں مسٹر ڈامپے کو یہ آخری سین
جس میں اُس نے کوئی حصّہ نہ لیا - کبھی نہ بھولا -
ماں بیٹی گولی بھرے پڑی تھیں - اور وہ پاس کھڑا
صرف دیکھ رہا تھا - اِس وقت تک وہ اپنی بیٹی
کی طرف سے جس کا نام فلورنس تھا - بالکل بے
پروا تھا - یکایک اُس میں ایک غیر معمولی تبدیلی
پیدا ہو گئی - اِس وقت تک اس نے کبھی اُسے
نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھا تھا - اُس سے نفرت

اس کے لئے باعث ننگ تھی۔ لیکن اب وہ اُس کے بارے میں بہت مضطرب تھا۔ جب وہ بعدازاں اُسے اس سنجیدہ گھر میں دیکھتا تھا تو اسے لڑکی کی نگاہوں میں وہ پُرجوش خواہش جو بچوں کو والدین سے چمٹنے کی ہوتی ہے۔ اور جس کے ساتھ ہی یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں دھتکارے نہ جائیں۔ بالکل دکھائی نہ دیتی تھی۔ حالانکہ اُس وقت اسے ماں کی عدم موجودگی میں پیار اور دلجوئی کی اشد ضرورت تھی۔ لڑکی میں یہ کوئی بات نہ تھی۔ ہر چند کہ چھوٹے پال کی ہر طرح خبرگیری ہوتی تھی۔ اور شروع شروع میں اُس کی حالت امید افزا تھی لیکن یہ بچہ پھولتا پھلتا نظر نہ آتا تھا۔ اٹھا ن کی حالت تسلّی بخش نہ تھی۔ چہرہ زرد اور متفکّر سا تھا۔ اور یہ اپنی ننھی سی آرام کرسی پر بیٹھا عجیب پُرانے فیشن کی وضع سے کچھ سوچتا رہتا تھا۔

ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اسے سمندر کی ہوا فائدہ دیگی۔ وہاں لے جاؤ۔ جب بچّے کی عمر پانچ سال سے ذرا اوپر تھی۔ اُسے مسز پپ چن کے سپرد کر دیا گیا۔ جس نے بچوں کے لئے ایک بورڈنگ ہوس کھول رکھا تھا۔ اور جس کی فیس بہت زیادہ تھی۔

مسز پپ چن ایک عجیب قسم کی بدشکل و بد

حال بوڑھی عورت تھی۔ اُس کا داغدار چہرہ خراب سنگ مرمر جیسا تھا۔ ناک خمدار اور آنکھیں سفید پتھرائی ہوئیں۔ عام طور پر مشہور تھا کہ مسز پیچن کو بچوں کی تربیت کا ایک خاص سلیقہ آتا ہے۔ اور اس میں شک بھی نہیں تھا۔ کیونکہ شریر سے شریر لڑکے اُس کے بورڈنگ ہوس میں آتے تھے اور چند ماہ اُس کے مسافر نواز مکان میں رہنے کے بعد سیدھے ہو کر گھر چلے جاتے تھے ؛

جب پال اس قابل تقلید عورت کے گھر میں رہتا تھا۔ تو وہ اپنی آرام کرسی پر آگ کے قریب بیٹھ کر اُس کا منہ دیکھا کرتا تھا۔ نہ تو اُس کا مشتاق تھا اور نہ اُس سے ڈرتا تھا ؛

ایک دن بڑھیا نے پوچھا کہ تم کیا سوچتے رہتے ہو ؟ تو بلا تامل کہ دیا " میں سوچتا ہوں۔ کہ تمہاری عمر کیا ہوگی " ؟

مسز پیپ چن " تمہیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں "

پال " کیوں نہیں " !

مسز پیپ چن " یہ خلاف تہذیب ہیں " ؛

پال " خلاف تہذیب " !

مسز پیپ چن " ہاں ! اور تمہیں اُس بچے کی کہانی یاد رکھنی چاہیئے۔ جسے ایک باؤلے سانڈ نے زخمی

کر سکے اس لئے مار ڈالا تھا کہ وہ سوال کیا کرتا تھا"۔

پال "اگر سانڈ سست یا باؤلا تھا۔ تو اسے کیونکر معلوم ہوگیا کہ بچہ سوالات کرتا رہتا ہے؟ یا وہ سانڈ کے پاس جانے اور سرگوشیاں کرنے کی کسے خیال ہے! مجھے اس کہانی کی صداقت میں شک ہے۔ میرا اس پر یقین نہیں"۔

مسٹر پیچن "تمہیں یقین نہیں؟"

پال "نہیں"۔

مسٹر پیچن "اور اگر سانڈ پالتو ہو تو بھی اسکے چھوٹے کافر یقین نہیں آسکتا"؟

پال نے اس معاملہ کو اس پہلو سے نہ سوچا تھا اس لئے وہ اس وقت خاموش ہوگیا۔ گویا قائل ہو گیا۔

مسٹر ڈامبے ہر اتوار پال کو دیکھنے آتا اور فلورنس ہر وقت اس کے ساتھ رہتی تھی۔

شروع شروع میں پال کو کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اس کے لئے ایک گاڑی منگائی گئی۔ جس میں وہ جب چاہے لیٹ سکتا اور جب چاہے بیٹھ سکتا تھا۔ اور اس گاڑی کو گھسیٹ کر سمندر کے کنارے لے جاتے تھے۔ جہاں وہ کئی کئی گھنٹے لیٹا یا بیٹھا رہتا تھا۔

فلورنس کے سوا اور بچوں کی صحبت اُسے بہت ناگوار تھی اور وہ دق ہو جاتا ۔ اگر کوئی بچہ اُس کے پاس آ جاتا تو وہ کہتا " براہِ مہربانی یہاں سے تشریف لے جائیے ۔ میں آپ کا ممنون ہوں ۔ لیکن مجھے آپ کی ضرورت نہیں ۔ آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ جائیں اور کھیلیں ۔ یہاں نہ ٹھہریں " ۔

اُس کی دل پسند جگہ ایک مقامِ خلوت یا گوشۂ تنہائی تھی ۔ جہاں بہت کم مسافر آتے ۔ یہاں وہ بہت خوش ہوتا ۔ کیونکہ فلورنس اُس کے پاس ہوتی تھی ۔ ہوا اُسے پنکھا جھلتی ۔ اُس کے بستر کے قریب بہتا ہوُا پانی نظر آتا ۔ اور اُسے اِن کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہ تھی ۔

ایک دن اُس نے بہن سے پوچھا کہ " فانے ! مجھے بتاؤ یہ سمندر ہر وقت کیا کہتا رہتا ہے "؟ بہن نے کہا " یہ سمندر کی لہروں کی آواز ہے " ۔ پال نے جواب دیا " ہاں ! ہاں ! یہ تو میں بھی جانتا ہوں ۔ لیکن میں پوچھتا ہوں ۔ یہ لہریں ہر وقت ایک ہی بات کہتی رہتی ہیں ۔ اور میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کہتی ہیں ۔ پھر اُٹھ کھڑا ہوُا اور شفق کی طرف دیکھ کر بولا " یہ کیا مقام ہے "؟

بہن نے کہا " یہاں سے پرے ایک اور ملک ہے " ۔

لیکن پال نے کہا میرا یہ مطلب نہیں - میرا مطلب ہے اس سے بھی پرے بہت پرے - اکثر باتیں کرتے کرتے وہ قطع کلام کر کے یہی سوال کر دیتا - کہ یہ لہریں کیا کہہ رہی ہیں - اور پھر اپنے بستر پر کھڑا ہو کر دور اس مقام کو دیکھنے لگتا - جو دکھائی نہ دیتا تھا ؛

پال کو مسٹر پپ چن کے گھر رہتے ہوئے ایک سال ہو گیا - تو اس میں اس قدر طاقت آگئی - کہ اسے گاڑی کی ضرورت نہ رہی - اگرچہ ابھی تک وہ دُبلا اور نازک دکھائی دیتا تھا ؛

اب مسٹر ڈامبے نے فیصلہ کیا کہ اُسے برای ٹن کے قریب ہی ڈاکٹر بلمپر کے مدرسہ میں داخل کر دیا جائے - اس لئے اس نے مسز پپ چن سے مخاطب ہو کر کہا - مجھے ڈر ہے کہ میرا بچہ پڑھائی میں اپنے ہم عمر بچوں سے بہت پیچھے ہے - میں چاہتا ہوں کہ وہ پیچھے رہنے کی بجائے اُن سے آگے نکل چلے بہت آگے نکل جائے - اُس کے لئے بلندی تیار ہے تاکہ وہ اس پر چڑھ جائے - میرے بچے کی تعلیم میں تاخیر نہ ہونی چاہیئے - یہ ناکمل نہ رہنی چاہیئے ؛

ڈاکٹر بلمپر کا مدرسہ ایک قسم کا آتش خانہ تھا - جس میں مجبور کرنے کی کل ہر وقت کام کرتی

رہتی تھی - اور وہ دس شاگردوں سے زیادہ نہ رکھتا تھا - فیصلہ یہ ہؤا کہ فلورنس وہیں مسز پمپ چن کے ہاں رہے اور پہلی ششش ماہی میں پال ہر اتوار کو وہاں آیا کرے +

جب ڈاکٹر کے زینہ پر باپ بیٹا کھڑے ہوئے تو مسٹر ڈامبے نے شاداں و فرحاں کہا "روپے کمانے اور ڈامبے اینڈ سن ہونے کا فی الواقع یہی راستہ ہے - ایسا تم تقریبًا مرد ہو گئے ہو" +

لڑکے نے جواب دیا "تقریبًا"

ڈاکٹر ایک لحیم و شحیم انسان تھا - اس کا سوٹ سیاہ رنگ کا تھا - گھٹنوں پر ڈورے بندھے تھے اور اُن کے نیچے موزے تھے - چندیا پر بال نہ تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سر پر روغن کیا ہؤا ہے - آواز گہری تھی اور ٹھوڑی اس قدر ڈبل کہ لوگ حیران تھے کہ وہ شکنوں میں کیونکر اسے دھکیلتا ہے +

مسز بلمبر پڑھی لکھی نہ تھی - لیکن جتاتی یہ تھی کہ وہ خواندہ ہے اور لوگوں کو یقین آجاتا تھا - مس بلمبر کا یہ حال تھا کہ وہ مردہ زبانوں کے جھنڈ میں کام کرتے کرتے خشک اور ریتلی ہوگئی تھی - ڈاکٹر بلمبر کے نائب کا نام مسٹر فیڈر - بی - اے تھا - وہ انسانی پیپے کی شکل کا ایک باجہ تھا - جبر ، کے

پاس سروں کی فہرست تھی اور ہر وقت بلا تغیّر و تبدّل ایک ہی قسم کی سُر نکالتا رہتا تھا۔

ڈاکٹر بلمبیر کے جبریّہ طریقے کے زیر اثر تین ہفتوں کے اندر نوجوان طالب علم کی شگفتگی رخصت ہو جاتی تھی۔ تین ماہ کے اندر تمام جہان کے تفکّرات سر میں سما جاتے تھے۔ اور چار مہینوں میں وہ اپنے والدین اور سرپرستوں کا دشمن ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر اپنے کتب خانے میں بیٹھا تھا۔ کہ مسٹر ڈامبے اور پال آئے۔

ڈاکٹر۔ "جناب آپ کا مزاج اور ہمارے ننھے دوست کی طبیعت کیسی ہے"؟

اس وقت پال کو یہ معلوم ہوا۔ جیسے ہال کے گھنٹے نے یہ فقرہ یاد کر لیا اور بار بار کہہ رہا ہے۔ "ہمارے ننھے دوست کی طبیعت کیسی ہے۔ ہمارے ننھے دوست کی طبیعت کیسی ہے"۔

پال کی تعلیم فوراً مس بلمبیر کے سپرد کر دی گئی۔

ڈاکٹر "کارنیلیا۔ ڈامبے تمہارے سپرد ہوتا ہے۔ اسے خوب پڑھاؤ۔ کارنیلیا اِسے خوب پڑھاؤ"۔

یہ بہت محنت کا کام تھا۔ جونہی پال مضمون "الف" پر حاوی ہوا فوراً اُسے مضمون "ب" پر لگا دیا گیا اور اس کے بعد یک دم "ج" اور پھر "د"

کی پڑھائی شروع ہوگئی - نتیجہ یہ ہؤا کہ پال اکثر گھبرا جاتا - سر چکرانے لگتا تھا - اور سُست اور آلکسی ہوجاتا +

لیکن ہفتہ کا دن ہمیشہ آتا رہتا ۔ ہفتہ کو فلورنس یلا ناغہ دوپہر کے وقت لینے آجاتی - اور خواہ موسم کیسا ہی خراب ہو - وہ کبھی غیر حاضر نہ ہوتی - فلورنس مدرسے کی کتابیں جو وہ پڑھتی تھی ہمراہ لاتی تھی - اور ہر ہفتے کی رات کو نہایت صبر کے ساتھ آئندہ ہفتے کا سبق پڑھاتی - اگر وہ ایسا نہ کرتی تو غریب بچہ اس بوجھ سے جو خوبصورت کارنیلیا اُس کی پُشت پر لاد دیتی - اور جو اُس کی طاقت سے سوا تھا ضرور دب جاتا +

یہ بات تو نہ تھی کہ مس بلمبر اس پر بہت سختی کرنا چاہتی تھی - یا ڈاکٹر بلمبر اُسے آزادی دینا چاہتا تھا - لیکن جب وہ کہتا کہ پال نے بہت ترقی کی ہے اور قدرتاً ذہین ہے تو ڈابمبے کی بھی یہی خواہش ہوتی کہ بچے پر دباؤ پڑے اور وہ طوطے کی طرح کتابیں رٹ لے +

اس برتاؤ کا نتیجہ یہ ہؤا کہ بچہ کے مزاج میں جو شگفتگی تھی وہ تو سب جاتی رہی - اور خصلت کا عجیب - متفکر اور انوکھا پہلو بدستور رہا -

پس مسز بلمیر نے سمجھا کہ یہ لڑکا نرالا ہے اور یہ کہہ کر کہ وہ پرانے فیشن کا ہے - خاموش ہوگئی ۔

ڈاکٹر بلمیر کے شاگردوں میں پال عمر میں سب سے چھوٹا اور مسٹر ٹوٹس سب سے بڑا تھا - ان دونوں میں بہت زیادہ موانست ہوگئی - ٹوٹس نے اس قدر محنت برداشت کی کہ قوت نامیہ میں فرق آگیا - اس لئے وہ اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا - تاکہ جس طرح چاہے اپنی تعلیم جاری رکھے اور اب اُس کا یہ حال تھا کہ تمام دن مشاہیر زمانہ کی طرف سے فرضی خط آپ اپنے نام لکھا کرتا - خط لکھ کر اس پر اپنا پتہ حسب ذیل لکھتا :-

"بخدمت پی - ٹٹیس اسکوایر - برائی ٹن"

یہ خط وہ بڑی احتیاط سے اپنی میز میں رکھ لیتا ۔

دن میں وہ پچاس بار پال سے پوچھتا "مزاج کیسا ہے" پال ہمیشہ کہا کرتا - جناب میں بالکل اچھا ہوں - اور آپ کی مہربانی کا ممنون ہوں" اس کے بعد ٹوٹس کہتا آؤ ہاتھ ملاؤ - اور پال فوراً ہاتھ ملاتا - ایک دن ٹوٹس نے پال کو کھڑکی سے باہر جھانکتے دیکھا اور چیخ کر کہا

"میں پوچھتا ہوں - کیا سوچ رہے ہو"

پال - "میں کئی باتیں سوچ رہا ہوں"

ٹوٹس "(اس امر کو فی نفسہٖ عجیب سمجھ کر) - کیا حقیقت میں"

پال "اگر تمہیں مرنا ہو تو کیا چاندنی رات میں جب ہوا چل رہی ہو - جیسے کہ کل چل رہی تھی اور آسمان صاف ہو - مرنا پسند نہ کروگے"*

ٹوٹس "(حیرت سے پال کی طرف دیکھ کر) مجھے معلوم نہیں"*

پال - "یہ خوبصورت رات تھی - وہاں ایک کشتی تھی - چاندنی چھٹکی ہوئی تھی - اور چاندنی میں ایک کشتی مع بادبان تھی"*

ٹوٹس - "وہ خفیہ مال لے جانے والے چنگی مار ہونگے یا پہرے والے"*

پال "ایک کشتی مع بادبان - یہ بڑی دور چلی گئی اور جب یہ دور چلی گئی تو تمہارے خیال میں کیا کرتی ہوگی"؟

ٹوٹس "اوپر جا رہی ہوگی"*

پال "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کر رہی اور مجھے بلا رہی ہے"*

بیشک لوگوں نے اُسے پرانے فیشن کا بچہ بجا طور پر کہا - میعاد کے اختتام پر ڈاکٹر اور مسز بلمبر نے اپنے شاگردوں کو دعوت دی اور اس میں اُن

کے والدین اور سرپرستوں کو بھی مدعو کیا۔ اس دعوت سے ایک یا دو دن پہلے پال بیمار ہوگیا۔ اس بیماری نے اُسے کتابوں سے سبکدوش کردیا۔ اور اسے بہن فلورنس زیادہ یاد آنے لگی +

پارٹی میں ڈابیے کی بہن سے ہر ایک محبت کرتا تھا۔ اور پال ایک کونے میں بیٹھا ہُوا لگاتار اُس کی تعریفیں سن رہا تھا۔ اس وقت سب کے سب بالعموم اس سے اور اُس کی بہن سے ہمدردی کا اظہار کررہے تھے۔ جس سے پال کو تسکین معلوم ہوتی تھی وہ اُس کا باعث نہ سمجھتا تھا۔ لیکن اُس کا خیال تھا کہ اِس کا تعلق کچھ اُس کے پرانے فیشن سے ہے +

آخر روانگی کا وقت آگیا +

پال "(ہاتھ پھیلاکر) خدا حافظ ڈاکٹر بلمبر" +

ڈاکٹر "خدا حافظ خدا حافظ۔ ڈابیے۔ ڈابیے میرے پیارے دوست تم ہمیشہ میرے مقبول شاگرد تھے" +

کارنیلیا۔ "(پال کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لےکر) خدا تمہیں برکت دے" +

پال کو اس وقت یہ معلوم ہُوا کہ انسان کس طرح غلط فہمی سے ناانصاف ہوجاتا ہے۔ اگرچہ کارنیلیا پڑھائی میں اُسے مجبور کرتی تھی۔ لیکن اُس کی

نیت نیک تھی *

جب پال اور فلورنس جانے لگے تو سب سیڑھیوں کی طرف آگئے اور انہیں نیچے تک چھوڑنے آئے۔ مسٹر فیڈر نے بلند آواز سے کہا کہ وہ مدت سے دیکھ رہا ہے۔ آگے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا *

تمام خدمتگار خانساماں کی سرکردگی میں پال کو الوداع کہنے کے لئے کھڑے تھے۔ اور مدرسہ کے طلبا باری باری سے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہہ رہے تھے "ڈامبے ہمیں بھول نہ جانا" *

پال نے مڑکر ان چہروں پر جو اُسے مخاطب کر رہے تھے۔ آخری نگاہ ڈالی۔ اور پھر جب کبھی اُسے ڈاکٹر بلمیر یاد آیا تو وہ اُسی صورت میں دکھائی دیا جس میں اُسے آخری مرتبہ اُسے دیکھا تھا۔ اور پھر ہمیشہ وہ ڈاکٹر بلمیر کے مدرسے کے زمانے کو چہروں کا ایک خواب سمجھتا رہا *

جس رات پال کو ڈاکٹر بلمیر کے پاس سے گھر لے آئے۔ اُس کے بعد پھر وہ اپنے کھٹولے سے نہ اُٹھا۔ وہ بستر پر پڑا نہایت آرام سے لوگوں کی آوازیں گلی میں سے سنا کرتا۔ اسے اس بات کی پروا نہ تھی کہ وقت کیونکر گزر رہا ہے۔ لیکن مشاہدے کی آنکھوں سے وہ وقت اور اپنے آس

پاس کی ہر شے کو بڑے غور سے دیکھتا۔ جب سورج کی شعاعیں پھڑ پھڑاتے ہوئے پردوں میں سے اُس کے کمرے میں داخل ہوتیں ۔ اور سامنے دیوار پر سنہری پانی کی طرح جھلملاتیں تو وہ سمجھ جاتا کہ شام ہونے کو ہے ۔

آہستہ آہستہ وہ دن کے شور غل ۔ گاڑیوں اور چھکڑوں کی آواز اور لوگوں کی آمد رفت کی آہٹ سے اکتا کر یا تو سو جاتا ۔ یا اُسے یہ محسوس ہونے لگتا کہ دریا میں سیلاب آیا ہؤا ہے اور اُس کی نیند اُچاٹ ہو جاتی ۔ کبھی کبھی وہ بہن سے سوال کرتا کہ فانئے یہ ٹھہرتا کیوں نہیں ۔ مجھے بہائے لئے جا رہا ہے ۔

لیکن فانئے ہمیشہ اُسے تسکین دیا کرتی ۔ کمرے میں بالکل سناٹا تھا اور تین سنجیدہ ڈاکٹر اُس کے معائنے کو آئے ہوئے تھے ۔ پال اُنہیں غور سے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ وہ اُن کی گھڑیوں کی آوازوں کے اختلاف میں بھی تمیز کر رہا تھا ۔ ڈاکٹر سر پارکیپس سے اُسے خاص دلچسپی تھی ۔ کیونکہ عرصہ ہؤا وہ سُن چکا تھا کہ جس وقت اُس کی ماں نے فاورنس کو گود میں لے کر جان دی تھی تو یہ ڈاکٹر اُس کے پاس موجود تھا ۔ اور اسے یہ واقعہ اب نہ بھولتا تھا ۔ اس وجہ

سے وہ اُسے پسند کرتا تھا اور ڈرتا نہ تھا +

کمرے کے آدمی ہر وقت بدلتے رہتے اور رات کے وقت پال غفلت میں حیران ہوتا کہ یہ کون ہے جو ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے - جو بار بار آتا اور دیر تک بیٹھا رہتا ہے +

"فانے" اُس نے کہا " یہ میری چار پائی کی پائینتی کیا ہے "؟

فانے نے جواب دیا - "ابا کے سوا اور کوئی نہیں"

پال نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ کیا وہ اس کا باپ ہے - پھر اُسے بستر کی پائینتی دیکھا اور آواز دی +

"پیارے ابا میرے لئے ملول نہ ہو - بیشک میں بہت خوش و خرم ہوں" +

اس دن سے وہ ہر روز علی الصباح کہا کرتا - میں پہلے سے بہت بہتر ہوں - میرے ابا کو خبر کر دو +

پال نے نہ تو شمار کیا نہ معلوم کرنا چاہا کہ کتنی دفعہ سنہری پانی نے دیوار پر رقص کیا ہے - اور کے بار سیاہ - حد سے زیادہ تاریک دریا بہہ کر سمندر کی جانب گیا ہے +

ایک رات وہ اپنی والدہ اور اُس کی تصویر کے خیال میں جو زینے سے نیچے گول کمرے میں آویزاں

تھی۔ محو تھا +

"فلائے کیا میں نے اماں جان کو کبھی نہیں دیکھا تھا"

"نہیں میری جان" +

اب دریا بڑی تیزی سے بہ رہا تھا۔ اور اُس کے دماغ کو پراگندہ کر رہا تھا۔ وہ سوگیا۔ اور جاگا تو آفتاب سر پر آچکا تھا۔ "بہن" اُس نے کہا۔ "میرے پاس آؤ تاکہ تمہیں دیکھ سکوں" بہن اور بھائی بغل گیر ہو رہے تھے۔ جب سورج کی روشنی لہریں مارتی ہوئی آئی اور اُن کو منوّر کر دیا +

پال بولا "کس قدر تیزی سے دریا سبز کناروں اور ناگر موتھا کے درمیان بہ رہا ہے۔ فلائے یہ سمندر کے بہت قریب ہے۔ مجھے موجوں کی آواز آ رہی ہے۔ وہ ہمیشہ یہی کہا کرتی ہیں +

تھوڑی دیر کے بعد بھائی نے بہن سے کہا "کشتی کی حرکت دھارے پر اُسے لوری دے کر سلا رہی ہے۔ اب کشتی سمندر میں تھی اور آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ اب اُس کے سامنے سمندر کا ایک ساحل تھا۔ یہ کنارے پر کون کھڑا تھا؟

اس نے اپنے ہاتھ اکٹھے کئے جیسے وہ ہمیشہ دعا کے وقت جوڑا کرتا تھا۔ اُس نے اپنے بازو ہٹائے بغیر اسی طرح جڑے ہوئے ہاتھ بہن کی گردن میں

ڈال دئے اور کہا :-

" فانئے اماں کی شکل بالکل تجھ جیسی ہے - میں نے اُسے تیری شکل سے پہچان لیا ہے - اُس کے سر کے گرد روشنی ہے جو روانگی میں مجھ پر پرتو فگن ہے +

سنہری بلبلے پھر دیوار پر نمودار ہوئے - باقی ہر طرح کمرے میں خاموشی تھی - وہ پرانا بہت پرانا فیشن ! وہ فیشن جو ہمارے پہلے والدین کے ساتھ آیا اور یلا انقلاب رہیگا - جب تک ہماری قوم اپنی دوڑ نہ دوڑ چکے گی - اور یہ وسیع آسمان کاغذ کی طرح لپیٹ لیا جائیگا - وہ پراتا بہت پرانا فیشن ..... موت +

جس سنگ تراش کو ڈامبے نے سنگ مزار کی تیاری کا آرڈر دیا - اُس نے ڈامبے کی توجہ کتبہ کی طرف مبذول کی اور کہا بجائے " پیارا اور اکلوتا بچہ " کے " پیارا اور اکلوتا بیٹا " زیادہ موزوں ہوگا - باپ نے کہا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو درستی کردو " +

پھر وہ وقت آیا کہ ڈامبے فلورنس اور صرف فلورنس کی طرف متوجہ ہوا +

ڈامبے اینڈسن نامی بڑی کوٹھی مالی مشکلات میں مبتلا اور اُس کا مغرور مالک تباہ و برباد ہوگیا - پھر اسے پاؤں پر کھڑے ہونے کی قطعاً کوئی صورت نہ رہی +

دیوالیہ قرار پانے کے علاوہ اُس کے ذاتی غرور نے اسے اور ذلیل کیا - مسٹر ڈامبے نے دوبارہ شادی کی - بیوی کو خاوند سے محبت نہ تھی - اس لئے وہ نکل گئی - جس وقت اُسے بیوی کی بے وفائی کا علم ہوا اس سے پہلے وہ بیٹی فلورنس کو گھر سے نکال چکا تھا ٭

اب اس زوال کے بعد پھر عروج کی کوئی صورت نہ تھی - دنیاوی تباہی کی تاریک رات کے بعد اب کل کے سورج کو طلوع نہ ہوتا تھا - خانگی داغ بدنامی کے لئے صفائی کی کوئی امید نہ تھی ٭

اُس نے غرور میں - کیونکہ وہ اب بھی مغرور تھا اُس نے دنیا کو آزادی سے علحدہ کردیا - اور علحدہ ہوگئی تو اُس نے ہجوم کرا پنے آپ کو چھڑا لیا - اب اُسے علم ہوگیا کہ اخراج اور بے وفائی کے کیا معنی ہیں اب نہ تو ڈامبے اینڈ سن کی ہستی تھی - اور نہ اُس کے بچوں کی ٭

اس کی بیٹی فلورنس نے شادی کرلی تھی - اُس کا خاوند جو اب نوجوان ملاح تھا - ابتدا میں اس کے باپ کی کوٹھی میں کم سن خدمتگار تھا - مصیبت میں بیٹی باپ کو یاد آئی - اور جب گھر کی تاریکی دور ہوئی تو اُسے معلوم ہوا کہ اُس نے بیٹی کی قدر نہیں کی ٭

ڈاہیے کمرے میں خودکشی کے ارادے سے گھوم رہا تھا۔ پستول جیب میں تھا اور مجرم ہاتھ اُسے نکال رہا تھا۔ یکایک اُس نے بلند وحشیانہ لیکن مسرت آمیز چیخ سنی اور اُس کا ہاتھ رُک گیا۔ "پیارے ابّا" ۔

وہ لڑکھڑاتا ہوا پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔ باپ نے بیٹی کی بانہیں اپنی گردن میں۔ اُس کے ہونٹ اپنے رخساروں پر محسوس کئے اور اپنی فاش غلطی پر غرق ندامت ہو گیا ۔

باپ نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا رکھا تھا۔ بیٹی نے ہاتھ چہرے سے اٹھا کر اپنے دل پر جو باپ نے تقریباً چھلنا چور کر دیا تھا رکھ لئے ۔ اور سسکیاں بھر کے کہا " ابّا پیارے میں اب ماں ہوں ۔ ابا جان ۔ میرے اور میرے بچے کے حق میں دعا کرو ۔

مغرور سر جو اب سفید ہو چکا تھا ۔ آغوش دختر میں تھا۔ اور اس وقت اُسے وہ آرام محسوس ہو رہا تھا ۔ جو پہلے کبھی نہ ہُوا تھا ۔

بیٹی نے کہا ۔ ابا جان یہ میرا بیٹا سمندر میں پیدا ہوا تھا۔ میں خدا سے دعائیں مانگتی تھی کہ کسی طرح میں آپ سے ملوں جونہی میں جہاز سے اتری آپ کے پاس آ گئی ہوں ۔ ابا جان ! اب مجھے جدا نہ کرنا ۔ باپ نے بیٹی کی پیشانی کو بوسہ دیا ۔ اور کہا " اے خدا میرے گذشتہ گناہ معاف کر دے ۔

آلیور ٹویسٹ

آلیور ٹویسٹ

آلیور غریب خانے میں پیدا ہُوا - رات کا وقت تھا۔ اُدھر وہ پیدا ہُوا اِدھر اُس کی ماں نے اس جہان فانی سے رحلت کی - غریب خانے کے مہتمم نے ہرچند اشتہار دیا کہ جو شخص اس بچے کے باپ کا پتہ دیگا - یا اُس کی ماں کا نام بتائیگا اُسے دس پونڈ انعام دیا جائیگا مگر کامیابی نہ ہوئی - یہ عورت جو بچہ جن کر مرگئی - نازک اندام - کمزور اور نوعمر تھی - پادری صاحب کے حلقے میں وہ اجنبی اور نو وارد تھی ؛

جو لاوارث بچے غریب خانے میں پیدا ہوتے تھے اُن کی ابتدائی پرورش کا اہتمام مسٹرمین کے ذمے تھا اور مسٹر بمبل پادری صاحب کا جمعدار تھا - ؛

مسٹرمین - کیا یہ لڑکا بے نام رہیگا ؟ اس کا نام کیونکر رکھا جائے ؛

بمبل - یہ میری ایجاد ہے - ہم حروف ابجد کے لحاظ سے اپنے حلقے کے لاوارث اور افتادہ بچوں کے نام رکھتے ہیں - اس سے پہلے جو بچہ تھا اُس کا نام

ایس سے سوریل رکھا تھا۔ یہ ٹی ہے۔ اس لئے
اس کا نام میں نے ٹویسٹ پسند کیا ہے۔ میں نے
اے سے لے کر زیڈ تک پہلے سے نام لکھ رکھے
ہیں۔ جب زیڈ تک نام پورے ہو جائینگے۔ تو
پھر اے سے شروع ہونگے +

مسٹر بین ۔ خوب ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ روشن ضمیر
ہیں جناب +

آلیور نو سال تک مسٹر بین کے بدبخت گھر میں رہا
اِس عرصے میں اس عورت نے ایک بار بھی اُسے پیار
نہ کیا ۔ نہ کبھی شفقت آمیز نگاہ سے اُسے دیکھا۔ یہ
نو سال کا زمانۂ معصومیت اُس کے لئے بہت تاریک
تھا جب وہ نو سال کا ہوا تو محتاجوں کے
کارخانے میں بھیجدیا گیا۔ اس کارخانے کے بورڈ کے
ارکان کوڑ مغز انسان تھے۔ اس لئے چونکہ وہ کم سے
کم کسی کو مجبور نہ کر سکتے تھے۔ حال میں انہوں نے
یہ قاعدہ بنا دیا تھا۔ کہ جو اِس کارخانے میں رہے اُسے
باری باری سے بتدریج فاقہ دیا جائے۔ اور جو وہاں
نہ رہے اُسے بالکل کھانا نہ ملے ۔ اس محتاجوں کے
کارخانے سے خلاصی بالکل ناممکن تھی ۔ اور جو اس
میں رہتے تھے۔ ان کو دن میں تین بار پتلا دلیا ملتا تھا +
جب آلیور ٹویسٹ اس محتاجوں کے کارخانے میں آیا

تو وہاں چھ ماہ سے یہ طریقہ جاری تھا - اور چونکہ بچوں
کو عموماً بھوک خوب لگتی تھی - آلیور اور اُس کے ساتھی
فاقوں کا عذاب برداشت کر رہے تھے - ہر لڑکے کو
صرف ایک کٹورا دلیے کا ملتا تھا - آخر اس عذاب سے
لڑکے اس قدر خونخوار ہوگئے - کہ ان میں سے ایک نے
جو عمر کے لحاظ سے قد میں بہت بلند تھا - اور جو
اس قسم کے سلوک کا عادی نہ تھا - کیونکہ اُس کا
باپ روٹی کی دکان کرتا تھا - اپنے دوستوں سے کنایتاً
کہ دیا - کہ اگر اُسے ہر روز دلیے کے دو پیالے نہ ملے
تو وہ اس کمزور اور چھوٹے بچہ کو جو اُس کے برابر
سوتا ہے - کھا جائیگا - اُس کا چہرہ بھوکے وحشی کا
سا تھا - اس لئے سب کو اُس کی بات کا یقین آگیا
اس پر قرعہ ڈالا گیا کہ ان میں سے کون رات کا کھانا
کھا کر ماسٹر جی کی خدمت میں حاضر ہو اور عرض کرے
کہ ہمیں دلیا کم ملتا ہے - زیادہ ملا کرے - قرعے
میں آلیور ٹویسٹ کا نام نکلا ؛

شام ہوگئی اور بچے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے - ماسٹر
جی باورچی کی وردی پہنے ہوئے آگئے - اور دیگ
کے پاس اس غرض سے کھڑے ہوئے کہ کڑچھے
سے دلیا نکال نکال کر لڑکوں کو دیں - ماسٹر جی
کے مفلس نائب اُن کے پیچھے کھڑے تھے - اور دلیا

تقسیم ہو رہا تھا۔ جو چشم زدن میں بچوں نے کھا لیا۔ اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ پھر آلیور ٹویسٹ کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔ اور پھر ان لڑکوں نے جو اُس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کہنیوں سے خفیف سے دھکے دئے۔ آلیور بچہ تو تھا ہی وہ بھوک اور مصیبت سے بے تاب اور اپنے آپے سے باہر تھا۔ وہ میز سے اُٹھا۔ پیالہ اور چمچہ اُس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ماسٹر جی کے قریب گیا اور اپنی بزدلی سے کسی قدر خوف زدہ ہوکر کہا "حضور مجھے تھوڑا سا دلیا اور چاہئے"۔

ماسٹر ایک فربہ اندام تندرست انسان تھا۔ لیکن اُس کا رنگ ہلدی کی طرح پیلا ہوگیا۔ اُس نے ایسی حیرت کے ساتھ جس میں انسان کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ چند لمحوں کے لئے اس کم سن باغی کی طرف دیکھا اور پھر کہا "کیا"۔

آلیور نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔ "حضور مجھے تھوڑا سا دلیا اور چاہئے"۔ ماسٹر نے پہلے تو اس بچے کے سر پر کرچھے سے ایک ضرب لگائی۔ پھر اُسے اپنے بازوؤں میں جکڑ کر بلند آواز سے جمعدار کو بلایا۔

بورڈ کے ارکان خفیہ جلسہ سنجیدگی سے کر رہے تھے۔ جب مسٹر بمبل جوش میں بھرا ہوا بڑے زور سے اس کمرے میں داخل ہوا۔ اور ایک شخص کو جو

اونچی کرسی پر بیٹھا ہؤا تھا مخاطب کرکے بولا۔ مسٹر لمب کنس بے ادبی معاف۔ آلیور ٹویسٹ نے اور دلیا مانگا ہے" ✣

یہ سن کر سب کے سب چونک پڑے اور سب کے چہروں پر خوف کی تصویر کھچ گئی ✣

چیئرمین۔ "کیا اور مانگا ہے۔ بمبل گھبراؤ نہیں۔ جمعیّت خاطر سے صاف طور پر میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تم یہ کہتے ہو کہ قواعد غذا کے بموجب جو کھانا اُسے ملنا چاہئے تھا۔ وہ کھا کر اُس نے اور مانگا ہے" ✣

بمبل۔ "جی ہاں حضور" ✣

ایک جنٹلمین نے جس کی واسکٹ سفید تھی کہا۔ یہ لونڈا پھانسی دیا جائیگا۔ دیکھ لینا یہ لونڈا پھانسی پائے گا ✣

سب نے اس کی تائید کی اور حکم دیا کہ آلیور کو ایک علحدہ کوٹھری میں قید رکھو۔ دُوسرے دن علی الصباح محتاجوں کے کارخانے کے دروازے پر اس مضمون کا اشتہار چسپاں ہؤا۔ کہ جو شخص آلیور ٹویسٹ کو لینا چاہے اُسے پانچ پونڈ انعام ملیگا۔ اس اشتہار کا مقصد یہ تھا کہ کارخانہ آلیور ٹویسٹ اور پانچ پونڈ اُس شخص کو دینے کو تیار ہے۔ جس کو خواہ مرد ہو

یا عورت اپنے کارخانے یا دکان کے لئے شاگرد کی ضرورت ہو ۔

سب سے پہلے گیم فیلڈ آیا ۔ اس کا کام دودکش صاف کرنا تھا ۔

چیئرمین نے کہا یہ پیشہ بہت خراب ہے ۔ ایک اور ممبر بولا کہ کئی بچے قبل ازیں دم گھٹ کر چمنی صاف کرتے ہوئے مر چکے ہیں ۔

چیئرمین نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گھاس پھوس گیلا کرکے پھر اسے چمنی میں آگ لگاتے ہیں ۔ تاکہ انہیں پھر نیچے آنا پڑے ۔ اس طرح گھاس پھوس سے صرف دھواں اٹھتا ہے ۔ شعلہ نہیں نکلتا ۔ اور آگ نہیں جلتی ۔ اور یہ صرف دھواں ہے ۔ جن سے بچے سو سکتے ہیں ۔ اور بچے کے نیچے آنے سے کچھ فائدہ نہیں ۔ لڑکے بہت ضدی اور کاہل ہوتے ہیں ۔ اور اگر انہیں نیچے بلاتا ہو تو بہترین چیز آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے ۔ صاحبان یہ انسانی خاصہ ہے ۔ کیونکہ اگر وہ چمنی میں اٹک بھی جائیں تو پیروں کا کباب ہونا اس بات پر مجبور کرتا ہے ۔ کہ وہ جدوجہد کرکے اپنے آپ کو چھڑائیں ۔

بورڈ نے آخر دودکش صاف کرنے والے خاکروب کی درخواست منظور کرلی ۔ لیکن رقم انعام میں تخفیف

کرکے اُسے تین پونڈ دس شلنگ کر دیا۔ مگر مجسٹریٹ نے بورڈ کا اقرار نامہ نامنظور کر دیا۔ اور آخر کار تجہیز وتکفین کے سامان رکھنے والے مسٹر سور بیری نے بورڈ کو آلیور کے وبال سے سبکدوش کیا +

یہ مسٹر سور بیری کارخانہ والوں سے بھی بڑھ کر ستمگر نکلا۔ آخر اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر آلیور اُس کے گھر سے بھاگ گیا +

ایک دن منہ اندھیرے جب سب ابھی سوئے پڑے تھے۔ وہ گھر سے نکلا۔ اور چھپتا چھپاتا کھیتوں میں سے ہوتا ہوُا قصبے سے باہر ہو کر جرنیلی سڑک پر جا پہنچا۔ ایک جگہ میل کا پتھر نصب تھا۔ جس پر لکھا تھا کہ لندن یہاں سے ستر میل ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ لندن جا پہنچا تو پھر مسٹر بمبل کے ہاتھ نہیں آ سکتا۔ اس لئے وہ پا پیادہ لندن کی جانب روانہ ہو گیا +

ساتویں دن آلیور لنگڑاتا ہوُا قصبہ بارنٹ میں داخل ہوُا۔ وہ تھکا ماندہ اور بھوکا پیاسا ایک دروازے کی سیڑھی پر بیٹھا تھا کہ کسی نے یہ کہکر ہوشیار کیا "آہا میرے یار یہ کیا ہنگامہ ہے" +

وہ لڑکا جس نے ہمارے نوعمر مسافر کو مخاطب کیا۔ اُس کا ہم عمر تھا مگر آلیور نے اس قسم کا عجیب الخلقت

لڑکا پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ عمر کے لحاظ سے پست قد اور میلا کچیلا تھا۔ اور اچھی عمر کے مرد کے تمام انداز و اطوار اُس میں موجود تھے۔ اُس کا کوٹ ایک بڑی عمر کے انسان کا تھا۔ اس لئے ایڑیوں تک لٹکتا تھا۔ اور چونکہ اس کوٹ کی آستینیں بہت لمبی تھیں۔ اس لئے کف کہنیوں تک اُلٹے ہوئے تھے تاکہ ہاتھ آستینوں سے باہر رہ سکیں۔ بحالت مجموعی وہ ایک یکتا لاف زن اور شور پُشت نوعمر جنٹلمین تھا جس کا قد اونچی ایڑی کی چرمی جوتیوں میں چار فٹ چھ انچ تھا۔ اس عجیبُ الخلقت لڑکے نے آلیور کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا۔ اگر تمہیں کپڑے درکار ہیں تو مل جائینگے۔ اگرچہ اس وقت میں خود گہرے پانی میں تھیں۔ اگرچہ صرف ایک پھندا اور ایک نیل کنٹھ ہے لیکن ہم باہم تقسیم کرلینگے۔ اور گذارہ ہو جائیگا۔ جس وقت وہ دونوں ایک شراب خانے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ تو اس عجیب لڑکے نے آلیور سے پوچھا "کیا تم لنڈن جا رہے ہو"

"ہاں"

"کیا کوئی گھر ہے"

"نہیں"

"روپیہ پیسہ"

"نہیں"

اس عجیب لڑکے نے سیٹی بجائی +

"میرے خیال میں رات کے بسیرے کے لئے جگہ درکار ہوگی - مجھے بھی آج لنڈن پہنچنا ہے - وہاں ایک بوڑھا معزز جنٹلمین میرا واقف ہے - وہ تمہیں مفت اپنے گھر میں اتار لیگا - اور تم سے کچھ نہیں مانگیگا - شرط صرف یہ ہے کہ جو تمہیں جانتا ہے تعارف کرادے +

یہ درخواست امداد جس کا سان و گمان تک نہ تھا - آلیور کے لئے لطیفہ غیبی سے کم نہ تھی +

رات کے وقت وہ لنڈن پہنچے - راہ میں آلیور کو معلوم ہؤا کہ اس کے دوست کا نام جیک ڈاکنس ہے اور اُس کے یار غار اُسے حکمتی ومباز کہتے ہیں +

وہ سفرن ہل کی ایک میلی کچیلی گلی میں داخل ہوئے - اور مکان کے سامنے کھڑے ہوگئے - ومباز نے دھکا دے کر دروازہ کھولا - آلیور کو کھینچتا ہؤا اندر لے گیا اور سیٹی بجائی +

آواز آئی کہ کون ہے

ومباز نے کہا " دل پسند اور ضرب شدید"

یہ گویا لفظ شناخت یا چوکیداروں کا پرول تھا - کیونکہ فوراً ایک آدمی ... لئے ہوئے نمودار ہؤا - اور بولا :-

"یہ دوسرا تمہارے ساتھ کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے"؟

"یہ میرا نہایت دوست ہے اور گرین لینڈ سے آرہا ہے۔ کیا فیگن اوپر ہے"؟

"ہاں وہ پوچھن چھانٹ رہا ہے۔ اوپر جاؤ"۔

ومیاز آیور کو ایک ایسے کمرے میں لے گیا جو بہت پرانا و تاریک تھا۔ کئی بے ترتیب اور سخت بستر جو پرانی بوریوں کے تھے۔ فرش پر ساتھ ساتھ ابتری سے ساتھ اکٹھے کئے ہوئے تھے۔ میز کے گرد چار یا پانچ ومیاز کے ہم عمر لڑکے بیٹھے اُدھیڑ آدمیوں کی طرح مٹی کے لمبے لمبے حقے پی رہے۔ اور شراب لنڈھا رہے تھے۔ ایک بوڑھا یہودی جس کے تمام چہرے پر جھرّیاں تھیں۔ اور شکل نہایت مکروہ تھی ان پانچوں کے سر پر کھڑا تھا۔ کبھی ماہی توے کی طرف اور کبھی کپڑے کے گھوڑیے کی طرف جس میں ریشمی رومال بھرے ہوتے تھے دیکھتا تھا۔ ومیاز نے پہلے یہودی کے کان میں کچھ کہا اور پھر بلند آواز سے اُسے بتایا "فیگن یہ ہے وہ میرا دوست آیور ٹویسٹ"۔ یہودی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"آیور ہم سب تجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے"۔

۱۳ ، رات آیور نے لذیذ کھانا پیٹ بھر کر کھایا اور

میٹھی نیند سویا۔ صبح جاگا تو نفیس ناشتہ موجود تھا +

جب وہ ناشتہ کھا چکے اور برتن ہٹائے گئے۔ تو فیگن جو ایک خوش مزاج پیر مرد تھا۔اور دمباز اور ایک اور لڑکا جس کا نام چارلی بیٹ تھا۔ مل کر عجیب کھیل کھیلتے رہے۔خوش باش بوڑھے یہودی نے اپنی پتلون کی ایک جیب میں ہلاس کی ڈبیا رکھی۔اور دوسری جیب میں ایک یادداشت کی کتاب۔ واسکٹ کی جیب میں گھڑی ڈالی۔ ایک پن جس میں نقلی ہیرا جڑا تھا۔قمیص سے ٹانکی۔ عینک کا خانہ اور رومال کوٹ کی جیب میں ڈالا۔ اور کمرے میں اِدھر اُدھر اس طرح خراماں خراماں چلنے لگا۔ جیسے بوڑھے شریف لوگ بازاروں میں پھرا کرتے ہیں۔ دمباز اور چارلی بیٹ کے ذمے یہ کام سپرد ہؤا کہ وہ یہودی کی جیبوں سے اُچکوں کی طرح تمام اشیا ایسے اُڑالیں کہ اُس کو خبر تک نہ ہو۔ یہ نظارہ اس قدر مضحکہ خیز تھا کہ آلیور کی آنکھوں سے ہنستے ہنستے آنسو بہنے لگے +

چند دن کے بعد وہ سمجھ گیا کہ اس کھیل کا کیا مطلب تھا +

دمباز اور چارلی بیٹ ایک دن آلیور کو سیر کے لئے لے گئے۔ تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر پھرتے

رہے اور پھر یکایک ایک بوڑھے جنٹلمین کو جو ایک کتب فروش کی دکان پر کھڑا تھا دیکھ کر ٹھہر گئے - یہ پیر مرد مطالعے میں اس طرح محو تھا - جیسے وہ اس کتب خانے میں آرام کرسی پر بیٹھا ہے ؛

آلیور کے دیکھتے دیکھتے دمباز نے پیر مرد کی جیب میں ہاتھ ڈالا - اور رومال نکال کر بیٹ کے حوالے کردیا - اور آلیور خوف سے کانپنے لگا۔ پھر وہ دونوں لڑکے وہاں سے بے تحاشا بھاگے ؛

اپنے ساتھیوں کو بھاگتا دیکھ کر آلیور بھی جو بے حد خوف زدہ ہو رہا تھا وہاں سے دوڑا - اس اثنا میں پیر مرد کو معلوم ہوگیا کہ اُس کی جیب میں رُومال نہیں اور آلیور کو بھاگتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہی چور ہے - چنانچہ وہ بھی آلیور کے تعاقب میں دوڑا - وہ دوڑ رہا تھا اور کتاب ہاتھ میں تھی - شور مچ گیا کہ " چور - چور - پکڑو - روکو تھامو " - ایک پولیس والا کھڑا تھا اُس نے آلیور کو گرا لیا اور پکڑ کر تھانے لے گیا - پولیس کا مجسٹریٹ تھانے میں موجود تھا - آلیور کے سزایاب ہونے میں کچھ شک نہ تھا کہ دفعتًا کتب فروش دوڑتا ہوا تھانے میں آ پہنچا اور بولا ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ -

اس لڑکے کو نہ لے جاؤ - میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے - یہ لڑکا بے گناہ ہے - چوری اس نے نہیں کی - یہ دوسرے لڑکے کا کام ہے - یہ تو چور کی حرکت دیکھ کر بوکھلا گیا تھا - مجسٹریٹ نے آلیور کو بری کر دیا - لیکن وہ گر کر بیہوش ہو گیا - پیر مرد کا نام مسٹر براون لو تھا - اُس نے آلیور کو بے ہوش اور اُس کے چہرے پر مُردنی دیکھی تو اُسے رحم آ گیا اور وہ اُسے ایک گاڑی میں ڈلوا کر سیدھا اپنے گھر لے گیا - پیر مرد کا دلکشا مکان ایک پُر امن سایہ دار کوچے میں تھا *

کئی دن آلیور بیہوش رہا اور اُسے مطلق خبر نہ تھی کہ ایک خدا ترس پیرمرد اُس کے حال زار پر نوازش فرما رہا ہے - آخر بڑے علاج کے بعد آلیور نے آنکھ کھولی اور اُسے ہوش آیا - جب وہ اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہُوا تو پیر مرد سے التجا کی آپ مجھے گھر سے نکال دیں تاکہ میں گلیوں میں آوارہ پھرا کروں - مگر خدا نے پیر مرد کے دل میں آلیور کی محبت ڈال دی تھی - اور وہ نہ چاہتا تھا کہ اُسے ایک لمحے کے لئے بھی جُدا کرے *

پیر مرد "میرے فرزند ڈرو نہیں میں تمہیں کبھی جُدا نہیں کرونگا*" میں نے کئی آدمیوں کو فائدہ

پہنچایا۔ لیکن افسوس سب نے مجھے دھوکا دیا
اُن کی بے وفائی کے باوجود میرا دل گواہی دیتا
ہے کہ تم ویسے نہیں۔ اس لئے میں تمہیں
اپنا لخت جگر سمجھونگا۔ تم اپنی سرگذشت بے
کم و کاست اول سے لے کر اخیر تک مجھے سناوو
خبردار مجھ سے کسی بات کا پردہ نہ رکھنا۔ خدا
نے چاہا تو میری زندگی میں تم بے یار و مددگار
نہ رہو گے" +

مسٹر براون لو کے کمرے میں دیوار سے ایک لیڈی
کی تصویر آویزاں تھی۔ مسٹر براون حیران تھا کہ
آلیور ہوبہو اور مو بمو اس تصویر کا ہمشکل تھا +

لیکن پیشتر اس کے کہ مسٹر براون کو آلیور کے
حالات معلوم ہوں۔ وہ اُس کے پاس سے گم ہوگیا
یہودی فیگن ایک ہی کائیاں تھا وہ ڈر گیا کہ کہیں
ایسا نہ ہو آلیور اُس کا راز فاش کر دے۔ اور وہ
کسی آفت میں پھنس جائیں۔ وہ منصوبے سوچنے
لگا کہ جس طرح بھی ہو آلیور کو واپس بلا لینا چاہئے
ایک عورت جو فیگن کے گروہ سے تھی آلیور کو دیکھے
ہوئے تھی۔ اُس نے اس بات کا بیڑا اٹھالیا +

اب اتفاق دیکھئے کہ جس دن شام کو آلیور نے
اپنے مربّی کو اپنی سرگذشت سنائی تھی۔ مسٹر براون لو

نے اُسے چند کتابیں اور پانچ پونڈ کا ایک نوٹ دیا اور کہا۔ اسے کتب فروش کے پاس جسے تم جانتے ہو لے جاؤ۔ اسے یہ کتابیں واپس دے دینا۔ اور کہنا۔" مجھے اُس کے چار پونڈ دس شلنگ دینے ہیں وہ کاٹ کر اور باقی تمہیں دیدے۔ یہ رقم تم مجھے واپس لا دینا۔ آلیور نے کہا "بہت بہتر میں دس منٹ میں واپس آتا ہوں"۔ آلیور آہستہ آہستہ کتب فروش کی دکان کی طرف جا رہا تھا۔ اور دل میں خوش تھا کہ خدا نے غیب سے مُربی ملا دیا۔ کہ راہ میں ایک عورت نے اُسے دیکھ کر چیخ ماری اور چلا کر کہا آہ میرا بھائی اور پھر اُسے لپٹ گئی اور بار بار یہی کہے جاتی تھی۔ شکر ہے میرا گم گشتہ بھائی مجھے مل گیا۔ آلیور حیران و پریشان زور لگا رہا تھا کہ کسی طرح اُس کے ہاتھ سے چھوٹے۔ مگر وہ کسی طرح نہ چھوڑتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر کئی عورتیں جمع ہوگئیں۔ اور وہ عورت جس نے آلیور کو پکڑ رکھا تھا رو رو کر بولی :-

" اے خواتین آگاہ ہو کہ یہ میرا بھائی ہے۔ بری صُحبت نے اُسے تباہ کر دیا ہے۔ یہ کئی دن سے گھر سے غائب ہے۔ چوروں اور گرہ کٹ عیاروں کے ساتھ اس کی نشست و برخاست ہے۔ ہم کئی

دن سے اسے ڈھونڈھ رہے تھے - آج اتفاق سے مل گیا ہے - اس کے غم میں اُس کی اور میری والدہ نیم جان ہو رہی ہے" +

یہ قصّہ سن کر ایک عورت بولی " ایسے نوجوان بدنصیب ہیں" +

دوسری بولی - " او ننھے حیوان سیدھی نیّت سے گھر جا" +

آلیور نے کہا آپ کیا فرما رہی ہیں - یہ میری کچھ نہیں لگتی - میں اسے جانتا بھی نہیں - نہ میرا باپ ہے نہ ماں نہ بہن - میں یتیم ہوں - اور پن ٹن ویلی میں رہتا ہوں" +

بنسی نے (کیونکہ یہ بنسی تھی جو فیگن کے حکم سے آلیور کی تلاش میں تھی) کہا " سنتی ہو کتنا ڈھیٹ ہے - اسے سمجھاؤ - کہ گھر چلے ورنہ اس کے والدین اس صدمہ سے ہرگز جان بر نہ ہو سکینگے" +

یکایک ایک شراب فروش کی دکان سے ایک مرد نکلا - اُس کے پیچھے پیچھے ایک سفید کتا تھا - وہ سیدھا آلیور کی طرف آیا اور کڑک کر بولا - یہ کیا شیطنت ہے - آلیور کتے - چل گھر چل - تیری ماں تجھے بلاتی ہے - یہ کہ کر اُس شخص نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے آلیور کو پکڑ لیا - آلیور نے چلاّ کر کہا لوگو! مجھے بچاؤ - میں اس کو نہیں

جانتا - میرا اُس سے کوئی تعلّق نہیں - اور ہاتھ
چھڑانے کی بے فائدہ کوشش کرنے لگا ۔

جس مرد نے اُسے پکڑ رکھا تھا - کڑک کر کہا -
"اچھا مدد مانگتا ہے! آ میں تجھے مدد دوں - یہ کیسی
کتابیں ہیں ؟ بد معاش کہیں کا! یہ کہاں سے چرائی
ہیں ؟ لا مجھے دے" ۔

اس نے آلیور کے ہاتھ سے کتابیں چھین لیں -
اور سر پر ایک مُکّا اس زور سے مارا کہ وہ تیورا
گیا - اور آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا - کہاں وہ
مسٹنڈا اور کہاں یہ غریب کمزور بچّہ! جو حال ہی
میں بیماری سے اُٹھا تھا - یہ جگہ غیر آباد تھی - اب
مقابلہ یا تعرض بیسُود تھا - یہ مسٹنڈا فیگن کا سب
سے زیادہ تند خو اور دیو خصال شاگرد بل سایکس تھا -
شہر کے چھٹے ہوئے گُرگے اسے گُرو گھنٹال سمجھتے
تھے - آخر کار وہ اِسے پکڑ کر پھر اُسی خوفناک گھر
میں لے گئے - جو دمباز نے اُسے دکھایا تھا - جس
وقت غریب آلیور ان شُہدوں کے نرغے میں تھا -
مسٹر براؤن لو بے صبری سے اُس کی واپسی کا انتظار
کر رہا تھا - اُس کا خدمتگار کوئی بیس دفعہ اُسے بازار
میں ڈھونڈ آیا تھا - گھر کی خانہ دار عورت بار بار کھڑکی
سے جھانکتی تھی - مگر آلیور ٹویسٹ کا کہیں پتہ نہ تھا ۔

بیشک اب آلیور کے لئے اپنے مربّی کے گھر جانا غیر ممکن تھا۔ اب فیگن کے گھر میں ہر وقت آلیور کی نگرانی ہوتی تھی۔ بدمعاشوں نے اس پر پہرہ لگا رکھا تھا۔ اُس کی مجال نہ تھی کہ گھر سے باہر قدم رکھے۔ اب وہ اسے ہر وقت زیر نظر رکھتے تھے۔ اور کبھی کبھی اپنے فاسد منصوبوں کی عملی تکمیل میں جو اس بے خوف گروہ کے ارکان ہمیشہ سوچتے رہتے تھے۔ اسے جبراً شریک کرتے تھے۔

مسٹر بل سایکس کا ایک دوست مسٹر ٹونی کریکٹ تھا۔ دونو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ ایک ڈال ڈال تھا تو دوسرا پات پات۔ دونو نامی اور لاثانی چور اور رہزن تھے۔ انہوں نے ایک گھر میں نقب لگانے کا عزم کیا اور ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا کہ آلیور اُن کے ساتھ چلے۔

یہ گھر آبادی سے کچھ فاصلے پر تھا۔ اس کے ساتھ کوئی اور مکان ملحق نہ تھا۔ رات اندھیری تھی۔ اور تاریکی میں کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ کہ یہ دونو چور آلیور کو گھسیٹتے ہوئے اُس مکان میں گئے اور دیوار پر چڑھ کر ایک چھوٹی سی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ہرچند آلیور نے ہاتھ جوڑے۔ منتیں کیں کہ مجھے یہاں سے جانے دو۔ مگر انہوں نے ایک

نہ مانی - اور کھڑکی کا دروازہ سندھیوے سے توڑکر آیور کو کہا۔" سُن او پسنے گُتے ! یہ لے لالٹین - اس کو اپنے پاس رکھ - یہ تاریک لالٹین ہے۔ اس میں سے حسب ضرورت روشنی نمودار ہوسکتی ہے۔ میں تجھے اس کھڑکی کے راستے سے اندر کرتا ہوں سیدھا جاکر دروازہ جو اندر کی طرف سے بند ہے کھول دے - تاکہ ہم مکان میں داخل ہوسکیں - یہ دیکھ میرے ہاتھ میں پستول ہے - اگر تو لوٹا تو ابھی گولی مار دونگا"۔

ابھی آیور چند ہی قدم گیا تھا کہ سائیکس پکارا "واپس ، واپس"

لڑکا گھبرا گیا - لالٹین اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اب اُس میں نہ آگے جانے کی ہمّت تھی - نہ واپس ہونے کی طاقت ۔

یکایک "چور" "چور" کی آواز مکان میں گونجنے لگی۔ چراغ روشن ہوگئے - آیور کی آنکھوں کے سامنے سیڑھیوں کے اوپر دو آدمیوں کی صورتیں جنہوں نے کچھ کپڑے پہنے اور کچھ نہیں پہنے تھے، پھرتی ہوئی دکھائی دیں - ایک چمک ہوئی - آواز آئی اور آیور پیچھے کی طرف ڈگمگایا ۔

سائیکس نے اُسے پکڑ کر کھڑکی سے باہر کھینچ لیا

اور جب دھواں دُور ہو گیا تو تاریکی میں اُس طرف جدھر سے آواز آئی تھی پستول کا فیر کیا۔ پھر اپنے ساتھی سے شال لے کر آلیور کے بازو پر لپیٹا اور کہا لڑکا زخمی ہو گیا ہے۔ خون بہ رہا ہے۔ یکایک گھنٹہ بجنے لگا۔ شور مچ گیا۔ اور لوگوں کے دوڑنے کی آواز آنے لگی۔ پھر آلیور کو اپنے حال کی خبر نہ رہی۔ جب سائیکس اور کریکٹ نے دیکھا کہ اب معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ تو اُسے کھائی میں چھوڑ کر بھاگ گئے ؂

آلیور کی آنکھ کھُلی تو دن چڑھا ہوُا تھا۔ اُس کے بائیں بازو پر بے ترتیبی سے شال لپٹی ہوئی تھی جو خون آلود تھی۔ آلیور کا سر ہرچند چکرا رہا تھا۔ اور انتہا کی نقاہت تھی۔ مگر اتنی سمجھ تھی کہ اگر وہاں پڑا رہا تو یقیناً مر جائیگا۔ اِس لئے وہ بمشکل تمام ڈگمگاتا ہوُا اُٹھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو سامنے صرف وہی ایک مکان تھا۔ جس میں رات کو بل سائیکس نے اُسے زبردستی دھکیلا تھا۔ اُس سے چلا تو نہ جاتا تھا۔ مگر جس طرح بھی ہو سکا۔ باغ کے دروازے سے جو کھُلا تھا۔ گذر کر مکان تک پہنچا۔ اور کنڈی کھڑکائی۔ پھر طاقت نے جواب دے دیا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یہ وہ وقت

تھا کہ مسٹر گائیلز خانساماں چوروں کے تعاقب سے واپس آ کر گھر کے ملازمین کو واقعات بتا رہا تھا۔ اسی شخص کے پستول سے آلیور زخمی بھی ہوا تھا۔ جب کنڈی ہلی تو انہوں نے با دل ناخواستہ کچھ تامل کے بعد دروازہ کھولا۔ اور جب تسلی ہو گئی کہ خطرے کا اندیشہ نہیں اور چوروں کے گروہ کی بجائے ایک کمزور زخمی لڑکا زمین پر پڑا ہے۔ تو خانساماں کو تسلی ہوئی۔ اور وہ کڑک کر بولا کہ یہ لونڈا بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ میں نے پہچان لیا۔ دیکھو مس صاحبہ! یہ زخمی ہے۔ اور میرے ہاتھ سے زخمی ہوا ہے۔ گھر کے خدام آلیور کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ اُن کا شور غل سن کر ایک شیریں آواز بالائی منزل سے بولی "چچی جان چوروں سے اتنا نہیں ڈریں۔ جتنا وہ تمہارے غل غپاڑے سے ڈر رہی ہیں۔ تم لوگ شور نہ مچاؤ۔ کیا یہ غریب لڑکا بہت زخمی ہے"؟ خانساماں گائیلز نے جواب دیا "مس صاحبہ! واقعی زخم کاری لگا ہے"۔

دوشیزہ نے جلدی میں چچی سے کچھ مشورہ کیا اور پھر سیڑھیوں میں آکر کہا "اس لڑکے کو اوپر لے آؤ۔ اور کسی کو فوراً چٹھی بھیج دو کہ ڈاکٹر اور

پولیس والے کو بُلا لائے"۔

ڈاکٹر صاحب پولیس سے پہلے آ گئے۔ جب وہ آئے تو مسز مایلز اور اُس کے دیور کی بیٹی جو دوشیزہ تھی۔ کھانا کھا رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے آنے ہی معاملہ اور کا اور ہو گیا۔ پہلے انہوں نے مریض کو دیکھا اور پھر مسز مایلز اور اُس کی بھتیجی کو بیمار کے کمرے میں لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے دیکھا کہ ایک عیّار و بدشکل چور کی جگہ ایک خوبصورت کمزور کمسن بچّہ پڑا سو رہا ہے۔ لیڈیوں نے کہا "یہ بچّہ ہرگز چور نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر نے اُن کی تائید کی۔ اور اُسے بچانے کا تہیّہ کر لیا۔ اس اثنا میں پولیس والے آ چکے تھے۔ اور خانساماں اور اُس کے نائب کے ساتھ باورچی خانے میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب باورچی خانے میں گئے۔ اور ترشرو ہو کر خانساماں اور اُس کے نائب سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوکو خدا کا خوف نہیں۔ بھلا اندھیری رات میں جب ڈاکو باہر کھڑے تھے اور تم سب پریشان ہو رہے تھے۔ اِس بچّہ کو کیونکر شناخت کر سکتے تھے؟ تم کو ضرور دھوکا ہُوا ہے۔ تم ناحق ایک بیگناہ کو الزام دے رہے ہو۔ اچھی طرح سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ انسان کے لئے لازم

ہے کہ پہلے بات کو تولے پھر منہ سے بولے۔ ناحق اِس غریب و بیکس بچّے کو تباہ و رسوا کرنے سے کیا فائدہ؟ (گرج کر) بولو! یوں بولو! کیا تم حلفیہ کہہ سکتے ہو کہ یہ بچہ چور ہے؟ اور چوروں کے ساتھ تھا اور تم اِسے شناخت کرتے ہو"؟

ڈاکٹر صاحب کی تُرشروئی اور سخت کلامی سے خانساماں اور اُس کا نائب سٹپٹا گئے۔ اور اُنہیں کہنا پڑا۔ کہ ہمارا شبہ غلط ہے۔ اور ہم یقینی طور پر شناخت نہیں کر سکتے۔ یہ سُن کر سپاہی واپس چلے گئے اور آلیور بچ گیا۔

جب بڑی دیر کے بعد آلیور نے آنکھ کھولی تو اپنی کہانی درد انگیز و رقّت خیز پیرائے میں سُنائی۔ جس پر مسز مایلز نے ترس کھا کر اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور رفتہ رفتہ دونو لیڈیاں اپنے بچّوں کی طرح اُس سے محبّت کرنے لگیں۔

اب آلیور اِس گھر میں آرام اور چین سے زندگی بسر کرنے لگا۔ کچھ عرصے کے بعد اُنہوں نے مسٹر براؤن لو کا پتہ بھی لگا لیا۔ اور آخرکار ثابت ہوگیا کہ جو تصویر مسٹر براؤن کے کمرے میں آویزاں تھی وہ آلیور کی ماں کی ہے۔ اور کسی زمانے میں مسٹر براؤن لو کو اُس سے بہت محبّت تھی۔ قسمت کی

بُرائی تدبیر سے نہیں جاتی - اور لکھی ہوئی تقدیر مٹائے نہیں مٹ سکتی - آلیور کی ماں سے غلطی ہو گئی اور اپنی بدنامی چھپانے کے لیئے وہ غریب خانے میں پناہ گزیں ہوئی - جہاں آلیور پیدا ہوا - اور وہ اِس جہان فانی سے رخصت ہو گئی ؛

خدائی شان اسے کہتے ہیں - وہی مسٹر بمبل جو محتاجوں کے کارخانے کا مختار کل تھا - اور جہاں وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا - فلاکت زدہ و محتاج ہو کر آخر وہاں پناہ گزیں ہوا - اور مفلسی و بیکسی کی حالت میں قیدِ زندگی سے آزاد ہو گیا ؛

ظلم و ستم کا بازار ہمیشہ گرم نہیں رہتا - مکافاتِ عمل سے غافل نہیں ہونا چاہیئے - اگرچہ بل سائکس اور یہودی فیگن کی رسّی دراز تھی مگر تا کجے ؟

آخر کار یہودی قانون کے شکنجے میں ایسا جکڑا گیا - کہ پھر نکل نہ سکا - تمام عیّاری بھول گئی - اور عدالت نے فیصلہ صادر کیا کہ اُسے سزائے موت دی جائے - جب اُسے سولی دینے لگے تو تمام مُردے جو اُس کی وجہ یا ترغیب سے مُرتکبِ جرائم ہو کر سزائے موت پا چکے تھے - بھالے اور آتشین آلے لے کر آ گئے - اور اُسے عذاب دینے لگے - اور جس مصیبت سے اُس کی جان نکلی وہ ناگفتہ بہ ہے ؛

نیٹسی کی موت بھی کچھ کم عبرت انگیز نہ تھی۔ نیلن یہودی کو اُس پر یہ شبہ ہو گیا کہ وہ اُس کے خلاف ہو کر اُس کے ساتھیوں کو پکڑوانا چاہتی ہے۔ اور شریک سازش ہے۔ اس پر ستم پیشہ یہودی نے اپنے چیلے سائکس کو جو نقب زن و سفّاک تھا۔ سکھا پڑھا کر نیٹسی کو قتل کرا دیا ؛

اتفاق سے یہ حال لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ اور وہ اُس کے دشمن بن گئے۔ آخر ایک دن ایک جمِ غفیرو مجمع کثیر گرفتاری کے ارادے سے اُس کے تعاقب میں روانہ ہوُا۔ بل سائکس ایک غیر آباد مکان میں جو بہت بد نام اور جزیرۂ جیکب میں عین دریائے ٹیمز کے کنارے پر واقع تھا۔ چھپا ہوُا تھا۔ یہ مکان سائکس کے ساتھیوں کو معلوم تھا۔ لوگوں نے اس مکان کا پتہ لگا کر اُس کا محاصرہ کر لیا۔ اور قریب تھا کہ اندر گھس کر اُسے گرفتار کر لیں کہ وہ ایک کمند لے کر چھت پر چڑھ گیا۔ اب بچاؤ کا صرف ایک ذریعہ تھا اور وہ یہ کہ کسی طرح دریا میں کُودے اور تیر کر پار ہو جائے۔ مگر وہ کمند لئے چھت پر کھڑا تھا۔ اور کمند کو دیوار سے اٹکا کر چاہتا تھا۔ کہ دوسرا سرا کمر سے باندھے کہ یکایک مقتول نیٹسی کا بھوت اُس کے سامنے آ کھڑا ہوُا۔ اور وہ حواس

باختہ ہوگیا۔ بے اختیار اُس کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔ مگر یہ انسانی آواز نہ تھی۔ کسی مُہیب درندے کی آواز تھی یا دوزخ کی صدا تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا "پھر وہی آنکھیں"۔

سراسیمہ ہوکر اُس نے ہاتھ اُٹھائے اور کمند کا حلقہ جسے وہ کمر میں ڈالنا چاہتا تھا، گردن میں پڑ گیا۔ ساتھ ہی وہ دیوار سے جس کے ساتھ ساتھ وہ بتدریج پھسلنا چاہتا تھا۔ اِس طرح تیورا کر گرا کہ کمند کا حلقہ حلق میں پیچی ہوگیا۔ اور وہ بے جان ہوکر ہوا میں لٹکنے لگا۔ لوگ جو اُسے پکڑنے آئے تھے۔ جب موقع پر پہنچے۔ تو وہ ہوا میں مُعلّق تھا۔ اور اُس کا مُہیب اور بھیانک چہرہ دیکھا نہ جاتا تھا۔

٨
نکولس نکل بی

نکولس نکل بی

مسٹر نکل بی ایک شریف النفس انسان تھا۔ اور گاؤں میں رہتا تھا۔ جہاں اُس کی مختصر سی جائداد تھی۔ اُس نے چاہا کہ کسی طرح مالدار ہو جائے۔ اِس لئے جو کچھ پاس تھا۔ نفع کی امید سے تجارت میں لگا دیا۔ لیکن گھاٹا پڑا اور برباد ہو گیا۔ اِس صدمے سے اُس کی کمرِ ہمّت ٹوٹ گئی۔ وہ بیمار ہو گیا۔ اور بیمار بھی ایسا کہ زندگی کی امید جاتی رہی۔ دمِ واپسیں اُس نے بیوی بچوّں کو بُلایا۔ اُن سے بغلگیر ہُوا۔ اور اِس جہانِ فانی سے رخصت ہو گیا +

متوفّی کی وفات کے بعد اُس کی بیوی مسز نکل بی اپنے بیٹے نکولس اور اُس کی بہن کیٹ کو لے کر لندن چلی گئی۔ جہاں اُس کا دیور رہتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ بچوّں کے سر پر ہاتھ رکھیگا۔ چنانچہ وہاں اُس نے سٹرینڈ میں سکونت اختیار کی۔ اور خط لکھ کر دیور کو بُلا بھیجا +

متوفّی کا بھائی رالف نکل بی ایک سخت گیر۔

بے اصول اور مکّار ساہوکار تھا۔ جب اُسے بیوہ بھاوج کا خط ملا تو اُسے ملنے آیا۔ اور ماتھے پر تیوری ڈال کر بھتیجے سے اس طرح مخاطب ہوا:-

زیلف "کیا تم کام کرنا چاہتے ہو"؟

نکولس (بجھ غور لہجے میں) "کیوں نہیں"۔

زیلف "تو یہ اشتہار دیکھو۔ جو آج ہی صبح میری نظر سے گذرا ہے۔ اِسے پڑھو اور سمجھ لو کہ تم خوش نصیب ہو"۔

اشتہار کا مضمون یہ تھا:-

مسٹر ویکفیلڈ سکویرز کے بیت العلوم میں تعلیم

موضع ڈوتھ بوایز میں بمقام ڈوتھ بوایز ہال طلبہ کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اُن کے قیام کا انتظام بہت اچھا ہے۔ انہیں لباس۔ کتابیں اور جیب خرچ بھی دیا جاتا ہے۔

تعلیم مفصلہ ذیل مضامین میں دی جاتی ہے:-

تمام زندہ و مُردہ زبانیں۔ ریاضی۔ صرف و نحو۔ اقلیدس۔ جغرافیہ و استعمال کرۂ زمین۔ جبر و مقابلہ۔ علم ہندسہ وغیرہ۔

سالانہ فیس بیس گنی ہے۔

طلبہ پر زاید خرچ ہرگز نہیں ڈالا جاتا۔

تعطیلیں نہیں ہوتیں +

خوراک اعلیٰ اور نفیس دی جاتی ہے +

مسٹر سکویرنہ شہر میں رہتے ہیں - اور ہر روز ایک بجے سے چار بجے تک بیت العلوم میں آکر پڑھاتے ہیں +

اِس بیت العلوم کے لئے ایک نائب مدرّس کی ضرورت ہے - تنخواہ پانچ پونڈ سالانہ ہے - ایم - اے کو ترجیح دی جائیگی" +

جب نکولس اشتہار پڑھ چکا تو زیلف نے اُس سے لے کر تہ کر لیا +

زیلف "اگر تمہیں یہ اسامی مل گئی تو سمجھ لو کہ مالا مال ہوگے - اگر یہ اسامی پسند نہیں تو تم جانو ، تمہارا کام - اپنا انتظام آپ کر لو" +

نکولس "میں تمہارا حکم ہر طرح بجا لانے کو تیار ہوں - اور قسمت آزمائی کرونگا - لیکن امید نہیں کہ میری درخواست منظور ہو" +

زیلف "ویکفیلڈ سکویرز ہرگز تمہاری درخواست نامنظور نہیں کریگا - میری سفارش پر وہ خوشی سے تمہیں یہ جگہ دے دیگا - کوشش کر کے اپنے آپ کو مفید ثابت کرو - دیکھ لینا کہ چند ہی دن میں اس بیت العلوم کے حصّہ دار ہو جاؤ گے" +

نکولس نے پتہ لکھ لیا۔ پھر چچا اور بھتیجا دونو
اُس باکمال معلم کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ آخر
اُس کے مکان پر جا پہنچے۔

زیلف "کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا"؟
سکویرز "ہاں یاد آگیا۔ چند سال تک تم مجھے ایک
خفیف رقم ہر ششماہی کے اختتام پر جب میں
شہر میں آتا تھا۔ ایک بچّے کے والدین کی طرف
سے دیا کرتے تھے جو بدقسمتی سے .....".

زیلف "ڈوتھ بوایز ہیں مرگیا! خیر آمدم برسر مطلب۔
کیا آپ کو واقعی ایک مدرّس کی ضرورت ہے؟
کیونکہ آپ نے اشتہار دیا ہے"۔

سکویرز "فی الحقیقت ضرورت ہے"۔

زیلف "یہ مدرّس حاضر ہے۔ یہ میرا بھتیجا ہے نکولس
نام ہے۔ حال ہی میں مدرسہ چھوڑ کر آیا ہے۔
بہت قابل ہے۔ جیسا تم چاہتے ہو ویسا ہی ہے"۔
مسٹر سکویرز اُس وقت نکولس کی وضع قطع دیکھ
کر کچھ گھبرا سا گیا۔

سکویرز "میرے خیال میں یہ نو عمر ہے۔ اور مجھے
اِس قسم کا مدرّس درکار نہیں"۔

نکولس "شاید آپ اس وجہ سے مجھے پسند نہیں کرتے
کہ میں نو عمر ہوں اور کوئی ڈگری میرے پاس نہیں"؟

سکویرز ”ہاں! یہ بھی ایک اعتراض ہے کہ تم ڈگری پائے ہوئے نہیں“۔

مالکِ بیت العلوم حیران تھا۔ چچا اور بھتیجے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ چچا مکّار و عیّار۔ لیکن بھتیجا سادہ اور نیک باطن معلوم ہوتا تھا۔

زیلف ”میری دو باتیں علیحدہ سُن لو“۔

دو باتوں نے کایا پلٹ دی۔ اور سکویرز نے پلٹ کر اعلان کیا کہ ”نکولس نکل بی! آج سے تم اپنے آپ کو ڈوتھ بوایز ہال کا اوّل نائب مدرّس سمجھو۔ تمہارا تقرّر ہو گیا۔ کل صبح تمہیں مدرسہ میں حاضر ہونا ہوگا۔ آٹھ بجے صبح یہاں سے شکرم روانہ ہوتی ہے۔ تم پونے آٹھ بجے پہنچ جانا۔ کیونکہ ہم کو یہاں سے چند طلبہ بھی ساتھ لے جانے ہیں“۔

زیلف ”تمہارا کرایہ میں نے دے دیا ہے (غرّا کر) تم بے فکر رہو“۔

اِس مدرسے کا پہلا نقش جو نکولس کے دل پر ہؤا۔ وہ ہرگز اطمینان بخش نہ تھا۔ پہلے ہی دن سات بجے صبح سکویرز نے اس طرح صاحب سلامت کی:

”آؤ لڑکو! خوب شد۔ نل منجمد ہے۔ اِس لئے تم نہا نہیں سکتے۔ جب تک ہم کنوئیں کی برف نہ توڑیں۔ ہم کو صرف خشک کپڑے سے بدن پونچھنا ہوگا۔ جب

کنوئیں کی برف ٹوٹیگی تو کہیں پانی کا ایک ڈول لڑکوں کے لئے میسّر ہوگا"۔

نکولس نے جلد جلد کپڑے پہنے۔ پہنے کیا! جسم پر لپیٹے۔ اور صحن میں سے گذر کر مدرسے کے کمرے میں داخل ہُوا۔ سکویرز اُس کے ساتھ تھا۔

سکویرز "یہ ہے تمہاری دُکان"۔

یہ ایک محروم فرش غلیظ کمرہ تھا۔ کھڑکیاں پُرانی مشن کی، کاپیوں اور کاغذات سے پُر اور بند تھیں۔ اور نکولس نے جب پُرانی میز کو جس کے انجر پنجر ہل رہے تھے اور بوسیدہ فارموں کو دیکھا۔ تو وہ دہشت زدہ ہوگیا۔ اور شاگردوں کا حال تو کچھ نہ پوچھئے! بعض کی حالت یہ تھی کہ چہرے زرد و کمزور۔ جسم لاغر۔ ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ بدن پر گوشت کا نام نہ تھا۔ بعض میں قوتِ نامیہ جواب دے چکی تھی۔ لمبی لمبی اور نحیف ٹانگیں تھیں۔ اور اِس قابل نہ تھیں کہ اُن کے جُھکے ہوئے جسم کو سہار سکیں۔ اُداس چہرے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے بچپن سے خوفناک تشدّد۔ بے رحمی اور غفلت کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ بعض ایسے بھی تھے کہ اگر کوئی اچھی طرح پرورش کرنے والا ہوتا تو وہ بڑے ہوکر خوبصورت و رعنا جوان کہلاتے۔ لیکن ہر وقت کی مصیبت کی تاریکی اور اُداسی کی تیوری

نے اُن کے چہرے بگاڑ دئے تھے - ہر چند یہ نظارہ
رقّت خیز و جگر گداز تھا مگر خندہ آفرین بھی تھا۔کیونکہ
مسز سکویرز میز کے قریب عجیب شان سے کھڑی تھی۔
سر پر شب خوابی کی ٹوپی اور اُس کے اوپر اُود بلاؤ
کی کھال کا دوپٹہ - سامنے ایک برتن رکھا تھا - جو
گندھک اور راب سے لبریز تھا - یہ عجیب مرکّب وہ
ایک بڑے چوبی چمچے میں ہر بچّے کو باری باری پلا
رہی تھی - پلا چکی تو سکویرز بولا "نکولس! ہم بچّوں
کی صحّت کا بہت خیال رکھتے ہیں - اِس سے خون
صاف ہو جاتا ہے - بچّے مصفی خون نسخہ پی چکے تو ناشتہ
آیا - جو اِس قسم کا تھا کہ اُس سے بمشکل پیٹ بھر سکتا
تھا - ناشتہ کے بعد مسٹر سکویرز میز کے سامنے کھڑے
ہو گئے اور پہلی جماعت کو پکارا ۔

سکویرز " نکولس! یہ ہجے اور فلسفے کی پہلی جماعت ہے۔
میرے پاس آ کر کھڑے ہو جاؤ - پہلا لڑکا کہاں
ہے "؟

حضور! وہ پچھواڑے کے دالان کی کھڑکی صاف کر
رہا ہے ۔

سکویرز " مناسب ہے - نکولس! ہم عملی تعلیم دیتے ہیں۔
'صاف کرنا' ص - الف - ف - ک - ر - ن - ا -
فعل متعدّی ہے - یعنی روشن کرنا کھڑکی - ک - ھ -

ڈ۔ک۔ی۔ پہلے بچے یہاں کتاب میں پڑھتے ہیں۔ پھر عملی طور پر تجربہ کرتے ہیں۔ دوسرا لڑکا کہاں ہے"؟

"حضور! وہ باغ میں گھاس کاٹ رہا ہے"۔

سکویرز "مناسب ہے۔ علم نباتات۔ ن۔ب۔ا۔ت۔ا۔ت۔یعنی پودوں کا علم۔ نباتات جمع ہے۔ اسم ہے۔ جب بچے کتاب میں پڑھتے ہیں تو باغ میں جاکر پودوں کو دیکھتے ہیں۔ نکولس! یہ ہے ہمارا طریقۂ تعلیم۔ کہاں ہے تیسرا لڑکا"؟

"حاضر"۔

سکویرز "گھوڑا کیا ہے"؟

"حیوان جناب"۔

سکویرز "ہاں گھوڑا حیوان ہے۔ چارپایہ ہے۔ دیکھو بچے! چونکہ تم سمجھ دار ہو۔ جاؤ اور میرے گھوڑے کو ملو۔ ورنہ میں تمہیں ملونگا۔ اِس جماعت کے باقی لڑکے جائیں اور پانی بھریں۔ کل کتوں کے نہلانے کا دن ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آج ہی تمام دیگیں بھر لی جائیں"۔

اس مدرسے میں اگر وہاں کے عجیب اور نفرت خیز قواعد کی کوئی خلاف ورزی کرتا تو اُسے وحشیانہ بدنی سزا دی جاتی۔ نکولس بچوں کا چلانا اور عذاب بھگتنا

دیکھتا تھا اور خونِ جگر پی کر خاموش ہو جاتا تھا۔ حیران تھا کہ کیونکر اُن کی مصیبت کو کم کرے! ان بچوں میں ایک کا نام سمایک تھا۔ یہ عمر میں سب سے بڑا تھا۔ اس کی حالت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔ ہر روز کے فاقہ اور تشدّد سے بیچارہ کم فہم ہو گیا تھا۔ نکولس کو اُس کی حالت پر بہت رحم آتا تھا ◆

اِسی سمایک کی وجہ سے نکولس کو یہ مدرسہ بھی چھوڑنا پڑا۔

نکولس مسٹر سکویرز کی بدمزاجی اور اس کی بیوی کی بدنگاہی جبراً و قہراً برداشت کرتا تھا۔ بیوی خاوند سے ایک حصّہ زیادہ تھی۔ وہ کہا کرتی تھی۔ کہ یہ نوجوان مدرّس۔ مغرور۔ بد دماغ اور اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ مجھ میں شہزادیوں کا پر لگا ہے۔ میں اُس کا غرور ناک کے رستے سے نکال کر رہونگی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ اُٹھتے بیٹھتے اُسے کوستی تھی۔ اُسے کھانا خراب دیتی تھی۔ اُس کا کمرہ میلا اور غلیظ رکھا جاتا تھا۔ اور وہ صبر سے یہ ذلّت برداشت کر رہا تھا ◆

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سمایک بدسلوکی اور تشدّد سے تنگ آ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ لیکن مسٹر

سکویرز نے اُسے چوبیس گھنٹوں کے اندر پھر پکڑ بلوایا۔ جب وہ آیا تو کیچڑ سے لت پت۔ تھکا ماندہ بھوکا پیاسا اور نیمجان تھا۔ اِس مدرسے کا تمام مشکل کام اِس غریب کے ذمے تھا۔ اگر اُس کی جگہ کوئی اور خدمتگار رکھا جاتا تو وہ کبھی دس یا بارہ شلنگ ہفتہ وار سے کم تنخواہ نہ لیتا۔ مگر مسٹر سکویرز کا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی بھاگ جائے تو اُس کی مشقت دو چند کر دیتا تھا +

جب سمایک واپس لایا گیا تو اُسے مار پڑنے لگی۔ پہلی ہی ضرب پر اُس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی۔ نکولس بیتاب ہوگیا اور آگ بھبوکا ہوکر بولا "بس کرو! اِسے نہ مارو۔ اگر اب کسی نے اِس بچّے کو ہاتھ لگایا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں" +

یہ سُن کر مسٹر سکویرز کو سخت غصہ آگیا۔ پہلے تو اُس نے نکولس کے منہ پر تھُوکا۔ پھر اُس کے چہرے پر چھڑی سے ضرب لگائی +

نکولس غم۔ غصہ۔ نفرت اور حقارت سے پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا۔ آپے سے باہر ہوگیا۔ جھپٹ کر مدرّس پر جا پڑا۔ چھڑی اُس کے ہاتھ سے چھین لی اور گردن سے پکڑ کر مارنا شروع کیا۔ اور اتنا مارا اتنا مارا کہ کھال اُدھیڑ کر رکھ دی۔ اور اُس وقت

چھوڑا۔ جب مدرّس نے رحم کی التجا اور تشدّد سے توبہ کی ؛

سکویرز کی چیخیں سُن کر اس کی بیوی وہاں دوڑی آئی۔ اور خاوند کا کوٹ پیچھے سے پکڑ کر اُسے نکولس کی گرفت سے کھینچنے لگی۔ اِس اثنا میں نکولس اُسے مارتے مارتے تھک گیا۔ اُس نے آخر میں دس بارہ ضربات زور زور سے لگائیں اور اُسے اُٹھا کر دے مارا۔ پیچھے بیوی کھڑی تھی۔ خاوند کے دھکے سے وہ بھی گر پڑی۔ خاوند کا سر زمین سے ٹکرایا اور وہ بیہوش ہو گیا ؛

تھوڑی دیر کے بعد جب نکولس کو اطمینان ہو گیا کہ سکویرز زندہ ہے مرا نہیں اور صرف بیہوش ہوا تھا تو اُس نے اپنے کپڑے چھڑے کے تھیلے میں رکھ لئے اور مردانہ وار سامنے کے دروازے سے نکل کر لندن کی جانب روانہ ہو گیا ؛

اِس کے بعد نکولس کو تلاشِ روزگار میں مدّت تک خاک چھاننی پڑی۔ مگر کوئی خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا۔ اِس اثنا میں اُس کا چچا سے بالکل قطع تعلق ہو گیا ۔ اور ایکدوسرے سے صاحب سلامت کے بھی روادار نہ رہے۔ ایک دن وہ لندن میں رجسٹری کے ایک دفتر کے باہر کھڑا تھا اور بیرونی کھڑکی میں

جو بیشمار اشتہار چسپاں تھے۔ اُنہیں پڑھ رہا تھا۔
کہ ایک پیر مرد جو بوڑھا ہونے کے باوجود مضبوط و
طاقتور تھا۔ اور جھالر والا نیلا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔
وہاں آکر ٹھیر گیا اور اشتہار دیکھنے لگا +

یکایک نکولس کے دل میں خیال آیا کہ شاید
اس پیر مرد کو محرّر یا سکرٹری کی ضرورت ہے۔
اور وہ اشتہار دینے آیا ہے۔ پیر مرد وہاں سے چلنے
لگا تو اُس کی نگاہ نکولس پر پڑی۔ اُس نے قیافے
سے معلوم کیا کہ وہ اُس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔
وہ خُلق مجسّم بن کر ٹھیر گیا +

نکولس "میں یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کیا جناب
کو ان اشتہاروں کے مطالعے سے کوئی خاص مقصد
مدِ نظر ہے"؟

پیر مرد "واہ واہ! اب خاص مقصد کیا ہوسکتا ہے۔
شاید تم سمجھے ہو گے کہ مجھے ملازمت کی تلاش ہے۔
جب میں نے تمہیں دیکھا تو میرے دل میں تمہاری
نسبت یہی خیال پیدا ہؤا تھا۔ مجھے اپنے سر کی
قسم یہی خیال پیدا ہؤا تھا +

نکولس "جناب آپ کا قیاس بالکل درست ہے۔ آپ
خُلق مجسّم ہیں۔ آپ کے چہرے سے شفقت و مروّت
برس رہی ہے۔ میں نے یہ مروّت آج تک کہیں نہیں

دیکھی۔ اس لئے میں نے جناب کو وہ حالات بتائے ہیں۔ جو شاید میں کسی اور اجنبی کو بتانے کی جسارت نہ کرتا۔ ہاں اس لندن کے ویرانے میں کبھی جسارت نہ کرتا"۔

پیرمرد "ویرانہ! ہاں یہ بیشک ویرانہ ہے۔ ایک دن وہ تھا کہ یہ مقام میرے حق میں ویرانہ تھا۔ جب میں یہاں آیا تو میرے پاؤں میں جوتی تک نہ تھی۔ وہ وقت مجھے نہیں بھولا۔ لیکن تمہیں کس بات کی تکلیف ہے۔ مجھے اپنا قصہ سناؤ۔ لیکن تم تو سوگ میں ہو"۔

نکولس "میرا والد فوت ہوگیا ہے"۔

پیرمرد "بچوں کے لئے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانا بڑی مصیبت ہے۔ اور بیوہ ماں زندہ ہے؟ بھائی بہنیں؟

نکولس "ایک بہن ہے"۔

پیرمرد "بیچاری آہ بیچاری! تم عالم معلوم ہوتے ہو۔ تعلیم یافتہ ہونا بڑی بات ہے۔ میں اس نعمت سے محروم ہوں۔ لیکن میں عالموں کی قدر کرتا ہوں۔ مجھے اپنے تمام حالات بتاؤ۔ صرف شوقیہ طور پر پوچھتا ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے معاملات میں دخل دے رہا ہوں"۔

اس پیر مرد کے اندازِ بیان میں کچھ اِس قسم کی صداقت و بے ریائی تھی۔ کہ نکولس کو اپنی سرگذشت سنانی ہی پڑی۔ پیر مرد نے سن کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور سیدھا شہر کی طرف لے گیا۔ اور وہ ایک سایہ دار چوک میں جا نکلے۔ اور ایک کوٹھی کے سامنے جس کے باہر کے دروازے پر لکھا تھا "چیری بل برادرز" جا کھڑے ہوئے۔ پھر دونو کوٹھی کے اندر گئے۔ پیر مرد محاسب خانہ میں ایک محرر کے پاس ٹھیر گیا۔ اِس کلرک کا چہرہ لمبا تھا۔ پیر مرد نے پوچھا "ٹم! کیا میرا بھائی اپنے کمرے میں ہے"؟ کلرک نے جواب دیا "ہاں! وہ اندر ہیں۔ پیر مرد خود مسٹر چیری بل تھا۔ وہ نکولس کو اپنے بھائی کے کمرے میں لے گیا۔ اس کمرے میں ایک اور پیر مرد بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھ کر نکولس مثلِ آئینہ حیران رہ گیا۔ کیونکہ دونو بھائی بالکل ہمشکل تھے۔ سرِ مُو فرق نہ تھا۔ اُنہیں دیکھ کر صاف ظاہر ہو جاتا تھا کہ دونو توام یعنی جڑوان ہیں۔

بھائی کو مخاطب کرکے نکولس کے دوست نے کہا "بھائی نڈ یہ جوان میرا دوست ہے۔ جس کی امداد ہم پر لازم ہے۔ پھر بھائی چارلس نے اُن حالات سے جو نکولس نے اُسے بتائے تھے۔ اپنے بھائی کو

آگاہ کیا - اور دونو بھائی کچھ باتیں کرتے رہے -
آخر کلرک کو جس کا نام لنکن واٹر تھا- اندر بُلایا-
جب وہ آیا تو بھائی نڈ نے اُس کے کان میں کچھ
کہا +

"ٹم" بھائی چارلس نے کہا "ہم اِس شریف نوجوان
کو اپنے محاسب خانے میں لینا چاہتے ہیں" +

بھائی نڈ بولا کہ" ٹم اس تجویز کو پسند کرتا ہے +

ٹم نے سر ہلاکر رضامندی کا اظہار کیا - اور
قصداً کہا - لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں دفتر میں
کبھی ایک گھنٹہ بھی دیر سے نہیں آیا - میں دیہات
میں بھی نہیں جاتا - یہ چوالیسواں سال ہے کہ میں
چیری بل برادرز کی بہیاں لکھتا ہوں - ہر روز
ٹھیک نو بجے صبح اِس کوٹھی کی آہنی الماری کھولتا
ہوں - اور اِس عرصے میں ایک رات بھی اس کوٹھی
کے بالا خانے سے باہر نہیں سویا - یہ پہلا موقع نہیں
کہ آپ نے مسٹر ایڈون و مسٹر چارلس ! مجھے پنشن
دینے کا ذکر کیا ہے - میری التجا ہے - آج کے بعد
پھر اس بات کا ذکر نہ آئے - یہ کہ کر مسٹر لنکن واٹر
اس طرح تنتنا ہؤا اُس کمرے سے باہر چلا گیا -
گویا وہ اپنی ہٹ کبھی نہ چھوڑیگا +

دونو بھائی کھانسنے لگے +

چارلس بولا "بھائی نڈ! اُس کے لئے ہمیں ضرور کچھ کرنا چاہئے۔ ہمیں مناسب ہے کہ اُس کے شکوک کی پروا نہ کریں۔ اور اسے ضرور حصّہ دار بنائیں۔
نڈ نے کہا "بھائی چارلس! آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے۔ اگر وہ اس بات کو نہ سمجھے اور نہ مانے تو بھی ہمیں اُس کی مرضی کے خلاف ایسا کرنا چاہئے۔ لیکن اس اثنا میں ہمیں اپنے نوجوان دوست کو زیادہ روکنا نہیں چاہئے۔ غریب خاتون اور اُس کی دختر اس کی منتظر ہونگی۔ اس لئے اے دوست! فی الحال آپ تشریف لے جائیں۔ خدا حافظ! یہ کہا اور دونو بھائی نکولس کو دفتر سے باہر لے گئے۔ اور ہاتھ ملا کر اُسے رخصت کیا۔
اُس دن سے نکولس۔ مسٹر نکل بی اور کیٹ کے لئے درفشاں زمانے کا آغاز ہُوا۔ چیری بل برادرز نے نہ صرف نکولس کو اپنے دفتر میں لے لیا۔ بلکہ اُس کی ماں بہن اور اُس کی اپنی سکونت کے لئے ایک چھوٹا سا مکان بھی لے دیا۔
نکولس کی کارگذاری کی بابت بھی سن لیجئے۔ ٹم لنکن واٹر اُس کا کام دیکھ کر پہلے ہی دن مطمئن ہوگیا۔
جب نکولس، چیری بل برادرز کی بہیوں میں اندراج

کرنے لگا - تو ٹم کا رنگ زرد تھا - وہ چُپ چاپ کھڑا دیکھ رہا تھا - کوٹھی کے دونو مالک بھی موجود تھے اور مُسکرا رہے تھے ۔

تھوڑی سی دیر میں ٹم نے اس طرح سر ہلایا - گویا اُس کی تسلی ہوگئی - پھر جب نکولس اندراج کرتا ہُوا دوسرے صفحے کا حوالہ لینے کو ٹھیر گیا - تو ٹم اپنے آپ کو روک نہ سکا - جوشِ مسرّت میں وہ اپنے سٹول سے اُٹھا - نکولس کا ہاتھ نہایت گرمجوشی سے ہلایا - اور فاتحانہ انداز میں اپنے آقاؤں کو مخاطب کرکے بولا - اِس کی تحریر کے بعض حروف بالکل میری تحریر سے ملتے ہیں - تمام لندن میں اس جیسا نوجوان ملنا غیر ممکن ہے - اس جیسا تمام شہر میں اور کوئی نہیں - میں شہر سے شرط بدنے کو تیار ہوں کہ اس جیسا کوئی دوسرا پَیدا کرکے دکھائے - رفتہ رفتہ نکولس کے ہاں چیری بل برادرز کی آمد و رفت ہوگئی - اور کبھی کبھی جب وہ وہاں جاتے تو اپنے بھتیجے فرینک کو بھی ہمراہ لے جاتے ۔

ایک دوشیزہ جس کا نام مس میڈے لین بریے تھا - اور جس کے ولی چیری بل برادرز تھے - اتفاق سے بیمار ہوگئی - چونکہ نکولس کا مکان شہر سے باہر

ایک ہوادار و دلکشا مقام میں تھا۔ اِس لئے تبدیلِ آب و ہوا کے لئے اُس کے دلی اُسے وہاں لے گئے ۔

جس دن سے نکولس نے اِس نازنین کو پہلی مرتبہ اپنے دفتر میں دیکھا تھا۔ وہ اُس پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ لیکن چونکہ انتہا درجے کا شریف تھا۔ اِس لئے کبھی محبّت کا نام بھی زبان پر نہ لایا تھا۔ اسی طرح کیٹ نکل بی کا حال تھا۔ لیکن وہ بھی فرینک کی زبان سے اظہارِ محبّت نہ سُننا چاہتی تھی ۔

مس میڈیلین بریے آخر اچھی ہوکر اُن کے ہاں سے اپنے گھر چلی گئی۔ اور نکولس اور کیٹ گو محبّت کے ساختہ پرداختہ تھے۔ لیکن طبیعت پر جبر کرکے دم بخود رہے۔ اور اپنے آپ کو ایک دُوسرے اور ماں کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ۔

ایک دن اُن کو چیری بل برادرز کی طرف سے بذریعہ مسٹر لنکن واٹر دعوت کا رقعہ آیا۔ مسٹر نکل بی نے سنجیدگی سے کہا۔ میری بات کا یقین کرو۔ یہ دعوت کوری ضیافت نہیں۔ اِس کا مطلب ضیافت سے بالا تر ہے ۔

چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔ جب تاریخ مقررہ پر نکولس اپنی ماں اور بہن کو لے کر چیری برادرز کے ہاں

گیا تو آگے فرینک اور میڈیلین بھی موجود تھے ۔
مسٹر چارلس نے کہا "نوجوان ہاتھ ملائیں" ۔
فرینک اور نکولس نے کہا "حضور کے حکم کی ضرورت نہ تھی ۔ ہم پہلے ہی یہ چاہتے تھے" اور دونو نے مصافحہ کیا ۔
پیر مرد چارلس اُن دونو کو ایک طرف لے گیا اور یوں مخاطب ہوا :-
"میں تم کو سچے اور پکے دوست دیکھنا چاہتا ہوں یک جان و دو قالب ۔ فرینک ادھر آؤ ۔ اور نکولس! تم میری دوسری طرف کھڑے ہو جاؤ ۔ یہ میڈیلین کے دادا کی وصیت کی نقل ہے ۔ جس کے رُو سے وہ بارہ ہزار پونڈ میڈیلین کو دے گیا ہے ۔ فرینک! یہ دستاویز بڑی حد تک تمہاری کوشش سے دستیاب ہوئی ہے ۔ یہ رقم تھوڑی ہے ۔ لیکن تم کو میڈیلین سے محبت ہے ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری اُس سے شادی ہو جائے اور تم ایجاب و قبول پر رضا مند ہو"؟
فرینک "جناب نہیں! میں نے اِس دستاویز کے حاصل کرنے میں جب دلچسپی لی تھی تو میرا یقین تھا ۔ کہ بانو اور کہیں اقرار کر چکی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جلد بازی کی" ۔
چارلس "اور تمہاری یہ ہمیشہ سے عادت ہے ۔ مگر یہ تو

بتاؤ کہ تم نے یہ خیال کرنے کی کیونکر جرأت کی کہ ہم چاہتے ہیں تم دولت کے لالچ سے شادی کرو۔ اور پھر تم نے کیونکر جرأت کی کہ ہمیں اطلاع دئے بغیر نکولس کی بہن سے اظہارِ محبت کیا۔ اور پہلے ہمیں اُس سے گفتگو کرنے کا موقع نہ دیا"۔

مسٹر نکل بی "جناب! فرینک نے جلد بازی سے فیصلہ کیا ہے۔ لیکن وہ درست فیصلہ ہے۔ میڈیلین کے دل میں کسی اور کی محبت ہے۔ مجھے اپنا ہاتھ دو۔ اُس کے دل میں تم بستے ہو۔ اور وہ حق بجانب ہے۔ وہ تمہیں پسند کرتی ہے۔ اگر وہ ہم سے دریافت کرتی تو ہم بھی اُس کے پیارے دوستوں کی حیثیت میں تمہیں کو اُس کے لئے پسند کرتے۔ فرینک اُسے پسند کرتا ہے۔ جیسے اگر وہ ہمیں کہتا تو ہم اُس کے لئے پسند کرتے۔ تمہاری بہن کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں ہوگا خواہ وہ ہزار بار انکار کر چکی ہے۔ اُس کی شادی فرینک سے ہونی چاہئے اور ہوگی۔ کیا؟ تم ایک شریف آدمی کی اولاد ہو! ایک دن وہ تھا کہ جناب! ہم میں اور میرا بھائی نڈ دونو بڑے غریب تھے۔ ہم سادہ دل لڑکے تھے۔ اور تلاش دولت میں ننگے پاؤں

پھرا کرتے تھے۔ آہ نڈ! نڈ! نڈ! آپ کے
اور میرے لئے یہ کیسا مبارک دن ہے۔ کاش!
ہماری غریب ماں زندہ ہوتی! اور آج ہمیں
اِس حال میں دیکھتی۔ نڈ! وہ ہمیں دیکھ کر جتنا
بھی فخر کرتی۔کم تھا"۔
اس طرح میڈیلین کی شادی نکولس سے ہوگئی۔
اور وہ اُس کا دلدادہ اور اُس کی دولت کا مالک
ہوُا۔
نکولس کی شادی کے دن کیٹ کا بیاہ فرینک
چیری بل سے ہوگیا۔ میڈیلین کا روپیہ چیری بل
برادرز کی کوٹھی میں جمع تھا۔ اس لئے نکولس اُس
کوٹھی میں حصّہ دار بن گیا۔ اور چند سال کے بعد
اُس کوٹھی کا نام چیری بل اور نکل بی ہو گیا۔
ٹم لنکن واٹر کچھ نرالی طبیعت کا انسان تھا۔
وہ مدّت تک ٹال مٹول اور حیل و حجّت کرتا رہا۔
اور آخر وہ بھی مجبوراً اُس کوٹھی کا حصّہ دار بن
گیا۔ لیکن اپنا نام ظاہر کرنے پر کسی طرح رضامند
نہ ہوُا۔
جڑوان بھائیوں نے پھر اپنا قدم اِس کوٹھی
سے نکال لیا اور سبکدوش ہو گئے۔
جب نکولس بڑا متموّل تاجر بن گیا تو اُس نے

پہلا کام یہ کیا کہ باپ کا قدیم مکان خرید لیا۔ بچّے ہو گئے تو اُس میں تغیّر و تبدّل کر کے اضافہ کر دیا۔ لیکن اپنے باپ کے درخت جیسے کے تھے ویسے ہی رکھے۔ کیا مجال کہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی کسی نے اُکھیڑا یا کاٹا ہو*

مسٹر سکویرز کا حشر یہ ہؤا کہ وہ زبلیٹ نکل بی کے کسی منصوبے میں شریک ہو کر قانون کے شکنجے میں ایسا آیا کہ آخر اُسے حبس دوام کی سزا ملی۔ اور اُس کے قید ہوتے ہی ڈوتھ بوایز نامی مدرسہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا*

۹
مارٹن چزل وٹ

مارٹن چیزل وٹ

سالسبری سے تھوڑی دُور ایک چھوٹا سا گاؤں ولٹ شائر ہے۔ جس میں مسٹر پک سنف رہتا تھا۔ اُس کے مکان کے بڑے بورڈ پر لکھا ہوُا تھا۔ "مسٹر پک سنف معمار" اور کاروبار کے کارڈوں پر یہ الفاظ تھے:-

مسٹر پک سنف۔

معمار اور سرویر

یہ کبھی صراحت کے ساتھ معلوم نہ ہوُا کہ فنّ تعمیر میں اُس نے کیا کیا کارنامے کئے۔ البتّہ یہ سب کو معلوم تھا کہ نہ تو اُس نے کبھی کوئی نقشہ بنایا۔ نہ عمارت تعمیر کی +

اُس کی اپنے پیشے کی مصروفیتیں صرف شاگردوں کے استقبال تک محدود تھیں۔ اُس کا شغل یہ تھا کہ وہ والدین اور سرپرستوں کی زندگی کے بیمے کرکے نفع لیتا اور مٹھی گرماتا تھا +

مسٹر پک سنف آداب اخلاق کا بہُت پابند

تھا - خصوصاً تقریر و تحریر میں تو اس سے بڑھ کر شائد ہی کوئی ایسا بااخلاق ہو - بعض آدمی اسے نشان منزل سے تشبیہ دیتے تھے - جو ہر ایک کو منزل مقصود کا پتہ تو دیتا ہے - لیکن آپ وہاں کبھی نہیں جاتا - لیکن یہ لوگ اُس کے دشمن تھے ٭

مسٹر پک سنف کے ہاں اُس کا رشتہ دار مارٹن چزل وٹ آیا - مسٹر پک سنف کا نائب ٹام پنچ ایک نئے شاگرد کے لئے گاڑی پر سوار ہو کر سالسبری گیا ہوا تھا - مسٹر پک سنف کی دو بیٹیاں تھیں - ایک کا نام مرسی (رحم) اور دوسری کا چیریٹی (خیرات) تھا - ٹام پنچ ایک نئے شاگرد کے لئے گیا تھا اور مارٹن کے ساتھ مسٹر پک سنف کے کنبے کے متعلق گفتگو کر چکا تھا - باپ کو بیٹیوں کی حُسن سیرت پر کامل اعتماد تھا ٭

مارٹن کی تشریف آوری کی تقریب پر اسی رات کو یک گونہ وسیع پیمانے پر خوشی کی تیاریاں کی گئیں ٭

شراب کی دو بوتلیں جس کا اُن دنوں رواج تھا - سفید اور سُرخ آئیں - ایک پلیٹ میں

لمبے لمبے اور پتلے پتلے ستبو سے ایک میں سیب اور ایک میں بسکٹ تھے - ایک میں باریک باریک کترے ہوئے رنگترے تھے - جن میں کھانڈ ملی ہوئی تھی - یہ وافر سامان دیکھ کر مسٹر ٹام پنچ کا دم بند ہوگیا - کیونکہ گو نئے شاگردوں کو کھلی اجازت تھی - خصوصًا محکمہ شراب میں یہ تو ایک پرتکلف دعوت تھی - دعوت کیا تھی لارڈ جیور کی ضیافت تھی جو دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل تھی - مسٹر پک سنف چاہتا تھا - کہ اس ضیافت کے شرکا پیٹ بھر کر کھائیں - چنانچہ اُس نے دونوں بیٹیوں کو مخاطب کرکے کہا "اے نور دیدہ مسٹر مارٹن تم دونوں کے درمیان بیٹھے گا اور مسٹر پنچ میرے ساتھ - یہ اتصال تمام مایوسی اور بے چینی کی تلافی ثابت ہوگا - ہمیں خوشی منانی چاہئے" - یہ کہہ کر اُس نے ایک بسکٹ اُٹھا لیا اور کہا جو دل غریب ہے - وہ کبھی خوش نہیں ہوتا - ہمارے دل غریب نہیں ہرگز نہیں +

دوسرے دن صبح کو مسٹر پک سنف نے اطلاع دی کہ اُس کا لنڈن جانا ضروری ہے - اُس نے کہا "پیارے مارٹن! مجھے اپنے کاروبار کے

متعلق جانا ہے۔ اور مدت ہوئی میں نے اپنی بچیوں سے وعدہ کیا تھا کہ تم میرے ساتھ چلوگی۔ ہم آج رات کو بھاری گاڑی میں سوار ہو کر جائینگے۔ پیارے مارٹن قدیم زمانے کی فاختہ کی طرح جائینگے۔ اور ایک ہفتے کے بعد ہم اپنی شاخ ہائے زیتون پھر راستے میں رکھینگے۔ شاخ ہائے زیتون سے میری مراد ہے ہمارا سادہ سامان۔ اب سوال یہ ہے کہ میری عدم موجودگی میں تمہارا بہترین شغل کیا ہونا چاہئیے۔ فرض کرلو کہ تمہیں اپنا خیال لارڈ میور آف لنڈن کی یادگار یا ایک شیرف کی قبر یا کسی امیر کی سیرگاہ میں بفرخانے کی تعمیر کے متعلق ظاہر کرنا ہے۔ پانی کا نل ایک نہایت پاکیزہ مشق ہے۔ مجھے تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ لیمپ کا مینار دل کو جلا دیتا ہے۔ اُس میں شستہ میلان پیدا کرتا ہے۔ اور زیبائشی سڑک کا آر پار کا پھاٹک تصوّر پر نمایاں اثر ڈالتا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا زیبائشی پھاٹک سے آغاز کیا جائے؟

مارٹن نے شکیہ طور پر کہا "جو مسٹر پک سنف کی مرضی"۔ "ٹھہرو"۔ مسٹر پک سنف نے کہا۔ "آؤ۔ چونکہ تمہیں کمال اشتیاق ہے۔ اور تم

قابل نقشہ نویس ہو - اس لئے تم ان تجاویز پر ایک مدرسہ کے متعلق اپنے ہاتھ کا تجربہ کرو۔ جب تمہارا دل اس کام سے اُکتا جائے اور طبیعت نئے شغل کی طرف راغب ہو تو ٹامس پنچ تمہیں پچھواڑے کے باغ کی پیمائش کا فن سکھائیگا - یا بتائیگا کہ اس سڑک کی جو اس گھر اور انگشت نما نشان منزل کے درمیان ہے ٹھیک ہمواری کیونکر معلوم ہو سکتی ہے یا کوئی اور عملی اور خوشگوار کام سکھائیگا - اس مقام کے عقب میں ایک گاڑی بھر اینٹیں اور ایک دو بیسی پرانے پھولوں کے گملے پڑے ہیں - اگر ان کو لے کر تم کوئی ایسی شکل بنا سکو جسے دیکھ کر مجھے واپسی پر روما کا سینٹ پٹیر کا گرجا یا قسطنطنیہ کی مسجد صوفیہ یاد آسکے تو اس سے تمہاری لیاقت بڑھیگی - اور میری طبیعت خوش ہوگی ؎

جب گاڑی جس میں شاخہائے زیتون اوپر رکھی ہوئی تھیں - اور قمریوں کا کنبہ اندر بیٹھا تھا روانہ ہوگئی تو مارٹن چزل وٹ اور ٹام پنچ تنہا رہ گئے مسٹر پنچ کی سادگی میں کچھ ایسی کشش تھی - کہ مارٹن اسے اپنے حالات بتانے سے باز نہ رہ سکا ؎

مارٹن "یہ ضروری ہے کہ میں کسی کو اپنے حالات

کھلے طور پر سناؤں - اس لئے تمہیں سناتا ہوں۔
واضح ہو کہ میری پرورش بچپن سے بڑی امیدوں
کے ساتھ ہوئی ہے - اور ہمیشہ یہ یقین دلایا
گیا کہ مجھے بڑا دولتمند ہونا ہے - لیکن بعض واقعات
اس قسم کے رونما ہوئے ہیں کہ میں محروم الارث
کر دیا گیا ہوں " ٭

ٹام " کس نے عاق کیا - کیا باپ نے ؟

مارٹن " نہیں باپ نے نہیں - بلکہ دادا نے - میرے
باپ زندہ نہیں - میرے دادا میں کئی خوبیاں
ہیں - لیکن دو بڑے عیب بھی ہیں - اور یہ
اُس کے تاریک پہلو کا جزو اعظم ہیں - ایک
عیب یہ ہے کہ وہ بڑا ضدّی ہے - اور دوسرا
یہ کہ قابل نفرت حد تک خود پسند ہے - میں
نے سنا ہے کہ ہمارے گھرانے میں کمزوریاں ہیں -
خدا کا شکر ہے کہ وہ مجھ تک نہیں پہنچیں -
اب میں اپنی سرگذشت کا لب لباب بیان کرتا
ہوں کہ میں یہاں کیونکر آگیا - سچ مجھے عشق
کا آزار ہے - میری محبوبہ چندے آفتاب چندے
ماہتاب ہے - اُس کے برابر دنیا میں شاید ہی
کوئی دوسری ہو - لیکن وہ بالکل میرے دادا
کے بس میں ہے - اگر دادا کو علم ہو جائے

کہ وہ نازنین بھی میری طالب ہے تو وہ اُسے
اس گھر اور تمام جائداد سے جس کی وہ مالک ہے
محروم کردے۔ اگرچہ میں نے ابتدا سے نہایت
احتیاط برتی ہے۔ لیکن میرے دادا کو مجھ سے
رشک اور وہ میری طرف سے بدگمان ہے۔ اُس
نے مجھے تو کچھ نہیں کہا لیکن اُسے میری آنکھوں
سے دور کرکے سمجھایا ہے کہ دیکھو تم میری باوفا
رفیقہ تھیں مارٹن نے تمہیں ورغلا کر مجھ سے منحرف
کردیا ہے۔ توبہ یہ دادا کتنا خود پسند ہے۔ نتیجہ
یہ ہوا کہ مجھے کہا گیا کہ یا تو اس کو چھوڑ دو۔
یا گھر سے نکل جاؤ۔ بھلا میں اُسے کس طرح
بھول سکتا تھا۔ ناچار یہاں آگیا ہوں"۔

مسٹر پنچ "(تھوڑی دیر تک آگ کی طرف دیکھ کر)
البتہ تم پک سنف کو پہلے سے جانتے ہوگے"۔

مارٹن "صرف نام سنا تھا۔ میرا دادا نہ صرف خود
تمام رشتہ داروں سے علیحدہ رہتا ہے۔ بلکہ مجھے
بھی کبھی کسی سے ملنے نہیں دیا لیکن جب قصبہ
میں میں اُس سے علیحدہ ہوا وہاں میں نے مسٹر
پک سنف کا اشتہار دیکھا اور اُس کا جواب دیا
کیونکہ جو باتیں اشتہار میں درج تھیں۔ مجھے اُن کا
قدرتاً مذاق ہے۔ میں دو وجوہ سے یہاں آنا چاہتا

تھا۔ ایک تو اس لئے کہ وہ ۔۔۔۔

ٹام "بہت اچھا انسان ہے"

مارٹن "نہیں زیادہ تر اس وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ میرے دادا کو ان سے بہت نفرت ہے۔ اور جب اُس نے مجھ پر اس قدر زبردستی کی ہے تو قدرتاً میری یہی خواہش ہوئی کہ جو بات دادا نہیں چاہتا وہی کروں"

مسٹر پک سنف اور اُس کی بیٹیاں مسٹر واڈکر کے تجارتی بورڈنگ ہوس میں فروکش ہوئیں۔ اور یہاں مارٹن کا دادا اُسے تلاش کر کے ملا۔

دادا "مجھے افسوس ہے کہ اُس موقع پر جب اس سے قبل ہم ملے تھے۔ تو ہمارے مابین وہ گفتگو ہوئی تھی۔ اب تمہارے متعلق میرا خیال بدل گیا ہے۔ سب نے جن پر مجھے ہمیشہ اعتبار تھا۔ میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اور جن سے مجھے سہارا دینے کی امید تھی انہوں نے دھوکا دیا ہے۔ اب میں دوڑ کر تمہارے پاس پناہ کے لئے آیا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ تم میرے دوست بن جاؤ اور بڑے فائدے کی امید پر میرا ساتھ دو۔ افسوس ہے کہ میں اتنا عرصہ تم سے علحدہ رہا"

مسٹر پک سنف نے مکان کی چھت کی طرف دیکھا۔

اور بڑی مسرّت کے ساتھ بوڑھے کا ہاتھ پکڑ لیا ۔

دادا " مجھے اندیشہ ہے کہ تم بوڑھوں کی طبیعت اور مزاج سے واقف نہیں ۔ تم نہیں جانتے کہ بوڑھے چاہتے ہیں ۔ جو وہ کہیں ۔ کیا جائے ۔ اور جس بات سے منع کریں ۔ اس سے نفرت کی جائے ۔ خواہ کچھ ہی ہو جائے ۔ تمہارے گھر میں ایک نیا آدمی آیا ہے اُسے تمہارے گھر سے ضرور نکل جانا چاہئے " ؛

پک سنف " تاکہ تمہارے پاس پھر آ جائے ؟ " ؛

دادا " نہیں جہاں اس کے سینگ سمائیں ۔ چلا جائے اس نے تمہیں دھوکا دیا ہے " ؛

پک سنف " میرے خیال میں اُس نے ایسا نہیں کیا ۔ مجھے یقین ہے کہ اس نوجوان نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے ۔ دھوکا ۔ دھوکا ۔ میرے پیارے مسٹر چیزل وٹ ! ایسی چیز ہے کہ اُسے معاف نہیں کرنا چاہئے ۔ اگر ثابت ہو جائے کہ اُس نے فریب کیا ہے ۔ تو ابھی نکال باہر کروں " ؛

دادا " یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ شادی کرنا چاہتا ہے "

پک سنف (چلا کر) تم سے پوچھے بغیر ۔ کیا اُس نے وہ دُلہن انتخاب کی ہے ۔ جس کو تم پسند نہیں کرتے ۔ مجھے یہ نہ کہو ۔ سیرت انسانی کے احترام کے لئے مجھ سے یہ نہ کہو کہ اُس نے ایسا کیا ہے " ؛

دادا - " یہی بات ہے اور میرے خیال میں اس نے
تم سے مخفی رکھی ہے" +
یہ سن کر - اس خوفناک انکشاف کے بعد جتنا
غصّہ اُسے آیا - اُتنا ہی اُس کی بیٹیوں کو - سب نے
یک زبان ہو کر کہا "کیا ہم نے اپنے گھر میں ایک ایسے
سانپ کو جگہ دی ہے جو مخفی طور پر کسی سے شادی
کا معاہدہ کر چکا ہے - یہ کس قدر ہولناک بات ہے +
دادا "تم کب گھر واپس جاؤ گے - میں نے میری گریم
کو بیٹی اور اپنی وارث بنایا تھا - لیکن میں تمہیں
بتاتا ہوں کہ میرے مرنے پر اُسے میری جائداد
سے کچھ نہیں ملیگا - اور عنقریب میں تم سے پھر ملونگا"
دادا بڑی گرم جوشی اور تپاک کے ساتھ پک سنف
سے رخصت ہوا اور وہ اور اُس کی صاحبزادیاں باہر
تک اُسے چھوڑنے گئیں - چند دن کے بعد پک سنف
گھر کی طرف روانہ ہوا +
ٹام پنچ اور مارٹن اُن کے استقبال کے لئے گلی
میں کھڑے تھے - لیکن پک سنف نے خصوصیت کے
ساتھ اُس کی طرف توجہ نہ کی - اور جب گھر میں
داخل ہوئے پھر بھی کوئی بات نہ کی - اور جب اُس
نے ترش رو ہو کر وجہ دریافت کی - تو مسٹر پک سنف
نے جواب دیا +

"تم نے مجھے دھوکا دیا ہے - تم نے ایسے شخص سے فریب کیا ہے - جس کے صاف دل ہونے کا تمہیں علم ہے - اور جو ہر ایک کو اپنے جیسا سمجھتا ہے یہ غریبانہ گھر ایسے شخص کی موجودگی سے ناپاک نہیں ہونا چاہیئے - جس نے نہ صرف مجھی سے فریب کیا ہے - بلکہ ایک معزّز پیرمرد سے بھی - اس ممتاز پیرمرد کو بڑی بے رحمی سے جُل دیا ہے اور بڑی دانائی سے مجھ سے اس بات کو مخفی رکھا ہے حالانکہ اُسے میری سرپرستی کی ضرورت تھی - اے شخص مجھے تیری عیاری و بدکرداری پر رونا آتا ہے - لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ میں ایک کوڑھی یا سانپ کو اپنے گھر میں رکھوں - یہاں سے دُور ہوجا - اے کاذب انسان - ان سب کی طرح جو تجھے جانتے ہیں میرا تیرا گزارہ نہیں ہوسکتا"۔

یہ سُن کر مارٹن نے مسٹر پک سنف کی طرف ایک جست کی - آخرالذکر جلدی سے پیچھے ہٹا - جس سے اُس کا پاؤں پھسل گیا - وہ ایک کرسی پر سے لڑھک کر زمین پر دو زانو گرا - اور وہیں بیٹھا رہا - غالباً اُس نے زمین پر بیٹھے رہنا محفوظ و مامون سمجھا۔

مارٹن "پنچ ذرا اسے زمین پر پڑا ہوا دیکھنا - اسے

جانتے ہو یہ کون ہے؟ میلے ہاتھوں کے لئے تولیہ۔ میلے پاؤں کے لئے بوریا۔ ایک جھوٹا خوشامدی اور کمینہ کتا ہے۔ پنچ میری بات یاد رکھنا۔ ایک دن تم بھی دیکھ لوگے۔ کہ یہ کون ہے؟ +

مارٹن نے سخت نفرت کے ساتھ پک سنف کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر اپنی ٹوپی اُٹھا کر سر پر رکھ لی۔ اور وہاں سے چلا گیا۔ اور اس قدر جلد جلد قدم اُٹھائے کہ ٹام جو اُس کے تعاقب میں روانہ ہُوا تھا۔ شہر سے باہر جاکر ملا +

ٹام (چلّا کر) "کیا تم جا رہے ہو"؟ +

مارٹن (غصّہ سے) ہاں جا رہا ہوں" +

ٹام "کہاں" +

مارٹن "خبر نہیں۔ ہاں خبر ہے۔ امریکہ جاؤنگا" +

لیکن مارٹن امریکہ تنہا نہ گیا۔ کیونکہ مارک ٹیپ لے نے جو پہلے بلیو ڈریگن سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کے ساتھ جانے کے لئے اِصرار کیا۔ یہ بلیو ڈریگن ایک سرائے تھی جہاں مسٹر پک سنف رہتا تھا +

مارک ٹیپ لے "سُنئے صاحب! میں آج کل بیکار ہوں۔ اور ایک سال تک مجھے تنخواہ کی ضرورت نہیں کیونکہ میں نے ایک سال کا خرچ بچا رکھا ہے۔ میرا منشا تو پیس انداز کرنے کا نہ تھا۔ لیکن آپ نے آپ

روپے جمع ہو گئے۔ مجھے آپ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اُن حالات میں جو اوروں کو پست رکھتے ہیں۔ سر اُٹھاؤں۔ آپ بتائیں کیا مجھے ساتھ رکھنا ہے یا میرا ساتھ چھوڑنا ہے +

جب وہ دونوں امریکہ پہنچ گئے تو سوال یہ پیدا ہوا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ مارک کے پاس سینتیس[۳۷] پونڈ تھے۔ مارٹن نے فیصلہ کیا کہ نیو عدن کے قصبے میں جس کی ترقی روز افزوں ہے۔ زمین خریدی جائے +

مارٹن "دیکھو مارک ہم حصہ دار بنتے ہیں۔ سنتیس[۳۷] پونڈ تمہارے ہیں۔ جن میں آٹھ پونڈ میں ملاتا ہوں۔ ان سے ہم زمین خرید کر کاروبار شروع کرینگے منافعہ ہم نصف نصف تقسیم کر لیا کرینگے۔ محنت میں کرونگا۔ اب نہ میں آقا ہوں نہ تم خادم۔ اب ہم برابر کے شریک ہیں۔ نیو عدن میں ہماری دکان کا نام "چزل وٹ اینڈ ٹیپلے" ہوگا +

مارک "خدا تمہیں برکت دے۔ میرا نام ظاہر نہ کرو۔ "چزل وٹ اینڈ کو" نام مناسب ہوگا۔ میری یہی مرضی ہے +

مارٹن "اچھا میں تمہیں مجبور نہیں کرتا" +

مارک "شکریہ! اگر ان دیہات میں کوئی شریف سکٹل بنوانا چاہے جو ایک قسم کا کھیل ہے۔ تو میں

یہ کام جانتا ہوں - یہ میرے ذمّے ہوگا" +

نیو عدن جانے کو دخانی کشتی میں لمبا سفر کرنا پڑتا تھا - لیکن وہ آخر وہاں پہنچ گئے - نیو عدن میں جو سیلاب آتا تھا - اُسے فرو ہوئے ایک ہفتہ ہؤا تھا - اس لئے ایک مہیب دلدل رونما تھی - کشتی سے اُترے تو ایک شخص لاٹھی ٹیکتا ہؤا - اُن کی طرف بڑھا اور بولا "کیا تم اجنبی ہو" +

مارک "جی ہاں - تمہاری طبیعت کیسی ہے"؟ +

"مجھے سخت بخار کی شکایت تھی - گذشتہ چند ہفتوں میں تو میرا یہ حال تھا - کہ سیدھا کھڑا بھی نہ ہو سکتا تھا - میرا بڑا لڑکا سردی کھا کر پلنگ پر پڑا ہے - اور چھوٹا گذشتہ ہفتے میں مرچکا ہے" +

مارک "میں تہ دل سے افسوس کرتا ہوں" +

"تم اسباب کی فکر نہ کرو - اب یہاں اتنے آدمی نہیں رہے کہ ان میں کوئی چور ہو - یہ بھی کس قدر قابل اطمینان بات ہے - بہت سے تو مرکر دفن ہوچکے ہیں - بہت سے کہیں چلے گئے ہیں اور جو باقی ہیں وہ رات کو گھر سے باہر نہیں نکلتے" +

مارک "تو جناب میرے خیال میں یہاں کی راتیں صحت بخش نہیں " +

"صحت بخش ؟ مُہلک زہر کہئے " +

مارک نے اس شخص کا ملنا آب حیات سمجھا اور سہارے کے لئے اسے اپنا بازو پکڑا دیا۔ راہ میں اُسے بتایا کہ ہم نے اس قصبہ میں زمین خریدی ہے اور پھر پوچھا وہ کہاں ہے۔ اُس نے کہا۔ میرے چوبی مکان کے قریب ہے ٭

یہ ایک نہایت ردّی اور خستہ چوبی کمرہ تھا۔جس کا دروازہ یا تو گر گیا۔ یا سیلاب میں بہ گیا تھا۔جب اُس کا صندوق وہاں آگیا۔ تو مارٹن بے قابو ہوگیا۔ اور زمین پر لیٹ کر زور زور سے رونے لگا۔ ٭

ٹیپلے "خدا تمہارا مددگار ہو۔ یہ نہ کرو۔ یہ نہ کرو۔ اور جو چاہو سو کرو مگر یہ نہ کرو۔ مرد ہو یا عورت یا بچہ آنسو بہانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ حوصلہ کرنا چاہیئے ٭

علی الصباح جب اُس کا رفیق پڑا سو رہا تھا۔ مارک باہر نکلا اور سرسری طور پر گرد و نواح کا جائزہ لیا۔ بہ حیثیت مجموعی وہاں زیادہ سے زیادہ بیس گھر ہونگے۔ جن میں سے نصف خالی پڑے تھے اور اُن کی اپنی زمین تو محض جنگل تھی۔ وہ گھاٹ پر گیا۔ اور وہاں تقریباً نصف درجن خستہ حال زرد رُو مزدور کھڑے تھے۔ جن کی مدد سے وہ اپنا اسباب چوبی مکان میں لے آیا ٭

ایک ہی رات میں مارٹن کی صورت بہت کچھ بدل گئی - وہ زرد شست ہوگیا - اور کہنے لگا - مجھے کمزوری اور درد کی شکایت ہے ⁂

ٹیپ لے "ہمت نہ ہارو - مگر تم مجھے بیمار معلوم ہوتے ہو - ٹھہرو - ابھی آتا ہوں - ذرا اِن ہمسایوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا علاج کرنا چاہیئے" ⁂

مارٹن کی بیماری نے نہایت خطرناک صورت اِختیار کر لی تھی - وہ مرتے مرتے بچا تھا - دل کمزور ہوگیا تھا - جسم تھک گیا تھا - سارا دن کام کرتا اور رات بیٹھ کر گذارتا تھا - ہرچند طرز سکونت ایک قسم کی مصیبت تھی - اور حالات تاریک و حوصلہ شکن تھے - لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری وہ اچھا ہوا تو ٹیپ لے بیمار ہوگیا - اور اب مارٹن کو تیمارداری کرنی پڑی - آخر جب ٹیپلے بھی اچھا ہوگیا - تو اُس کی حالت میں کچھ عجیب تغیر واقع ہوچکا تھا - اب وہ اپنے حال سے بالکل بے پروا تھا ⁂

چونکہ یہ نئی بستی ویران ہوگئی - اِس لئے ناچار انہوں نے انگلستان واپس جانا مناسب سمجھا ⁂

دادا چند دن سے مسٹر پک سنف کے ہاں اُٹھ آیا تھا - اِس لئے واپسی پر مارٹن اور ٹیپ لے اُس کو بلیوڈریگن میں ملنے گئے ⁂

مارٹن نے بہت جلد دادا کو ڈھونڈ نکالا - اور گھر

میں بہ نیت صلح داخل ہوا۔ پیرمرد نے پوتے کی درخواست کو خاموشی سے سُنا اور کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن اُس کی طرف سے پک سنف بولا کہ بس یہاں سے چلا جا +

لیکن دادا اب پک سنف کی خصلت سے کما حقہٗ واقف ہوچکا تھا ۔ لہٰذا اُس نے اسے سیدھا کرنے کا فیصلہ کرلیا ۔ تاکہ جو اُس نے نقصان پہنچایا ہے۔ اُس کی تلافی ہوجائے +

سب سے پہلے پیرمرد نے مارک ٹیبلے کو اپنے پاس بلایا ۔ اب پیرمرد لنڈن میں تھا اور وہیں اُس نے اپنے پوتے ۔ میری گرہیم اور ٹام پنچ وغیرہ کو بلا بھیجا۔ دادا نے مارک سے معلوم کرلیا کہ اب اُس کا پوتا بالکل بدل گیا ہے ۔ +

مسٹر ٹیبلے نے کہا ۔"اُس میں بہت سی خوبیاں ہیں ۔لیکن وہ زنگ آلود ہو رہی ہیں ۔ خبر نہیں یہ زنگ کس نے لگایا ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے ذمہ وار آپ ہیں" +

پیرمرد " تو تمہاری رائے یہ ہے کہ اُس کے سابقہ قصور میری وجہ سے تھے" +

مارک " مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بات تو کچھ یہی ہے ۔ کیونکہ تم میں سے کسی نے ایک دوسرے

کو واجب موقع نہیں دیا"۔

یکایک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی اور مارٹن داخل ہؤا۔ پیرمرد نے انگلی سے اشارہ کیا کہ اُس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں ٹام پنچ اور میری گریہم بھی آگئے۔ ایک بار سیڑھیوں میں پھر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ سب جان گئے کہ کون ہے؟ یہ واقعی مسٹر پک سنف تھا اور اِس وقت وہ بڑی جلدی میں تھا۔ زقندیں بھرتا آرہا تھا۔ بلکہ ایک دو بار اُس نے ٹھوکر بھی کھائی۔

پک سنف "میرا معزز دوست کہاں ہے؟"

اتنے میں اُس کی نظر پیرمرد پر جا پڑی اور وہ بولا "میرے معزز دوست کی طبیعت تو اچھی ہے"

پھر پک سنف نے حاضرین کو دیکھا اور بہ اظہار ملامت سر ہلا کر کہا:۔

"او حشرات الارض۔ او خون چوسنے والو۔ او خلافِ قدرت لٹیرو۔ اور ڈاکے مارنے والو اسے چھوڑو۔ اسے چھوڑ اور دفع ہوجاؤ۔ میں کہتا ہوں دور ہوجاؤ۔ مفرور ہوجاؤ۔ دفع دفان ہوکر دنیا کی خاک چھانو۔ اور یہاں رہ کر اس زمین کو جو اس معزز و ممتاز سردار کے قدموں کی بدولت قابلِ ستائش و آفرین ہے ناپاک نہ کرو۔ میری مراد اُس ممتاز سردار سے ہے جس کے

ڈگمگاتے اعضائے جسم کے لئے مجھ جیسے نالائق کو سہارا اور عصا ہونے کا شرف حاصل ہے“ ٭

پک سنف اس نیت سے آگے بڑھا کہ پیرمرد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے ۔ لیکن اُس نے یہ نہ دیکھا کہ وہی ہاتھ لاٹھی کی طرف جا رہا ہے ۔ اور اُس نے وہ لاٹھی پکڑلی ہے ۔ جو قریب ہی پڑی تھی ۔ جب پک سنف مسکراتا ہوا قریب پہنچ گیا تو پیرمرد نے جو غصّے سے جلا بُھنا بیٹھا تھا ۔ اُٹھ کر لاٹھی چلائی اور اُسے زمین پر گرا دیا ٭

پیرمرد ” اسے میرے سامنے سے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جاؤ ۔ دُور کرو میرے سامنے سے “ ٭

مسٹر ٹیپ نے فی الواقع اُسے گھسیٹتا ہوا لے گیا ۔ اور دور لے جاکر پیرمرد کی طرف پشت اور دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا کردیا ٭

پیرمرد ” او بدمعاش سُن ۔ میں نے تجھے یہاں اس لئے بلایا ہے ۔ کہ تو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے ۔ ادھر آ میرے پیارے مارٹن ہم کیوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے ۔ اور کیوں تو مجھ سے بھاگ کر اُس کے پاس گیا تھا ۔ ہم دونوں یکساں قصوروار ہیں ۔ مارک نے مجھے بتایا ہے اور میں پہلے ہی جانتا تھا ۔ میری میری جان تو بھی ادھر آ ٭

میری گریہم کا رنگ اس وقت زرد تھا۔ وہ کانپتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھی۔ لیکن پیرمرد آپ اُٹھ کر اُس کے پاس گیا اور اسے پھر کرسی پر بٹھا دیا ❊

اب اُس کے ایک طرف پیرمرد کھڑا تھا۔ اور دوسری طرف مارٹن اور پیرمرد کے ہاتھ میں میری کا ہاتھ تھا ❊

ہمارے خاندان کی لعنت ہمیشہ سے خود پسندی رہی ہے۔ ہاں خود پسندی رہی ہے۔ یہ لے یہ ہاتھ میں تجھے دیتا ہوں۔ یہ کیا؟ تیرا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ دیکھوں تو اسے تھام بھی سکتی ہے یا نہیں۔ ❊

یہ کہا اور اُس نے مارٹن کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا ❊

مارٹن کا ایک ہاتھ میری کے ہاتھ میں، لیکن دوسرا ہاتھ باقی تھا جو اُس نے اس عروج و اقبال اور عیش و مسرت کے زمانہ میں ٹام پنچ کو دیا اور ہمیشہ اُسے اپنا بازو سمجھا ❊

۱۰
تحائف کی پرانی دکان
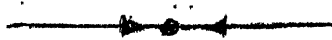
تحائف کی پُرانی دُکان

لنڈن کے پرانے کونوں میں کئی دکانیں ہیں جن میں تحائف اور سوغاتیں بکتی ہیں - یہ دکان بھی اسی قسم کی تھی - اس دکان کا سامان زرہیں تھیں جو لٹکتی ہوئی زرہ پوش بھوت نظر آتی تھیں - زنگ آلودہ ہتھیار تھے - اس قسم کا مشجّر اور عجیب و غریب آرائشی سامان تھا - جو لوگ خواب میں دیکھا کرتے ہیں +

دکاندار ایک بوڑھا پستہ قد لاغر اندام شخص جس کے سر کے بال سفید اور لمبے لمبے تھے - دکان کے اندر کھڑا تھا - جیسی دکان تھی ویسا ہی دکاندار تھا - دونوں حیرت انگیز طرز پر ایک دوسرے کے لئے موزوں تھے - دکان کا سامان تو پرانا اور بوسیدہ تھا ہی - لیکن مالک دکان کی حالت کچھ اس سے بھی زیادہ خراب تھی +

بوڑھے دکان دار کے سامنے ایک عیّاش وضع جوان کھڑا تھا - اور دونوں میں سخت کلامی ہو رہی تھی +

جوان "میں تمہیں پھر کہتا ہوں - میں اپنی بہن سے

ملنے آیا ہوں - تم خوب جانتے ہو کہ قرابت کی تبدیلی تمہارے امکان سے باہر ہے - اگر تم ایسا کر سکتے تو مدت سے کر چکے ہوتے - لیکن چونکہ مجھے کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا - اس لئے تمہاری اجازت سے میں ابھی اپنے ایک دوست کو لے کر آتا ہوں ۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ جوان پھر آیا - اب کے اس کے ساتھ ایک دوست تھا - جو اُس سے بڑھ کر اوباش معلوم ہوتا تھا - وہ اسے اندر دھکیل کر بولا یہ "ڈک سوی ویلر ہے" ۔

مسٹر سوی ویلر دبی زبان سے بولا "لیکن یہ تو بتاؤ کیا یہ بوڑھا رضامند بھی ہے - جب تک آتش روح زندہ دلی کی شمع میں روشن ہے اور دوستی کے بازو پر نہیں جھاڑتے - جھگڑا کس بات کا ہے لیکن فرڈ ذرا کان میں میری بات سُننا ...... کیا ابھی بوڑھے کا برتاؤ دوستانہ ہے" ؟

مسٹر سوی ویلر کرسی کی پُشت سے تکیہ لگا کر خاموش ہوگیا - اور تھوڑی دیر کے بعد بولا "صاحبان واقعات مقدمہ کیا ہیں ؟ ایک طرف خوش مزاج بوڑھا دادا ہے - دوسری طرف شریر پوتا ہے - خوش باش دادا شریر پوتے سے کہتا ہے :"فرڈ میں نے تیری

پرورش کی ہے تجھے لکھایا پڑھایا ہے - لیکن تم
سیخ پا ہو گئے ہو - اس لئے اب تمہیں دوسرا موقع
نہیں دیا جائیگا - ہے نا یہی بات" +

شریر پوتا جواب دیتا ہے :- "تم اتنے مال دار ہو
جتنا کوئی ہو سکتا ہے - اپنے بالغ رشتہ دار کی تھوڑی
سی امداد اور کیوں نہیں کرتے - اب سوال یہ ہے
کہ آیا اس قسم کا افسوس ناک جھگڑا جاری رہنا چاہئے!
پیرمرد کے لئے بہت ہی بہتر ہوگا کہ وہ ایک معقول
رقم دے کر اس تنازع کو رفع دفع کر دے" +

پیرمرد پوتے کی طرف مخاطب ہوکر بولا "تم مجھے
کیوں عذاب دیتے ہو اور کیوں اپنے بدکار دوستوں
کو یہاں لاتے ہو - میں ایک غریب آدمی ہوں -
تم نے اپنا راستہ پسند کرلیا ہے - تمہاری مرضی -
مجھے اور نل کو نہ ستاؤ - اور ہمیں محنت مشقت
کرنے دو" +

بھتیجا بولا "نل اب جوان ہونے کو ہے - اگر
کبھی کبھی بھائی اُسے ملنے نہ آئے تو وہ اُسے بھول
جائے گی" +

دروازہ کھلا اور نل بہ نفس نفیس آگئی - پیچھے
پیچھے ایک بوڑھا تھا مگر اس قدر کوتاہ کہ اُسے
بوتا کہنا چاہئے - لیکن اُس کا چہرہ اور سر

اس قدر بڑے تھے کہ کسی دیو کے لئے موزون تھے +
مسٹر سوی ویلر نے مڑکر اور جھک کر بونے کے کان میں کہا " بوڑھے کا لفظ شناخت یا پرول " کانٹا " ہے - بونے کا نام ڈینیل کویلپ تھا - وہ نہ سمجھا اور بلند آواز سے بولا " کیا ہے ؟" +
مسٹر سوی ویلر نے اُس کی جیب پر ہاتھ مار کر کہا " کانٹا ! جناب کانٹا !! کیا سوتے ہو کہ جاگتے ؟" +
بونے نے اس طرح سر ہلایا - گویا سمجھ گیا - اور پوتا یہ کہہ کر کہ میں پھر آؤنگا - اپنے دوست کے ساتھ وہاں سے چلا آیا +
کویلپ ترش رو ہوکر بولا یہ حال ہے پیارے رشتہ داروں کا - اور سینے کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بٹوہ نکالتے ہوئے کہا - اسے میں خود لایا ہوں کیونکہ اس میں اشرفیاں ہیں - اور یہ اتنا بڑا اور بھاری ہے کہ اسے نل نہ لاسکتی تھی - میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رقوم کس فائدہ مند کام میں صرف ہو رہی ہیں - لیکن تم بڑے گہرے انسان ہو اور اپنا راز کسی پر ظاہر نہیں کرتے +
پیرمرد نے کہا میرا راز ! ہاں تم سچے ہو - میں اسے فاش نہیں کرتا - مخفی بہت مخفی رکھتا ہوں" +
یہ کہہ کر وہ پھر کچھ نہ بولا اور بٹوہ لے کر

اپنے لوہے کے صندوق میں بند کرلیا +
رات ہوئی تو نل کا دادا اُسے اس عجیب دکان میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا - یہ وہ اکثر کیا کرتا اور ساری رات باہر رہ کر صبح واپس آجاتا +
پیرمرد نے کویلپ سے پھر روپے مانگ بھیجے۔ لیکن اُسے نل کے دادا کی شبینہ مہموں کا حال معلوم ہوچکا تھا - اُس نے روپے نہ بھیجے اور خود آیا - بوڑھا گھبرایا ہوُا تھا اور اُس کا بدن گرم تھا - اُس نے بے صبر ہوکر پوچھا +
بوڑھا "کیا روپے لائے ؟"
کویلپ "نہیں"
بوڑھا (مٹھیاں کس کر) "تو پھر میں اور میری پوتی تباہ ہو گئے"+
کویلپ "پڑوسی سنو - مجھ سے کس بات کا پردہ کرتے ہو - مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ جتنا روپیہ تم نے مجھ سے لیا ہے - وہ قمار بازی کی نذر ہوچکا ہے" +
بوڑھا (تیزی سے) "میں منفعت کی خاطر یا اس لئے نہیں کھیلتا کہ مجھے جوئے سے عشق ہے - میں اگر نہ ہارتا تو اپنی تمام آمدنی ایک نوجوان بےگناہ بچے پر صرف کردیتا - جوئے کی

کمائی سے ایک حبّہ بھی مجھ پر حرام تھا۔
افسوس میری قسمت میں ہار ہی لکھی ہے ؛
کوپلپ "گزشتہ موقع پر تم نے مجھ سے ستر
پونڈ لئے تھے۔ خدا کی پناہ یہ ستر کے ستر تم
نے ایک ہی رات میں ہار دیئے۔ اب نوبت
یہاں تک پہنچ گئی کہ تمہاری دکان کا ٹکا
ٹکا مکفول ہو چکا ہے۔ اب پیالہ لبریز ہے
اور ایک قطرے کی بھی گنجائش نہیں" ؛
بوڑھے نے ہرچند زور لگایا۔ مگر اُس نے ایک
نہ سنی۔ اور وہاں سے چل دیا ؛
ایک ہفتے کے اندر دکان کا تمام سامان قرق
ہوگیا۔ اور نیلام کی تاریخ مقرر ہوگئی ؛
نل "دادا اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے۔
اس جگہ رہنے سے تو دنیا میں ننگے پاؤں
پھرنا بہتر ہے" ؛
بوڑھا "بہت اچھا۔ اب ہم پا پیادہ کھیتوں۔
جنگلوں اور دریاؤں کے کناروں پر پھرینگے۔
اور خدا پر بھروسا کرینگے۔ بیٹی اس طرح
تمہاری موجودگی میرے لئے تسلی کا باعث ہوگی۔
میرا غم غلط ہوگا اور ہم اس مصیبت کو بھول
جائینگے" ؛

دادا اور پوتی کئی دن تک بے سرو سامانی کی حالت میں دشت و بیابان کی خاک چھانتے پھرے اور آخر غروب آفتاب کے وقت ایک گاؤں میں گرجے کے احاطے کے دروازے پر جا پہنچے +

دو شخص گرجے کے قریب نہایت بے تکلفی سے گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے - یہ دونوں خانہ بدوش بھان متی اور بھانڈ تھے - جو سٹیج کے سامان کی مرمت کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے - ان میں سے ایک تو ننھی سی سولی ڈورے سے باندھ رہا تھا اور دوسرا بالوں کی ایک نئی ٹوپی ایک کٹ پتلی کے سر پر جما رہا تھا +

بوڑھا "کیا انہیں آج رات کے تماشے میں دکھاؤ گے"

ان میں سے ایک نے جواب دیا - آقا - ہمارا ارادہ تو یہی ہے - اور اگر میں غلطی پر نہیں - تو میرا حصہ دار ٹامی کاڈلن اس وقت اندازہ کر رہا ہے کہ تمہارے یہاں آنے سے ہمارا کس قدر نقصان ہؤا ہے - ٹامی اندیشہ دور کردو اور غم بھول جاؤ - نقصان زیادہ نہیں ہوسکتا - معمولی ہوگا +

مسٹر کاڈلن "مجھے پروا نہیں کہ ہم نے کیا گنوایا ہے - لیکن تم حد سے زیادہ آزاد ہو - اگر تم پردے کے سامنے کھڑے ہوکر پبلک کے چہرے

اس طرح دیکھتے جس طرح میں دیکھتا ہوں تو
تم خصلت انسانی کو بہتر سمجھ سکتے +
مسٹر کاڈلن کے رفیق نے جواب دیا " ٹامی تم
نے یہ پیشہ اختیار کر کے اپنے آپ کو برباد کر لیا
ہے - جب تم میلوں کے باقاعدہ ڈراموں میں
بھوت کا پارٹ کرتے تھے - تو بھوت کے سوا
ہر چیز کا اعتبار کرتے تھے اور اب تم کو تمام
دنیا کا اعتبار نہیں +
مسٹر کاڈلن " پروا نہ کرو - اب میں بہتر جانتا
ہوں اور شاید مجھے اس کا افسوس ہے -
ادھر دیکھو - جوڑی لباس ٹکڑے ٹکڑے ہو کر
گر رہا ہے +
یہ کلمات مسٹر کاڈلن نے ایک غیر مطمئن
فیلسوف کے انداز سے کہے +
نل نے جب دیکھا کہ سوئی اور تاگے کے
نہ ہونے سے وہ پریشان ہیں تو ڈرتے ڈرتے کہا - اگر
اجازت دو تو میں پتلی کا لباس مرمت کر دوں -
چونکہ یہ تجویز معقول تھی - مسٹر کاڈلن نے بھی
مخالفت کی کوئی وجہ نہ دیکھی +
مسٹر کاڈلن کا رفیق شارٹ بولا - اگر تمہیں
جائے قیام کی ضرورت ہے - تو میں صلاح دیتا

ہوں کہ وہی لے لو جس میں ہم رہتے ہیں - یعنی
وہ لمبا نیچا سفید گھر جو یہاں سے نظر آرہا ہے۔
یہ بہت سستا ہے - شراب خانے کا آبدار
ایک فربہ بوڑھا آدمی تھا - اُس نے نئے مہمانوں
کی سکونت کے متعلق کوئی عذر نہ کیا - بلکہ نل
کے حُسن کی تعریف کی - اور اُس کی خوبصورتی
اس کے دل میں گھر کر گئی + دوسرے دن
صبح کو شارٹ نے ان دونوں مسافروں سے کہا۔
"ہم گھوڑ دوڑ کی طرف جا رہے ہیں - اگر
تمہارا بھی یہی راستہ ہے اور تم ہماری رفاقت
پسند کرتے ہو تو ہمارے ساتھ ہولو - ورنہ
صرف "نہیں" کہ دو - پھر ہم تمہیں تکلیف
نہ دینگے" +

بوڑھا "ہم تمہارے ساتھ چلینگے - نل! ان
کے ساتھ ان کے ساتھ"

اس رات انہوں نے ایک سرائے میں جو سر
راہ واقع تھی اور جس کا نام جالی سینڈ لوائز
تھا - قیام کیا - چونکہ کھانا ابھی تیار نہ
تھا - اور تیار ہو رہا تھا - اس لئے نل اور
اُس کا دادا باورچی خانے کے قریب بیٹھ گئے
اور بیٹھے ہی سو گئے +

سرائے کے مالک نے نہایت آہستہ سے پوچھا۔
یہ کون ہیں ؟
کاڈلن "میرے خیال میں انہیں یہاں کوئی
کام نہیں"۔
شارٹ "یہ بے ضرر ہیں - یقین رکھو - اور
صاف ظاہر ہے کہ یہ ہماری طرز معاش کو
نہیں جانتے - مجھ سے یہ نہ کہو کہ یہ خوبصورت
لڑکی اسی طرح آوارہ گردی کر رہی ہے جیسے
کہ ان دو تین دنوں میں اُسے کرنی پڑی
ہے - میں بہتر جانتا ہوں - اس بوڑھے کے
دماغ میں خلل ہے - کیا تم نے نہیں دیکھا
کہ وہ اس کے لے جانے کو کس قدر بے قرار
ہے - اُس کا منشا ہے کہ کہیں نہ ٹھہریں
میری بات کو سچ جانو - یہ بوڑھا اپنے تعلق
داروں کے پاس سے کھسک آیا ہے - اور
چونکہ یہ لڑکی اس سے بہت مانوس ہے -
اس لئے اُسے اپنی رہ نما بنا رہا ہے -
لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ کہاں جانا ہے -
اس کی حالت بعینہٖ اُس آدمی جیسی ہے جو
چاند میں ہمیں دکھائی دیتا ہے - مجھ سے
یہ نہیں دیکھا جاتا"۔

مسٹر کاڈلن نے اپنی گھڑی دیکھی - اور پھر یہ معلوم کرنے کو کہ کھانے میں کتنی دیر ہے منٹ شمار کئے - اور کہا "تم سے یہ نہیں دیکھا جاتا"؟ +

شارٹ - "ہاں - مجھ سے نہیں دیکھا جاتا کہ یہ خوبصورت لڑکی خراب آدمیوں کے قابو میں آجائے - اس لئے جب وہ ہم سے علیحدہ ہونے لگینگے تو میں انہیں روکنے اور اُن کے تعلق داروں کے حوالے کرنے کا انتظام کرونگا - مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اس وقت تک ان کی تلاش میں اِشتہار دے دیا ہوگا - اور یہ اِشتہار لنڈن کے درو دیوار پر چسپاں ہونگے +

مسٹر کاڈلن - "شارٹ! تمہاری بات بڑی حد تک قرین عقل ہے - تم بڑے دور بین ہو - ممکن ہے کہ اُن کے وارثوں نے اشتہار میں انعام بھی رکھا ہو - اِس صُورت میں یاد رہے ہم دونوں حصّہ دار ہونگے" +

نل اپنی غریبانہ کوٹھری میں سونے کے لئے ابھی لیٹنے نہ پائی تھی - کہ مسٹر کاڈلن کو دروازے پر دیکھ کر چونک اُٹھی +

مسٹر کاڈلن " پیاری فکر کی بات نہیں - ڈرو نہیں - میں تمہارا خیراندیش ہوں - شاید تمہیں یہ سوچنے کا موقع نہیں ملا - دراصل تمہارا خیرخواہ میں ہوں وہ نہیں - شارٹ بیشک اچھا آدمی ہے - لیکن حد سے زیادہ سرگرم ہوجاتا ہے - اور میں حقیقی معنی میں صاف باطن ہوں اور اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا " ؞

نل حیران تھی کہ یہ کیا کہہ رہا ہے - اس لئے کچھ جواب نہ دیا ؞

کاڈلن " اس لئے تم میرے کہنے پر چلو - اور جب تک تم ہمارے ہمسفر ہو - میرے پاس سے جدا نہ ہو - تمہیں تمیز ہونی چاہئے کہ دوست کون ہے - تمہارا خیراندیش کاڈلن ہے شارٹ نہیں - شارٹ بھی موجودہ حالت میں اچھا ہے - لیکن حقیقی خیرخواہ کاڈلن ہے - شارٹ نہیں " ؞

شارٹ اور کاڈلن دونوں اس طرح سائے کی طرف نل کے ساتھ ساتھ تھے کہ غریب لڑکی فی الواقع خوف زدہ ہوگئی - خصوصاً مسٹر کاڈلن کی خلاف دستور توجہ اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی - اس

لئے گھوڑ دوڑ کے میدان کی بھیڑ بھاڑ میں اُنہیں موقع مل گیا - اور وہ ان دونوں کی نظر بچا کر اُن سے علیٰحدہ ہوگئے +

اب ایک بار اور وہ تنہا سفر کر رہے تھے +

چند دن کے بعد اُنہیں سڑک پر بعد دوپہر ایک قافلہ جاتا ہوُا ملا - یہ خانہ بدوشوں کا قافلہ نہ تھا - ایک خوشنما چھوٹا سا گھر پہیّوں پر چل رہا تھا - دروازے میں ایک عیسائی فربہ اندام خاتون آرام سے بیٹھی تھی - سامنے ایک ڈھول رکھا تھا ڈھول پر سفید تولیا بچھا تھا - اور خاتون چائے پی رہی تھی - دادا اور پوتی کو گاڑی کے قریب آہستہ آہستہ پیادہ پا چلتے دیکھ کر اُس نے اُنہیں پکار کر کہا " ہاں میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے اُن کے ساتھ دیکھا تھا - اور اس وقت تمہیں بھانڈوں کے ساتھ دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوُا بھلا وہ بھی کوئی آدمی ہیں - ایسے رذیل اور بدتمیز لوگوں کی طرف تو لوگ دیکھنا بھی نہیں چاہتے" +

نل " بانو ہم اپنی مرضی سے اُن کے ساتھ نہ تھے ہم کو راستہ معلوم نہ تھا - اس لئے ان دونوں نے ازراہ مہربانی ہمیں اپنے ساتھ لے لیا تھا - کیا آپ اُنہیں جانتی ہیں ؟ +

خاتون " جانتی - میں ان کو جانتی ؟ بچی تم ابھی ناتجربہ کار و کم سن ہو - کیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں ان کو جانتی ہوں - کیا اس قافلے سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے - کہ میں انہیں جانتی ہوں" +

نل " نہیں بانو نہیں - میں معافی مانگتی ہوں" +

فربہ اندام عیسائی خاتون نے فوراً اسے معاف کردیا - اور یہ معلوم کرکے کہ مسافر بہت بھوکے ہیں انہیں ایک رکابی دی - جس میں روٹی مکھن اور سور کی ران کے گوشت کا انگلی کے برابر ٹکڑا تھا - پھر جب دیکھا کہ وہ بہت تھکے ماندے ہیں تو انہیں اپنے پاس قافلے میں بٹھا لیا - قافلہ قریب کے قصبے کی طرف جا رہا تھا - جو وہاں سے تقریباً آٹھ میل تھا - چونکہ قافلہ بہت آہستہ جا رہا تھا - اس لئے قافلہ والی نل سے باتیں کرنے لگی - پھر جلدی سے کرمچ کی ایک وصلی نکالی - اور کہا اسے پڑھو - نل نے پڑھا - اس پر لکھا تھا - "جارلے کی مومی تصویریں" +

خاتون " یہ میں ہوں" +

نل " بانو میں نے مومی تصویروں کا تماشا کبھی نہیں دیکھا - کیا یہ بھانڈوں کی نقلوں سے زیادہ ہنسانے والا

ہوتا ہے"۔

مسز چارلے "ہنسانے والا؟ اس کا ظرافت سے کوئی واسطہ نہیں - یہ پُرسکون و شائستہ ہے"۔

دوران سفر میں مسز چارلے نل سے کچھ ایسی مانوس ہوگئی - کہ اُسے ملازم رکھنے کا فیصلہ کر لیا - اور چونکہ نل کو دادا سے علحدہ ہونا گوارا نہ تھا - اس لئے اُس کا دادا بھی اقرارنامے میں شامل کر لیا گیا۔

مسز چارلے "بوڑھے میاں تمہاری پوتی کا صرف یہ کام ہوگا کہ حاضرین کی توجہ ہماری طرف راغب کرے - تمہاری پوتی کی وضع اس قسم کی ہے کہ اس کا اثر ناظرین پر ہمارے حق میں پڑ سکتا ہے لوگوں کو کسی معمولی بات کی طرف نہیں - بلکہ چارلے کے مومی کام کی طرف راغب کرنا ہوگا جو بہت معزز ہے - تمہاری پوتی کا کام نہایت آسان اور شریفانہ ہوگا - اور ہماری نمائش مشہور مقامات مثلاً ایوانوں یا ٹاون ہال میں ہوتی ہے - میدانوں کی کوچہ گردی سے ہمیں کوئی تعلق نہیں داخلے کی شرح صرف چوبیس ہے"۔

نل "بانو! میں اپنی اور دادا جان کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں - آپ نے احسان کیا ہے میں آپ کی ملازمت شکریے کے ساتھ منظور کرتی ہوں"۔

مسز چارلے "اور تمہیں اس بات کا کبھی افسوس نہ ہوگا۔ تم فائدہ اٹھاؤگی۔ یہ بات تو طے ہوگئی۔ اب آؤ کھانا کھائیں" ٭

دوسرے دن علی الصباح قافلہ قصبے میں پہنچ گیا اور مومی اشیا بکسوں سے نکال کر ٹاؤن ہال میں نمائش کے لئے رکھی گئیں۔ مسز چارلے ہال کے وسط میں ایک آرام چوکی پر بیٹھ کر ہدائتیں دینے اور نل کو سمجھانے لگی کہ اس طرح کام کرنا ہوگا وہ اس وقت نمائش کے لہجے میں گفتگو کر رہی تھی ٭

مسز چارلے "دیکھو یہ ملکہ الزبتھ کے زمانے کی بدنصیب خواص ہے۔ چونکہ اس نے اتوار کو چھٹی نہیں کی۔ بلکہ کام کیا۔ اس لئے اس کی انگلی میں سوئی چبھ گئی اور وہ مرگئی۔ دیکھو اُس کی انگلی سے خون کے قطرے گر رہے ہیں۔ یہ اُس زمانے کی سوئی ہے۔ سنہری نالی ہے اس سوئی سے وہ سی پرو رہی تھی ٭

نل کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ قافلہ والی خاتون نہایت شفیق و غمگسار ہے۔ اُسے نہ صرف اپنے بلکہ اوروں کے آرام کا بھی خیال تھا ٭

نل تو اس کے پاس بہت خوش تھی۔ مگر اس نے دیکھا کہ اُس کا دادا روز بروز کم توجہ اور

اداس ہو رہا ہے - کام کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا۔ اور عنقریب کوئی اور آفت آنے والی ہے - ایک دن شام کے وقت وہ اور نل شہر کے باہر ہوا خوری کو گئے - واپسی کے وقت آندھی آگئی اور انہوں نے ایک شراب خانے میں پناہ لی - وہاں قمار باز تاش کھیل رہے تھے - اُنہیں دیکھ کر قمار بازی کی بری خواہش از سر نو تازہ ہوگئی اور دوسرے دن شام کو چپکے سے نکل گیا۔ نل اُسے ڈھونڈنے گئی دیکھا تو وہ خانہ بدوشوں کے خیمے کے پاس بیٹھا بازی لگا کر جوا کھیل رہا اور ہار رہا تھا - نل کے خوف کی انتہا نہ رہی - جب اُس کے دادا نے جواریوں سے وعدہ کیا کہ کل اور روپے لاؤنگا - نل سمجھ گئی کہ دادا چوری کریگا - اس کے بغیر اور کسی طرح اُسے روپیہ نہیں مل سکتا - دادا کو اس فعل سے باز رکھنے کے لئے فرار کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا - چنانچہ وہ اسے لے کر مال لادنے کی ایک ناؤ میں سوار ہوئی اور چل پڑی - دو دن تک وہ کشتی میں رہے - ملاح جن کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے - ناہموار اور شور پُشت انسان تھے - اُن کا سلوک ایک دوسرے سے وحشیانہ

تھا - لیکن مسافروں کے ساتھ ادب سے پیش آتے تھے - کشتی گھاٹ پر پہنچ گئی تو انہوں نے خشکی کا سفر شروع کیا - اب وہ ایسے قصبے میں سے گذر رہے تھے جہاں اُنہیں کوئی نہ جانتا تھا - اور ان کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی - رات کو انہوں نے ایک دروازے کی عمیق گلی میں پناہ لی - یہاں ایک شخص نے جس کا لباس پھٹا پرانا اور دھوئیں سے میلا ہو رہا تھا انہیں دیکھ کر کہا - "آؤ میں تمہیں ایک آتش دان کے پاس لے چلتا ہوں وہاں گرم ہو کر سردی سے تو بچے رہو گے" +

وہ اُنہیں ایسے مقام پر لے گیا جو بالکل تاریک اور دھوئیں سے سیاہ ہو رہا تھا - ہر طرف بلند دودکش تھے - جن سے دن کو تو دُھواں نکل کر وبا کی طرح پھیلتا رہتا تھا - اور رات کو آگ میں تبدیل ہو جاتا تھا - پھر ان انگیٹھیوں سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے تھے +

پژاوے اور آتش دان کی گرم ہوا کے باعث آس پاس کی روئیدگی سوکھ رہی تھی - مرد - عورتیں اور بچے جن کے تن پر چیتھڑے

لٹک رہے اور رنگ زرد تھے ۔ انجنوں کی خبر گیری کر رہے تھے یا بے در گھروں میں سے نیم برہنہ حالت میں ماتھے پر تیوری ڈالے جھانک رہے تھے ۔ اس رات نل اور اُس کا دادا زیر آسمان پڑے تھے ۔ دن بھر دونوں نے ایک پیسے کی روٹی کھائی تھی ۔ اور نل کی حالت بھوک اور کمزوری کی وجہ سے بہت ابتر تھی ۔ رات تو جوں توں کر کے بسر ہوگئی ۔ صبح ہوئی تو نل کی حالت بہت بگڑ گئی ۔ یہاں تک کہ اشتہا مفقود ہوگئی اور جب اُس کا دادا آخری پیسہ جو اُس کے پاس تھا ۔ خرچ کر کے ایک روٹی لایا تو اُس کی طرف دیکھنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا ۔ مگر اس کمزوری کے باوجود وہ برابر چل رہی تھی ۔ لیکن کب تک ۔ آخر جب دادا پوتی اس جگہ پہنچے جہاں قصبہ ختم ہوتا تھا ۔ تو نل زمین پر گر کر بیہوش ہوگئی ۔

جب وہ پہلے پہل گھر سے نکلے تھے تو ان کی واقفیت ایک مدرس سے ہوگئی تھی ۔ اب جب کہ ہر طرف سے مایوسی ہوگئی ۔ اُن کا پرانا واقف مدرس اُن کا دستگیر ہوا ۔

جب غریب نل بے ہوش ہو کر زمین پر گری تو اتفاق سے مدرس ادھر سے گذر رہا تھا - وہ اُسے اُٹھا کر نزدیک ہی ایک سرائے میں لے گیا - شام کے قریب جب نل کو آرام ملا - تو وہ اُٹھ کر بیٹھنے کے قابل ہوگئی +

مدرس "گذشتہ ایام میں جب میں آپ سے ملا تھا تو میری حالت خستہ تھی - اب میں آسودہ اور ایک گاؤں میں جو یہاں سے بہت دور ہے - مدرس و محرر ہوں - میری تنخواہ پینتیس ۳۵ پونڈ سالانہ ہے - تم میرے ساتھ شکرم میں بیٹھ کر میرے گاؤں چلو - وہاں پہنچ کر میں تمہارے گذارے کا انتظام کرد ونگا +

مدرس انہیں اپنے گاؤں میں لے گیا اور اُس کی کوشش سے نل کو ایک اسامی مل گئی - پادری صاحب کو ایک ایسا ملازم درکار تھا جس کے پاس گرجے کی کنجیاں رہیں اور جو گرجا دیکھنے آئے - وہ اسے دکھا دیا کرے - مدرس کی سفارش پر یہ اسامی نل کو مل گئی - لیکن جب نل پادری صاحب کے روبرو پیش ہوئی تو اُس نے شفقت سے اُس کے سر پر

ہاتھ پھیر کر پُر الم مسکراہٹ سے کہا "تیری عمر کی بچی کے لئے پرانا گرجا ایک تاریک و بے رونق مقام ہے - میری خواہش تو یہ ہے کہ میں تمہیں سبزہ زار میں رقص کرتا دیکھوں بجائے اس کے کہ تم رات کی تاریکی میں گرجے کی محرابوں کے نیچے جو ریزہ ریزہ ہو رہی ہیں- بیٹھ کر وقت کاٹو" +

یہ نہایت پُرامن مقام تھا اور گاؤں کے بچے بہت جلد ننھی نل سے مانوس ہو گئے- اب نل اور اُس کے دادا کو فرار کی ضرورت نہ رہی +

لیکن بچی کی طاقت زائل ہو رہی تھی اور وہ جاڑے کا موسم نہ گزار سکی - پیاری - بے ضرر صابر اور شریف نل آخر اس جہان سے رخصت ہو گئی - اس کے ابتدائی تفکرات -اُس کی مصیبتوں اور ماندگیوں کی علامتیں مفقود ہو گئیں - وہ مرنے لگی تو اُس کی بانہیں دادا کی گردن میں تھیں - اور زبان پر یہ فقرہ تھا "خدا تمہیں برکت دے" +

پیرمرد کبھی نہ سمجھا کہ وہ مر گئی ہے - بلکہ یہی کہا کرتا تھا کہ وہ سو رہی ہے - اور کل

آجائیگی ✤

اس روز سے اس کا یہ دستور ہوگیا کہ وہ دن بھر اُس کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر اُس کا انتظار کیا کرتا - او . آہستہ آہستہ کہا کرتا "اے خدا اُسے کل بھیج دے" ✤

آخر ایک دن موسم بہار میں جب وہ مقررہ وقت پر واپس نہ آیا - لوگوں کو اُس کی تلاش ہوئی - دیکھا تو وہ پتھر پر مرا پڑا تھا ✤

۱۱
ڈیوڈ کاپر فیلڈ

ڈیوڈ کاپرفیلڈ

میں جمعہ کو ۱۲ بجے شب بلنڈر سٹون واقع سفک میں عالم ارواح سے کشور اجسام میں آیا میری پیدائش سے پہلے والد کو پیغام اجل آچکا تھا - میرے والد کی آنکھیں بند ہوئے چھ ماہ ہو چکے تھے - کہ میں نے آنکھیں کھولیں - میری ولادت سے پیشتر دن کو بعد دوپہر مس بیٹی ٹراٹ وڈ آئی - یہ میرے والد کی پھپی لگتی تھی - میری والدہ سے کہنے لگی - "تیرے گھر لڑکی ہوگی اور میں اُس کی پرورش کرونگی" +

جب میری پیدائش کا وقت آیا تو یہ انوکھی خاتون موجود تھی - اور لڑکی پیدا ہونے کی منتظر - لیکن جب ڈاکٹر نے اُسے اطلاع دی - کہ لڑکی نہیں لڑکا ہوا ہے - تو اُس نے اپنی چھڑی سے جو اُس کے ہاتھ میں تھی - ڈاکٹر کے سر پر ضرب لگائی - اور لب بستہ ایک ناراض پری کی طرح ایسی گئی کہ پھر کبھی نہ آئی +

جب میں خلائے معصومیت کا تصور کرتا ہوں تو پہلی چیزیں جو صاف دکھائی دیتی ہیں - ایک تو میری والدہ تھی جو جوان اور نہایت خوبصورت تھی - اور دوسری میری دایہ پگٹی جس کی شکل تو کچھ نہ تھی - مگر بازو اور رخسار ایسے سُرخ و سخت تھے کہ میں حیران ہوں - پرندے سیب کو چھوڑ کر انہیں چونچیں کیوں نہ مارتے تھے +

مجھے یاد ہے کہ اتوار کو جب ہم گرجے سے واپس آتے تھے - تو ایک مرد جس کے خوبصورت سیاہ بال اور مونچھیں تھیں ہمارے ساتھ ہوتا تھا - لیکن کسی نہ کسی وجہ سے میں اُسے پسند نہ کرتا تھا - اور مجھے ہاتھ لگاتے وقت اُس کا ہاتھ ضرور میری والدہ کے جسم کو لگتا تھا - لیکن مجھے یہ بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی +

انہیں دنوں کی بات ہے کہ ایک دن جو میں سو کر اُٹھا - تو دیکھا کہ میری والدہ او پگٹی دونوں رو رہی ... بین کر رہی ہیں - مجھے پگٹی کی گفتگو اب تک یاد ہے - اُس نے کہا:-

"ایسا نہ ہو جیسا یہ ہے - مسٹر کاپرفیلڈ ایسے کو کبھی پسند نہ کرتے - میں یہ کہتی ہوں - اور قسم کھاتی ہوں"+

اور میری امّاں نے چلّا کر اور رو کر کہا
"خدا کو مانو - تم مجھے پاگل کر دو گی - جب تم
خوب جانتی ہو - کہ میں بیکس اور بے بس ہوں -
اور میرا کوئی دستگیر نہیں - تو پھر ایسی تلخ باتیں
مجھے کیوں سناتی ہو" ؟

اس کے بعد جو اتوار آیا تو وہی سیاہ مونچھوں
والا مرد ہمارے ساتھ پھرتا تھا - وہ گرجے سے ہمارے
گھر تک آیا - رفتہ رفتہ میں اسے ہر روز دیکھنے
لگا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ اُس کا نام مسٹر مرڈ
سٹون ہے - میں پہلے کی طرح اب بھی اس سے
متنفر تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری والدہ کے
ساتھ رہے ؟

جب میں یارموتھ سے واپس آیا - جہاں مجھے
پگٹی اپنے ساتھ لے گئی تھی - کیونکہ وہ اپنے بھائی
کے پاس دو ہفتہ جا کر رہی تھی - تو مجھے معلوم
ہُوا کہ اماں کا نکاح مسٹر مرڈ سٹون سے ہوگیا ہے
جب میں واپس آیا تو وہ سجے ہوئے کمرے میں
انگیٹھی کے پاس بیٹھے تھے - میں نے مسٹر مرڈ سٹون
سے ہاتھ ملایا - اور پھر کچھ تامل کے بعد جا کر
والدہ کا مُنہ چُوما - میں اپنی والدہ کے چہرے کی
طرف نہ دیکھ سکتا تھا - میں اس شخص کے چہرے

کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ وہ ہم دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر جس قدر جلد ہو سکا میں وہاں سے نکلا۔ رینگتا ہوا اوپر کی منزل میں چلا گیا۔ اور روتے روتے سو گیا ✦

اگر وہ شخص میرے ساتھ لطف و مہر سے پیش آتا۔ میری بچپن کی جہالت کو بہ نظر رحم دیکھتا۔ مجھے گھر آنے پر خوش آمدید کہتا۔ اگر وہ مجھے یقین دلاتا کہ اُس کا گھر میرا گھر ہے تو میں بیشک دل سے اس کا فرمانبردار ہو جاتا اور کبھی ریاکاروں کی طرح ظاہرداری یا اس سے نفرت نہ کرتا ✦

دوسرے دن اُس کی بہن مس مرڈسٹون آگئی۔ وہ بھی اپنے بھائی کی طرح سانولی تھی۔ بھائی اور بہن کی شکل اور آواز یکساں تھی۔ ثابت قدمی ان دونوں کا مسلک تھا۔ اور اس پر انہوں نے اڈا جما لیا ✦

چونکہ مجھے والدہ مسٹر مرڈسٹون کی موجودگی میں سبق پڑھاتی تھی اور اُس کی موجودگی میرے لئے سوہان روح تھی۔ اس لئے میں سبق یاد نہ کر سکتا تھا۔ مجھے سب کچھ بھول جاتا تھا۔ جس طرح دو سانپوں کو دیکھ کر پرند مبہوت ہو جاتا ہے۔ وہی میرا حال اُسے دیکھ کر ہوتا تھا ✦

ایک خوف ناک صبح کو جب مجھے سبق یاد نہ تھا - مسٹر مرڈ سٹون نے مجھے پکڑ کر میرا سر اپنے بازو کے نیچے داب لیا اور مجھے بید لے کر مارنے کو مستعد ہؤا - جونہی اُس نے پہلی ضرب لگائی - میں نے اُس کے ہاتھ کی جس سے اُس نے میرا سر دبا رکھا تھا - انگلی پر کاٹ کھایا - اس پر اس نے مجھے توم کر رکھ دیا - اس طرح مار رہا تھا گویا مار ہی ڈالیگا - آخر میرا بھرکس نکال کر جب وہ چلا گیا تو میں اپنے کمرے میں قید کر دیا گیا - اب مجھے ماں سے ملنے کی اجازت نہ تھی - ہر روز صرف نصف گھنٹے کے لئے باغ میں ٹہلنا ملتا تھا - مس مرڈ سٹون میری پہرہ دار تھی - پانچ دن کی قید کے بعد اُس نے مجھے اطلاع دی کہ تجھ کو بلیک ہیتھ کے سلیم ہوس سکول میں جانا ہے۔

جانے سے پہلے مجھے ماں سے ملنے کی اجازت دیدی گئی - انھوں نے میری والدہ کو یقین دلا رکھا تھا کہ میں بہت شریر ہوں اور بگڑ گیا ہوں - اس لئے اُسے میری فرقت کا اتنا غم نہ تھا - جتنا آوارگی کا۔

سکول میں آئے مجھے دو سال بھی نہ ہوئے تھے

کہ مجھے ماں کے مرنے کی اطلاع پہنچی - اور میں جنازے میں شریک ہونے کو گھر بھیج دیا گیا -
پھر مجھے سلیم ہوس واپس آنا نصیب نہ ہؤا -
مسٹر مرڈ سٹون اور اُس کی بہن نے مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیا - اب حالت یہ تھی کہ میری پڑھائی کا خاتمہ ہوگیا اور قسمت میں یہ لکھا تھا کہ میلا کچیلا رہ کر دیہات میں خاک چھانتا پھروں؛
میری دایہ پگٹی کو موقوفی کا نوٹس مل چکا تھا۔
اور خیال یہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کے پاس یار موتھ چلی جائیگی - لیکن وہ وہاں نہ گئی -
بلکہ خلاف قیاس ایک بوڑھے بہ ُکارے سے جس کا نام بارکس تھا شادی کرلی - جس دن شادی ہوئی - اس نے مجھے کہا " جوانی ہو یا بڑھاپا پیارے ڈیوڈ! جب تک میں زندہ ہوں - اور اس گھر میں رہتی ہوں - یہ گھر تمہارا گھر ہے -
جس طرح اے میری جان میں تیرا چھوٹا کمرہ تیرے لئے آراستہ کیا کرتی تھی - اسی طرح اب کیا کرونگی - یہ سمجھ لے کہ میں تیری منتظر ہوں؛
چند ہفتے تو کسی نے مجھ سے بات تک نہ کی -
اس کے بعد مسٹر مرڈ سٹون نے مجھے کہا " تجھ کو مرڈ سٹون اینڈ گربنی نامی گودام میں کام

کرنا ہوگا - جو تنخواہ تجھے ملے گی وہ تیری خوراک پوشش اور جیب خرچ کے لئے کافی ہوگی - تیری جائے قیام کا کرایہ میں دونگا - اور نہانے دھونے اور پارچات کی دھلائی کا خرچ بھی میرے ذمّے ہوگا - ڈیوڈ سمجھ لو کہ تم سفر حیات شروع کرنے کو لنڈن جا رہے ہو"۔

بہن بولی - "ہاں تمہارے گزارے کا بندوبست کر دیا گیا ہے - اب اپنا فرض پورا کرو"۔

اس طرح میں دس سال کی عمر میں مرڈ سٹون اینڈ گربنی کے گودام میں ایک ادنے خدمت گار کی حیثیّت سے رکھ لیا گیا - یہ گودام بلیک فرابرز میں دریا کے قریب تھا - اس کا مقدم کام یہ تھا کہ یہاں سے بعض جہازوں کو شراب اور جوہر شراب مہیا کیا جاتا تھا - اس گودام میں بے شمار بوتلیں آتی جاتی رہتی تھیں - اور میرا اور مجھ جیسے دیگر نوعمر بچوں کا جو وہاں نوکر تھے - یہ کام تھا کہ ہم اُن بوتلوں کو مانجھتے اور صاف کرتے تھے - اور خالی بوتلیں ختم ہوجانے پر بھری ہوئی بوتلوں پر ٹیبل اور کاگ لگاکر انہیں پیپیو میں بند کرتے تھے ۔

اس کام کے لئے میرے سمیت تین یا چار بچے تھے - سب سے بڑا ملک ویلر تھا - وہ پھٹا ہوُا کوٹ اور کاغذ کی ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ دوسرے لڑکے کو جس کا مجھ سے تعارف کردیا گیا میلے پوٹیٹوز کہتے تھے - کیونکہ اُس کا رنگ آلو کی طرح زردی مائل میلا تھا ؛

ایسے رذیل بچوں کی صحبت میرے لئے عذاب جان تھی کہاں وہ سلیم ہوس کے شائستہ لڑکے اور کہاں یہ جاہل اور اجڈ لونڈے - غرض میں بڑی مصیبت میں تھا - اکثر علی الصباح جب میں تنہا ہوتا تھا - تو بوتلیں دھونے میں میرے آنسو دھووں سے ملتے رہتے تھے - اور مجھ پر ایک عجیب قسم کی رقت طاری ہوجاتی تھی - ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ میرے سینے میں کوئی نقص ہے اور پھٹا چاہتا ہے ؛

میری تنخواہ چھ یا سات شلنگ فی ہفتہ تھی - پہلے چھ شلنگ ملتے تھے پھر سات ہوگئے - اور اس تنخواہ پر مجھے تمام ہفتہ گذارہ کرنا پڑتا - صبح ایک آنے کی روٹی اور ایک آنے کے دودھ پر گذارہ تھا -

یہ میرا ناشتہ تھا - رات کو ایک روٹی پنیر کے ساتھ کھاتا - چونکہ بچہ تھا اس لئے کبھی کبھی باسی مٹھائی نصف قیمت پر خرید لیتا - اور جس دن ایسا کرتا پھر فاقے سے رہنا پڑتا - روٹی کے لئے پیسے نہ بچتے تھے +

اس وقت میری یہ حالت تھی کہ اگر کسی شراب خانے میں جا کر ہونٹ گیلے کرنے کو ایک جام مانگتا - تو میری عمر کے لحاظ سے مجھے صاف جواب ملتا +

اس وقت جو میں اپنی تنگی اور مصیبت کا حال بیان کر رہا ہوں - اس میں مطلق مبالغہ نہیں - اگر مجھے کہیں سے ایک شلنگ مل جاتا تو میں روٹی کھا لیتا یا چائے پی لیتا - میں صبح سے لے کر رات تک کام کرتا تھا - میں میلا کچیلا بچہ تھا - تن پر لتا نہ تھا - گلیوں میں تھومتا پھرا کرتا تھا - پیٹ بھر کے کھانا نہ ملتا تھا - خدا کا شکر ہے کہ میں چور یا جیب کترا یا بدمعاش نہیں بنا +

مسٹر مرڈ سٹون نے فیصلہ کیا کہ میں مسٹر مینکابر کے ساتھ رہا کروں - جو " سٹون اینڈ گربنی " کا کمیشن ایجنٹ تھا - اور وہ وہ مر کے

چوک میں رہتا تھا ٭

مسٹر میکابر ایک فربہ اندام ۔ ادھیڑ شخص تھا ۔ اس کے سر کی کھوپری انڈے کی طرح تھی ۔ کہیں بال کا نشان نہ تھا ۔کوٹ بھوسلا لباس میلا کچیلا ۔ لیکن قمیص کا کالر خوبصورت تھا ۔ ہاتھ میں ہمیشہ لاٹھی رہتی جسے وہ اِدھر اُدھر گھمایا کرتا ۔ لاٹھی کے ساتھ بڑے بڑے زنگ آلود چھبّے لٹکتے تھے ۔ اور کوٹ کے ساتھ ایک چشمہ بطور زیور نمائش کے لئے آویزاں تھا ۔ اسے وہ کبھی استعمال نہ کرتا اور اگر کرتا تو اس میں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ۔ جب میں اس کے گھر پہنچا تو وہ بھی اس کی طرح میلا مگر نمائشی تھا ۔ اُس نے میرا تعارف مسز میکابر سے کرایا جو ایک دبلی مرجھائی ہوئی ادھیڑ عورت تھی ۔ اُس نے بالائے بام پچھواڑے کی طرف مجھے رہنے کو ایک کوٹھری دی ٭

مسز میکابر " شادی سے پہلے مجھے یہ خیال نہ تھا کہ ہمیں کرایہ دار رکھنے کی ضرورت ہو گی ۔ لیکن چونکہ مسٹر میکابر کی مالی حالت اچھی نہیں ۔ اس لئے مجبوری ہے ٭"

میں " بجا ہے بانو " ٭

مسز میکابر " مسٹر میکابر کی تنگ دستی اس وقت ناقابل برداشت ہے - معلوم نہیں کہ یہ کبھی رفع بھی ہوسکے گی یا نہیں - اگر اُس کے قرض خواہ اُسے مہلت نہ دینگے تو آپ ہی اس کا خمیازہ اُٹھائینگے" +

اس بے کسی کے عالم میں مجھے بہت جلد اُن سے دل بستگی ہوگئی - اور جب نازک گھڑی آگئی - مسٹر میکابر مدیون کی حیثیت میں گرفتار ہوگیا - اور اُسے قیدخانے میں لے گئے - تو مسز میکابر بھی اُس کے ساتھ گئی - اور میں نے قیدخانے کے قریب ایک کوٹھڑی لے لی +

آخر مسٹر میکابر نے دیوالیہ کی درخواست دے دی - اور دیوالیہ قرار پاکر رہا ہوگیا - رہائی کے بعد اُس نے پلائی موتھ جانے کا فیصلہ کیا - جہاں بقول مسز میکابر اُس کے کنبے کا کچھ رسوخ تھا +

میں نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ اب یہاں رہنا بے فائدہ ہے - پگٹی نے مجھے بتا رکھا تھا - کہ مِس بیٹسی ڈوور کے قریب کہیں رہتی ہے - لیکن ٹھیک پتہ معلوم نہ تھا - وہی ایک

میری رشتہ دار تھی۔ میں نے اُس کے پاس
جانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور جس دن مسٹر
میکابر اور اُن کی بیوی وہاں سے روانہ ہوئے
اُن کو گاڑی میں بٹھا کر میں بھی چل کھڑا
ہوا چھٹے دن پا پیادہ میں ڈوور کے قریب
جا پہنچا ۔ رستے میں رات کو میں بھوسے
کے انباروں کے نیچے سویا کرتا تھا ۔ خوش
قسمتی سے گرمی کا موسم تھا ۔ اس لئے میں
کوٹ اور واسکٹ بیچ کر روٹی کھاتا رہا ۔
جوتا ٹوٹ گیا اور سر کی ٹوپی کا جو کچلی
اور دبی ہوئی تھی یہ حال تھا ۔ کہ گھورے
پر پڑی ہوئی چٹنی رکھنے کی پرانی پیالی
اس سے بہتر تھی ۔ پاجامے اور قمیص پر
دھوپ ۔ مٹی اور گھاس کی شبنم کے جس
پر میں سوتا تھا ۔ داغ تھے ۔ پچی کے
باغ کے دروازے پر جا کھڑا ہوا تو میری یہ
حالت تھی کہ وہاں کے پرندوں کو مجھے دیکھ
کر ڈر جانا چاہئے تھا ۔ چھ دن سے میرے
بال کنگھی اور برش سے ناآشنا تھے ۔ اس
خستہ حالت میں منتظر تھا ۔ کہ دیکھئے کب
پچی بلاتی ہے ۔

میں کھڑا تھا کہ ایک خاتون گھر سے باہر نکلی - اُس نے سر کی ٹوپی پر ایک رومال باندھ رکھا تھا - ہاتھوں میں دستانے تھے - جو مالی لوگ پہنا کرتے ہیں اور ایک ہاتھ میں چھرا تھا - میری ماں بیان کیا کرتی تھی کہ کیونکر وہ ہمارے ہاں آئی تھی - اس لئے میں نے اُسے چال سے پہچان لیا +

پھپھی (سر ہلا کر) "دور ہو جا یہاں سے - چلا جا - یہاں لڑکوں کے لئے جگہ نہیں" +

یہ کہہ کر وہ باغ کے ایک گوشے کی طرف گئی اور میں چپکا کھڑا دیکھا کیا - پھر مایوس ہو کر آہستہ آہستہ چل کر اُس کے پاس جا کھڑا ہوا +

میں - "پھپھی جان! میں تمہارا بھتیجا ہوں" +

پھپھی "اے خدا" +

وہ ایک روش پر بیٹھ گئی +

میں "میرا نام ڈیوڈ کاپر فیلڈ ہے - اور بلنڈر سٹون کا رہنے والا ہوں - جہاں تم میرے پیدا ہوتے پر آئی تھیں - جب سے میری ماں وفات پاگئی ہے میں سخت مصیبت میں ہوں - مجھے کوئی کام نہیں

سکھایا گیا اور جس کام پر میں لگایا گیا وہ میرے قابل نہیں۔ ناچار وہاں سے بھاگ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور وہ بھی پا پیادہ۔ میں اس سفر میں زمین پر سوتا رہا ہوں .... "

اتنا کہا تھا کہ خودداری نے جواب دے دیا اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میری چچی گھبرا کر معًا اُٹھ کھڑی ہوئی اور میری قمیص کا کالر پکڑ کر اندر لے گئی۔ سب سے پہلے چچی جان نے انکل پیچو دو تین بوتلوں کا عرق میرے حلق میں ڈالا۔ اُس کا مزہ عرق بادیان۔ جھینگا مچھلی کی چٹنی اور سلاد کے مصالح کا تھا۔ پھر مجھے صوفے پر لٹا دیا اور ایک شخص سے جسے وہ مسٹر ڈک کے نام سے پکارتی تھی کہنے پر میرے لئے حمام گرم کرایا۔ مسٹر ڈک ایک خوش شکل سفید مو بوڑھا آدمی تھا۔ حمام کے بعد میں نے مسٹر ڈک کا ایک جوڑا پہنا اور دو تین بڑے بڑے دوشالے لپیٹ کر سو گیا۔

یہ مجھے متبنّٰی بنانے کا آغاز تھا۔ پھر میری چچی نے مسٹر مرڈ سٹون اور اُس کی بہن کو

خط لکھا - چند دن کے بعد وہ دونوں آ گئے۔ اور پچی نے ان کی خوب ہی خبر لی ÷

مسٹر مرڈ سٹون نے کہا - "میں اس لڑکے کو بلا کسی شرط کے واپس لے جانے کو تیار ہوں - اگر یہ واپس میرے ساتھ نہ جائیگا۔ تو آئندہ کبھی میرے گھر نہیں آسکتا" ÷

پچی " لڑکے سے پوچھو - اُس کی کیا مرضی ہے ڈیوڈ کیا تم جانے کو تیار ہو؟ " ÷

میں " نہیں پچی - میرے والد کا واسطہ - مجھے نہ بھیجو - اور میری دستگیری کرو" ÷

پچی " مسٹر ڈک میں کیا کروں" ÷

مسٹر ڈک نے پہلے تو کچھ تامل کیا - آخر اُس کا چہرہ دمکنے لگا - اور اُس نے کہا - درزی کو بلا کر حکم دو کہ اس کا ناپ لے کر فوراً کپڑوں کا ایک جوڑا سی دے ÷

پچی " مسٹر ڈک ہاتھ لاؤ - واقعی تمہاری عقل بیش بہا ہے - اور تم مسٹر مرڈ سٹون جب چاہو یہاں سے چلے جاؤ - میں اس بچے کو موقع دینا چاہتی ہوں" ÷

یہ کہا اور پچی نے مجھے اپنی طرف کھینچ کر پاس بٹھا لیا ÷

جب مسٹر مرڈ سٹون اور اُس کی بہن چلے گئے۔ تو میری چچی نے کہا۔ "میں اور مسٹر ڈک دونوں تمہارے مشترک سربراہ ہونگے۔ اور آج سے تمہارا نام ٹراٹ ووٹ کاپرفیلڈ ہے"۔

پس میں نے اپنی نئی زندگی نئے نام سے شروع کی۔

میری چچی نے مجھے کنٹر بری کے سکول میں داخل کرا دیا۔ اور چونکہ بورڈنگ ہوس میں جگہ نہ تھی تجویز یہ ہوئی کہ میں اُس کے پرانے قانونی مشیر مسٹر وک فیلڈ کے ساتھ رہا کروں۔ اس انتظام سے میری چچی اور میں دونوں خوش تھے۔ مسٹر وک فیلڈ کا گھر شور و غل سے پاک تھا۔ اور گھر کی منتظمہ اس کی بیٹی اگنیز تھی۔ جو میری ہم عمر تھی۔ جس کا چہرہ ہنستا ہوا اور منور تھا۔ اور بالکل اپنی ماں کی تصویر کی جو سیڑھیوں میں آویزاں تھی۔ ہم شکل تھی۔ اس گھر میں جو آرام اور امن تھا۔ وہ مجھے نہیں بھولتا اور کبھی نہیں بھولیگا۔

کنٹر بری کا سکول ہر طرح سلیم ہوس سے

بہتر تھا - سلیم ہوس کے ہم عمر ہم جماعتوں سے جدا ہوئے مجھے عرصہ ہوچکا تھا - اس کے بعد چونکہ میرے ہم نشین مک ڈاکٹر اور میلے پٹیٹوز جیسے لونڈے تھے - اس لئے اب جو میں نے شائستہ و شستہ ہم عمر ہم مکتب دیکھے تو مجھے بڑی حیرت ہوئی - جو کچھ میں نے پہلے پڑھا تھا وہ سب بھول چکا تھا اس لئے جب میرا امتحان لیا گیا تو مجھے کچھ نہ آتا تھا - چنانچہ مجھے سب سے آخری جماعت میں داخل کیا گیا - لیکن دو ہی ہفتوں میں میری وحشت دور ہوگئی - سکول میں میرا جی لگ گیا - اور کئی طلبہ میرے دوست بن گئے ؛

جب چچی جان مجھے مسٹر وک فیلڈ کے ہاں چھوڑ کر گھر جانے لگی - تو مجھے مخاطب کرکے بولی :-

" اپنے لئے - میرے لئے اور مسٹر ڈک کے لئے باعث فخر ہوتا - خدا تیرا محافظ و نگہبان ہوگا - دیکھنا - کمینہ - بے وفا اور بے رحم کبھی نہ ہونا - ان برائیوں سے ضرور پرہیز کرنا - میری بہت سی امیدیں تجھ سے

وابستہ ہیں - اب دروازے پر سواری آگئی ہے - اور میں رخصت ہوتی ہوں "*

پھر وہ مجھ سے بغل گیر ہوئی - اور جلد گھر سے باہر چلی گئی - کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اس نے دروازہ بند کردیا *

میں نے کھڑکی سے جھانک کر گلی میں دیکھا تو وہ بہت آزردہ دکھائی دیتی تھی - وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور گاڑی روانہ ہوگئی - لیکن اُس نے سر اٹھا کر نہ دیکھا *

اریا ہیپ کو میں نے پہلی مرتبہ مسٹر وک فیلڈ کے مکان میں اس دن دیکھا جب چچی مجھے وہاں لے گئی - اس وقت اس کی عمر پندرہ سال کی تھی - اور اُس کے بال سُرخ تھے - لیکن وہ اپنی عمر سے بہت بڑا معلوم ہوتا تھا - بال خشخاشی تھے اور آنکھیں اور پلکیں بھوسلی سرخی مائل تھیں - شانے بلند اور جسم مضبوط تھا - اس نے سیاہ لباس فاخرہ پہن رکھا تھا - گلے کا رومال سفید تھا - کوٹ کے بٹن گردن تک تھے - اور لمبے پتلے ہاتھ انسانی پنجر کے ہاتھوں سے متشابہ تھے - ہیپ

مسٹر وک فیلڈ کا کلرک تھا - میں اُسے
چھوٹے گول دفتر میں اکثر شام کے وقت
مطالعہ کرتے دیکھتا - اور اس سے باتیں
کیا کرتا تھا +
ایک دن رات کو اُس نے مجھ سے کہا۔
"میں دفتر کا کام نہیں کرتا - بلکہ قانونی
معلومات بڑھاتا ہوں " میں نے تھوڑی دیر
اس کی طرف دیکھ کر کہا
میں " میرے خیال میں تم ایک بڑے قانون
دان ہو" +
ہیپ " میں ! ماسٹر کاپر فیلڈ ؟ نہیں نہیں -
میں تو ایک نہایت عاجز و ناچیز انسان
ہوں - مجھے خوب معلوم ہے کہ خواہ اور
کوئی کیسا ہو - میں تو بہت ناچیز ہوں -
میری والدہ بھی میری طرح بہت مسکین
ہے - ہم ایک غریبانہ گھر میں رہتے
ہیں - لیکن خدا کا شکر ہے - میرا والد
بھی مسکین تھا - وہ گرجا کا متولی تھا" +
میں " اور اب وہ کیا ہے " +
ہیپ " وہ اس وقت شریک جلال ہے ماسٹر
کاپر فیلڈ - لیکن ہم خدا کے بہت

شکر گزار ہیں - اس کا کس قدر احسان
ہے - کہ میں مسٹر وک فیلڈ کے ساتھ
رہتا ہوں" +
میں " کیا تم یہاں مدت سے رہتے ہو"؟ +
ہیپ " مجھے یہاں چار سال ہوگئے ہیں -
جب سے میرے والد نے انتقال کیا میں
یہیں ہوں - یہ سب خدا کا فضل و کرم
اور مسٹر وک فیلڈ کا احسان ہے" کہ مجھے
اپنے پیشہ میں داخل کرلیا - ورنہ میری
والدہ اور مجھ جیسے مفلس کے لئے یہ
ناممکن تھا" +
میں " جس وقت تم باقاعدہ وکیل ہوگئے -
تو امید ہے کہ تم ایک نہ ایک دن مسٹر
وک فیلڈ کی فرم کے حصہ دار ہوجاؤگے
اور پھر اس فرم کا نام " وک فیلڈ
اینڈ ہیپ " یا " ہیپ سابق وک فیلڈ"
رکھا جائیگا +
ہیپ " آہ! نہیں ماسٹر کاپر فیلڈ - میں
بہت ناچیز ہوں - ایسا نہیں ہوسکتا" +
پانچ چھ سال کے بعد پھر جو مجھے اُس
سے لندن میں ملنے کا اتفاق ہوا - تو اُس

نے میری پیشین گوئی مجھے یاد دلائی ۔
اگنیز نے جیسا کہ میں نے بھی بھانپ لیا
کہا ۔ " مسٹر وک فیلڈ میں بتدریج تبدیلی
ہو رہی ہے " وہ اب زیادہ شراب پینے
کا عادی ہوگیا تھا اور جب نشے میں اس
کے ہاتھ کانپنے لگتے اور طاقت گویائی میں
فرق آجاتا تو ہیپ اس کے معاملات پیش
کرتا تھا ۔ اگنیز نے مجھے آگاہ کردیا تھا
کہ یہ شخص ایسی چال چل رہا ہے کہ اب
والد کا اس کے بغیر گذارہ ناممکن ہے ۔ وہ
عیار اور چوکس ہے ۔ اُسے ابّا جان کی
کمزوریاں معلوم ہیں اور اُن کو ترقی دے
کر اس نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے ۔ اب
ابّا اس سے ڈرتے ہیں" ۔

یہ سُن کر مجھے بہت غصہ آیا ۔ میں نے
چاہا کہ اس کا عملاً اظہار کروں ۔ لیکن اگنیز
نے مجھے روک کر کہا ۔ " یہ بات ابّا کے حق
میں باعثِ نقصان ہوگی" ۔

" تم بھی کوئی پیغمبر ہو ماسٹر کاپر فیلڈ"
اریا نے کہا ۔ اور مجھے میری پیشین گوئی
یاد دلائی " شاید تمہیں وہ اس وقت یاد نہ

ہو - لیکن عاجز لوگ ایسی باتیں یاد رکھا کرتے ہیں - عاجز سے عاجز انسان بھی بہتری کا ذریعہ ہو سکتا ہے - میں خوش ہوں کہ میری وجہ سے مسٹر وک فیلڈ کو فائدہ پہنچا ہے - اور امید ہے کہ ابھی اور پہنچیگا - آہ وہ کس قدر قابل انسان ہے - لیکن کچھ عرصے سے بہت بے احتیاط ہے "

پھر جب اُس بدمعاش نے مجھے بتایا کہ وہ اس زمین کا پرستار ہے جس پر اگنیز قدم رکھتی ہے - اور اُسے یقین ہے کہ وہ اس پر مہربان ہو جائیگی - کیونکہ وہ اس کے والد کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا ہے - تو میں بے اختیار ہو گیا - قریب تھا کہ میں آگ ہٹانے کا آلہ جو آگ میں اس وقت سرخ ہو رہا تھا اُٹھا کر اُس کا کام تمام کر دوں مگر میں نے اگنیز کی خاطر اپنے آپ کو بمشکل روکا - اور اس بات کا اُسے کچھ جواب نہ دیا +

انجام کار اریا ہیپ کی تمام فریب کاری میرے پُرانے دوست مسٹر میکابر نے تہ و بالا کر دی +

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میکابر تلاش روزگار

میں کنٹربری آنکلا - اور مجھے اس وقت ملا۔ جب میں ہیپ کے ساتھ تھا - بعد ازاں ہیپ نے اُسے بائیس شلنگ چھ پنس ہفتہ وار پر کلرک رکھ لیا +

مسٹر میکابر کو پتہ چل گیا کہ وہ جعل ساز ہے - اور مسٹر وک فیلڈ کے جعلی دستخط بنا کر میری پچی اور دوسرے موکلوں کا بہت سا روپیہ خورد برد کر گیا ہے - یہ جعل سازی اُس نے پکڑ لی اور آخرکار اریا ہیپ کو جیساکہ وہ کہا کرتا تھا - چکنا چور کر دیا +

چونکہ مسٹر میکابر پھر مالی مشکلات میں مبتلا تھا - اس لئے میری پچی نے جو اُس کی اب بہت ممنون تھی - اُسے صلاح دی۔ کہ تم آسٹریلیا کو ہجرت کر جاؤ - اور یہ مشورہ اُس نے منظور کر لیا +

پچی " مجھے یقین ہے - مسز میکابر ! کہ وہاں کی آب و ہوا صحت بخش ہے - لیکن سوال یہ ہے کہ آیا مسٹر میکابر جیسی قابلیت کے آدمی کے لئے وہاں صاحب اقبال ہونا ممکن ہے ؟ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ شروع شروع میں گورنر ہو جائے - لیکن وہاں ایسے ذرائع

ہیں کہ اُس جیسا انسان ترقی کرسکتا ہے۔
میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ وہاں جانا
مفید ہوگا" +
لیکن ہیپ کی شکست اور میکابر کی روانگی
میرے عالم شباب کی باتیں ہیں - اب سکول
کے زمانے کا حال بھی سن لو کہ بچپن سے
جوانی تک میں نے کیا کچھ کیا +
مجھے خبر بھی نہیں ہوتی اور وقت گزر رہا
ہے - اب میں سکول کے طلبہ کا سب سے
اعلٰے طالب علم ہوں - مجھے اپنا بچپن اور
بچپن کی تکلیفیں یاد ہیں - اس لئے میں اُن سے
بڑی ہمدردی کرتا ہوں +
اور وہ چھوٹی لڑکی جسے میں نے پہلے دن
مسٹر وک فیلڈ کے گھر دیکھا تھا - کہاں ہے -
وہ اب لڑکی نہیں - اس کی جگہ اب گھر
میں ایک جوان عورت کام کاج میں مشغول ہے
یعنی میری پیاری بہن - میری مشیر اور میری
رہنما اب جوان عورت ہے +
اب وہ وقت ہے کہ میں کوئی پیشہ اختیار
کروں - میری چچی کی یہ تجویز ہے کہ ڈاکٹرز کامنز
کی عدالت کا وکیل بنوں - تحقیقات سے معلوم

ہؤا ہے کہ ڈاکٹرزکامنز ایک خزاں رسیدہ عدالت ہے - جس کا اجلاس سینٹ پال کے گرجے کے قریب ہوتا ہے - اور یہاں لوگوں کی شادیوں - وصیتوں - اور جہازوں اور کشتیوں کے تنازعات کے مقدمات ہوتے ہیں +

میں اس عدالت کی وکالت کا ڈپلوما حاصل کرنے کے لئے امیدوار بن چکا ہوں - لیکن روپے کی ضرورت ہے اور میری پھپھی کا تمام روپیہ اُس کی اپنی غفلت کی وجہ سے نہیں بلکہ اریا ہیپ کی شرارت کے باعث ضائع ہوچکا ہے - اس لئے میں نے درخواست دے دی ہے کہ میرا نام خارج کردیا جائے - لیکن مسٹر جارکنس نہیں مانتا وہ کہتا ہے - نہیں تم ضرور وکیل بنو +

کئی برس گزر گئے ہیں +

اب میں بالغ ہوں اور اکیس سال کی عمر ہوگئی ہے - بھلا دیکھوں تو سہی - میں نے کیا کچھ حاصل کیا ہے! +

چونکہ میرا ارادہ تھا کہ کوئی ایسا کام کروں - جس سے روپے کما سکوں - اس لئے میں نے مختصر نویسی سیکھ لی ہے - اور روزانہ اخبار کے لئے پارلیمنٹ کی تقریروں اور بحث کی رپورٹ

بھیجتا رہتا ہوں - میری آمدنی بہت معقول ہے - ہر رات میں پیشینگوئیاں لکھتا ہوں لیکن وہ پوری نہیں ہوتیں - میرے خواب عملی صورت اختیار نہیں کرتے بلکہ اُن سے پریشانی اور زیادہ ہوتی ہے +

اب میں نے تصنیف و تالیف کا خیال کیا ہے - میں ڈر رہا اور کانپ رہا ہوں - میں نے کچھ لکھا ہے اور مخفی طور پر ایک رسالے میں بھیجا ہے - میری تحریر شائع ہوگئی ہے - اب میرا حوصلہ بڑھ گیا ہے اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہوں +

میری مثل مکمل ہوچکی ہے +

پگٹی اب بیوہ ہے اور میری پھپھی جان کے ساتھ رہتی ہے اور اس وقت مسٹر ڈک بھی کمرے میں موجود ہے +

"خدا مجھے نیکی کی ہدایت دے" میری پھپھی کہتی ہے "یہ کون ہے جسے تم اپنے ساتھ لائے ہو؟" +

میں "یہ اگنیز ہے" +

دو ہفتے کے اندر اندر اب ہماری شادی ہوجائیگی - جب میں نے اگنیز سے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے تو اس نے اپنے ملائم ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دئے اور جواب دیا کہ مجھے تو تمام عمر تم سے محبت رہی ہے +

۱۲
سختی کے ایّام

فقط

سختی کے ایّام

ٹامس گریڈ گرائنڈ جناب! انسان واقعات شمار جناب! جس کی جیب میں ہر وقت ایک رول اور ایک ترازو رہتا ہے۔ تاکہ خصلت انسانی کے ہر پارسل کو تول اور ماپ سکے اور تمہیں اس کا ٹھیک ٹھیک وزن بتا سکے۔

ان الفاظ میں مسٹر گریڈ گرائنڈ ذہنی طور پر اپنے خاص حلقۂ واقفیت اور عوام الناس میں اپنا تعارف کراتا تھا۔ ان الفاظ میں ٹامس گریڈ گرائنڈ اپنے آپ کو مدرس اور بچوں کے سامنے پیش کرتا تھا۔

یہ اُس کا مدرسہ تھا اور وہ ایسے ماڈل یعنی نمونہ بنانا چاہتا تھا۔

"میں واقعات چاہتا ہوں۔ ان لڑکوں اور لڑکیوں کو صرف واقعات سکھاؤ اور کچھ نہ سکھاؤ اس زندگی میں صرف واقعات کی ضرورت ہے۔ تم حیوانوں کا دل جن میں بحث کی طاقت ہے۔

واقعات پر بنا سکتے ہو - اس اصول پر میں اپنے بچوں کی پرورش کر رہا ہوں - اور اسی اصول پر ان بچوں کی بھی - واقعات پر قائم رہو جناب "+

مسٹر گرنڈ گرائینڈ ٹھہر گیا - یہ دیکھنے کو کہ مدرس ماڈل سبق کیونکر پڑھاتا ہے - اور جب وہ پڑھا چکا تو گھر کی طرف نہایت اطمینان کے ساتھ روانہ ہوُا +

گریڈ گرائینڈ کے پانچ بچے تھے - اور ان میں سے ہر ایک اعجوبہ تھا - ابھی وہ معصوم تھے کہ انہیں لکچر دئے جانے شروع ہو گئے - جونہی وہ دوڑنے کے قابل ہوئے انہیں خرگوشوں کی طرح دوڑنا اور لکچر کے کمرے میں دوڑ کر جانا سکھایا گیا +

مسٹر گریڈ گرائینڈ گھر کی طرف جس کا نام سٹون لاج تھا - گام زن ہوُا - یہ گھر کوک ٹاون سے ایک دو میل کے فاصلے پر ایک دلدل کے قریب واقع تھا - قصبے کی حد پر ایک سفری سرکس نے خیمہ نصب کر رکھا تھا - مسٹر گریڈ گرائیند بہت حیران ہوُا جب اُس نے دیکھا کہ اُس کی بڑی بیٹی لویسہ اور بڑا بیٹا ٹامس

خیمے کے پچھواڑے کھڑے جھانک کر اندر کا تماشہ دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ٭
مسٹر گریڈ گرائنڈ نے ان دونوں قصور وار بچوں کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور کہا " لوبیسہ - ٹامس " ٭
لوبیسہ " میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ کیا چیز ہے - میں بھائی کو یہاں لائی تھی - ابا میں تنگ آگئی تھی - میں مدت سے تنگ آگئی ہوں " ٭
والد " (حیران ہوکر) کس سے تنگ آگئی ہو ٭
لوبیسہ " یہ مجھے معلوم نہیں کہ کس سے - میرا خیال ہے کہ ہر چیز سے " ٭
پھر سب خاموشی سے چلتے رہے - نصف میل کے قریب خاموشی سے جاکر باپ نے پھر مُہر سکوت کو توڑا اور سنجیدگی سے کہا " لوبیسہ ! میرے بہترین خیر خواہ کیا کہینگے - مسٹر باونڈر بی کیا کہیگا ؟ " گھر پہنچنے تک وہ راستہ بھر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہی کہتا آیا " مسٹر باونڈر بی کیا کہیگا " ٭
جب وہ گھر پہنچے تو مسٹر باونڈر بی پہلے ہی موجود تھا - وہ آگ کے سامنے کھڑا اپنی سالگرہ پر تقریر

کر رہا تھا ۔ مسز گریڈ گرائینڈ کو مغلوب کرنے کے لئے یہ اونچا مقام تھا ۔ اُس کی بلند آہنگ تقریر کا مضمون اپنی زندگی کی ابتدائی مشکلات تھا ۔ اور جب اُس کا عملی دوست دو گناہگاروں کو لے کر آیا تو وہ خاموش ہوگیا ۔ اور پھر بھبک کر بولا ۔ بات کیا ہے ۔ کیا ہوا ۔ نوعمر ٹامس کیوں اداس ہے ۔ وہ ذکر تو ٹامس کا کر رہا تھا ۔ لیکن نظر لویسہ کی طرف تھی ۔

لویسہ نے نخوت کے ساتھ کہا ۔ ہم سرکس کے خیمے میں جھانک رہے تھے ۔ اور ابّا نے ہمیں پکڑ لیا ۔

" اور مسز گریڈ گرائینڈ " اُس کے شوہر نے تکبر سے کہا " اس کے بعد کہا ۔ مجھے اپنے بچوں کو نظم پڑھتے دیکھنا ہے " ۔

" میری توبہ " مسز گریڈ گرائینڈ نے ٹھنک کر کہا " لویسہ اور ٹامس تم نے کیا کیا ۔ میں تم پر تعجب کر رہی ہوں ۔ تم جیسے بچوں کی موجودگی میں اگر کوئی کہے کہ افسوس کرتا ہوں ۔ میرے ہاں اولاد کیوں ہوئی ۔ تو وہ سچا ہے ۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں بھی کہوں ۔ میرے ہاں کیوں بچے ہوئے ۔ کیا تمہیں گھر میں کوئی کام نہ تھا کہ تم سرکس دیکھنے چلے گئے ۔ مجھے ان امور واقع میں سے نصفت بھی یاد

نہیں ہیں جو اس گھر میں تمہاری توجہ کے محتاج ہیں" ۔

لوئیسہ نے منہ پھلا کر کہا "یہی وجہ ہے" ۔

مسٹر گریڈ گرائینڈ "مجھے وجہ نہ بتاؤ کیونکہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ جاؤ کوئی بات امر واقع کی کرو" ۔

مسٹر گریڈ گرائینڈ کا دستور تھا کہ جب کبھی وہ اپنے بچوں کو رخصت کرتی تھی تو کوئی خاص کام اُن کے سپرد نہیں کیا کرتی تھی ۔

مسٹر جونز یا باونڈر بی اور مسٹر گریڈ گرائینڈ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے دونوں سوز دل سے محروم تھے۔ اس لئے دونوں میں گہری دوستی تھی ۔

مسٹر جونز یا باونڈر بی بڑا دولتمند تھا۔ وہ ساہوکار سوداگر۔ کارخانہ دار غرض سب کچھ تھا۔ وہ ایک دراز قد بلند آواز انسان تھا۔ آواز سخت اور کرخت تھی۔ حد درجہ کا شیخی خورا اور خود پسند تھا۔ اور ہمیشہ کرخت آواز میں کیونکہ اُس کا گلا بجائے خود ایک پیتل کی تُرہی تھا۔ اپنی ابتدائی جہالت و مفلسی کا اعلان کیا کرتا تھا۔ نوع آدم میں وہ ایک کلہ دراز لڑا کا انسان تھا ۔

اسے یہ ظاہر کرنے کا شوق تھا کہ وہ ایک خندق میں پیدا ہوا تھا۔ اُس کی ماں اُسے چھوڑ کر

چلی گئی تھی - وہ نانی کے پاس رہا کرتا تھا - جو اُسے بھوکا رکھتی اور مارتی تھی - اس لئے وہ اس کے پاس سے بھاگ کر خانہ بدوش ہوگیا - وہ کہا کرتا تھا - میں چاہتا تھا - کہ کوئی میری مدد کرے لیکن کسی نے نہ کی - پہلے خانہ بدوش تھا - پھر مزدور - پھر قلی - پھر محرر - پھر چیف مینجر - پھر چھوٹا حصہ دار اور آخرکار جوزیا باؤنڈر بی آف کوک ٹاؤن ہوگیا ❊

لیکن یہ ابتدائی زندگی کا راز بعد ازاں آشکارا ہوگیا تھا - در اصل بات یہ تھی کہ اُس کی والدہ ایک معزز بوڑھی عورت تھی - جسے وہ تیس پونڈ سالانہ پنشن دیتا تھا مگر اس شرط پر کہ وہ کبھی اُس کے پاس نہ آئے - نہ اس سے کسی قسم کی راہ و رسم رکھے - اس معزز خاتون نے ہر قسم کی تنگی ترشی برداشت کرکے اُسے لکھایا پڑھایا - پھر ایک تجارتی کارخانے میں امید وار رکھوا دیا - اس سے وہ بتدریج بہت بڑا دولتمند بن گیا ❊

مسٹر باونڈر بی اپنے اہل کاروں کے ساتھ کبھی فیاضی سے پیش نہ آتا - اگر کوئی شکایت کرتا تو کہا کرتا - یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کو

چھ گھوڑوں کی گاڑی سواری کے لئے اور کچھوے
کا شوربا اور ہرن کا گوشت سونے کے چمچے
سے کھانے کو ملے +

جب وقت گذرتا گیا اور ٹامس گریڈ گرائنڈ
اتنا بڑا ہوگیا کہ وہ باونڈر بینک میں شامل
ہو سکے تو باونڈر.بی نے فیصلہ کیا - کہ اب
لویسہ کی شادی ہوجانی چاہئے +

مسٹر گریڈ گرائنڈ اب کوک ٹاون کی طرف
سے پارلیمنٹ کا منبر تھا - اس نے اپنی بیٹی سے
مسٹر باونڈر.بی کا ارادہ ظاہر کیا +

باپ " بیٹی میری پیاری بیٹی - تمہاری نسبت
میرے پاس شادی کی درخواست آئی ہے +
یہ کہ کر اُس نے جواب کا انتظار کیا - لیکن
بیٹی کچھ نہ بولی +

باپ " مختصر یہ کہ مسٹر باونڈر.بی مدت سے منتظر
تھا کہ تم جوان ہوجاؤ اور وہ تمہارا خواستگار
ہو - اب وہ وقت آگیا ہے اور اس نے
درخواست کردی ہے اور ملتجی ہے کہ میں
تمہیں آگاہ کردوں " +

بیٹی " ابا کیا تمہارا خیال ہے کہ مجھے مسٹر باونڈر
بی سے محبت ہے "؟ +

باپ اس سوال سے جس کی اُسے امید نہ تھی ۔ بہت ہی جھنپا ۔

باپ "بیٹی اس کا جواب بھلا میں کیونکر دے سکتا ہوں" ۔

بیٹی "ابّا کیا تم چاہتے ہو کہ میں مسٹر باونڈر.بی سے محبت کروں" ۔

باپ "نہیں بیٹی میں یہ نہیں کہتا" ۔

بیٹی "ابّا کیا مسٹر باونڈر.بی کہتا ہے کہ میں اس سے محبت کروں" ۔

باپ "بیٹی تمہارے سوال کا جواب دینا مشکل ہے ۔ کیونکہ جواب کا انحصار فی الواقع ان معنی میں ہے ۔ جن میں ہم یہ فقرہ استعمال کریں ۔ مسٹر باونڈر.بی کو یہ دعویٰ نہیں کہ وہ پُر درد انسان ہے ۔ میری نصیحت یہ ہے کہ تم اس سوال پر بہ حیثیت امر واقع غور کرو اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعات مقدمہ کیا ہیں علی الحساب اب تمہاری عمر چوبیس سال کی ہے ۔ مسٹر باونڈر.بی عمر کے لحاظ سے علی الحساب پچاس سال کا ہے ۔ البتہ عمر میں کچھ تفاوت ہے ۔ لیکن رتبے اور حیثیت میں کوئی فرق نہیں ۔ بلکہ بہت بڑی

مناسبت ہے - اگر صرف امر واقع پر غور کیا جائے - تو اس کے متعلق سوال یہ ہے - کہ کیا مسٹر باونڈربی نے شادی کی درخواست کی ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں کی ہے ٭

لویسہ (بڑے غور کے بعد) "تو کیا میں اس سے شادی کر لوں - کیا میں اس سے شادی کر لوں"؟ ٭

پیشتر اس کے کہ لویسہ پھر بولے کچھ عرصے تک دونوں خاموش رہے - یہ اسے یاد تھا کہ زندگی چند روزہ ہے - اور اُس کا بھائی اسے کہہ چکا تھا کہ اگر تم باونڈربی سے شادی کر لوگی تو میرے حق میں بہتر ہوگا ٭

"چونکہ زندگی چند روزہ ہے" اُس نے بلند آواز سے کہا "میں چاہتی ہوں کہ جو بھی مجھ سے ہو سکے اور جس کے بھی میں قابل ہوں وہ کر جاؤں - اس میں کیا مضائقہ ہے مسٹر باونڈر بھی شادی کی درخواست کرتا ہے بہت اچھا یوں ہی سہی - چونکہ وہ مجھے ان حالات میں قبول کرتا ہے - میں اس کے ایجاب کو قبول کرتی ہوں - ابا جس وقت

آپ کی مرضی ہو اُسے کہ دیں - کہ یہ میرا جواب ہے - لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے - حرف بہ حرف کہدینا - یہ میری خواہش ہے کہ وہ اصلیت سے آگاہ ہو جائے"۔

باپ "بہت مناسب ہے - ہمیشہ کسی بات کا اخفا نہ ہونا چاہئے - میں تمہاری مناسب درخواست کو پیش نظر رکھونگا - کیا شادی کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہو - کونسی تاریخ مقرر ہو؟"۔

لوبیسہ "نہیں ابا - چاہے کوئی تاریخ ہو - مجھے عذر نہیں"۔

پھر وہ گول کمرے میں گئے اور مسٹر گریڈ گرائنڈ نے کہا - "آپ کی بیٹی اب مسز باونڈربی ہے"۔

مسز گریڈ گرائنڈ "اچھا تم نے فیصلہ کر دیا - میری پیاری بیٹی مبارک ہو - میں بہت خوش ہوئی - امید ہے کہ تم اپنی امر واقع کی تعلیم سے فائدہ اٹھاوگی - اب مجھے صبح - دوپہر اور شام کو یہی فکر رہا کریگی - کہ اُسے کس نام سے پکاروں - ؟"۔

مسٹر گریڈ گرائنڈ "مسز گریڈ گرائنڈ - میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا"۔

مسنر گرانڈ" میں پوچھتی ہوں کہ جس وقت
اُس کی شادی لویسہ سے ہوگئی تو پھر اُسے
کس نام سے پکارا کروں ۔ آخر کسی نام
سے تو پکارنا ہوگا ۔ بے نام تو ہر وقت
بات چیت ناممکن ہے ۔ میں اُسے جوزیا
نہیں کہہ سکتی یہ نام مجھ سے نہیں لیا جاتا
تم خود جانتے ہو تمہیں یہ بھی منظور نہ ہوگا۔
جب وہ میرا داماد ہوگا تو میں اُسے مسٹر
بھی نہیں کہہ سکتی ؎

چونکہ اس چیستان کا جواب نہ تھا۔اس لئے
مسٹر گریڈ گرانڈ اُٹھ کر خواب گاہ میں چلا گیا ؎

آخر شادی کا دن آگیا اور رسوم نکاح
ہوچکیں ۔ تو دولہا نے فراغت طعام کے بعد
حاضرین اور براتیوں سے بدیں الفاظ خطاب کیا
" حاضرین ۔ میں جوزیا باونڈر۔بی آف کوک
ٹاون ہوں ۔ چونکہ آپ نے میری عزت
افزائی کی ہے اور میری اور میری بیوی کی
صحت کا جام نوش کیا ہے ۔ اس لئے آپ
کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے ۔ اگر تقریر
کی ضرورت ہے تو میرا دوست اور خسر ٹام گریڈ
گرانڈ پارلیمنٹ کا ممبر ہے ۔آپ نے خود ذکر

فرمایا ہے کہ آج میری شادی اس کی دختر سے
ہوئی ہے اور میں خوش ہوں کہ ہوئی ہے ۔
میرے ہاتھوں میں اس نے ہوش سنبھالا ہے ۔
مجھے یقین ہے کہ وہ میرے قابل ہے اور ساتھ
ہی مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میں اس کے
قابل ہوں ۔ اس لئے میں آپ کی نیک خواہشوں
کا ممنون ہوں" ۔

اس فصیح و بلیغ تقریر کے بعد دولہا دلہن
وہاں سے روانہ ہوگئے ۔ کیونکہ قرار پاچکا تھا ۔
کہ وہ یہ مہینہ لیونز میں بسر کریں ۔ جہاں مسٹر
باونڈر بھی اپنے کارخانے کے اہلکاروں کو ملنا اور یہ
دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا وہ بھی سونے کے چمچوں سے
کھانا کھانے کے مشتاق ہیں ۔ جب دولہا دلہن
سیڑھیوں سے نیچے جارہے تھے تو دلہن کے بھائی
نے موقع پاکر اس کے کان میں کہا "تم بے نظیر
و ہمدرد بہن ہو" وہ بھائی سے بغل گیر ہوئی اور یہ
پہلا موقع تھا کہ اس کا دل بھر آیا ۔

مسٹر جیمس ہارٹ ہوس ایک عالی خاندان و خوبصورت
جوان تھا اس نے کئی کاموں کو ہاتھ لگایا مگر کوئی
پسند نہ آیا ۔ چونکہ مسٹر گریڈ گرانیڈ کی پارٹی کو
پارلیمنٹ میں تقویت کی ضرورت تھی اس لئے وہ

کوک ٹاون بلایا گیا تاکہ گرد و نواح کے حالات کا مطالعہ کرکے پارلیمنٹ میں داخل ہو سکے۔ مسٹر باونڈر بی نے فوراً اس پر قابو پا لیا اور اُس کا تعارف اپنے خاوند اور بھائی سے کرایا۔ چونکہ گریڈ گرانڈ کے بڑے لڑکے ٹام کی تربیت بڑی پابندیوں سے ہوئی تھی اس لئے وہ ریاکار، چور اور جیمس ہارٹ ہوس کا پلا بن گیا۔ جیمس ہارٹ ہوس تاڑ چکا تھا۔ کہ مسز باونڈر بی اپنے بھائی کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتی اس لئے اس کی خاطر وہ اس پلے سے مانوس ہو گیا ۔

مسٹر باونڈر بی کو اس بات کا فخر تھا کہ مسٹر جیمس ہارٹ ہوس اس کے گھر میں رہے اور فخریہ طور پر اپنی بڑائی اور رسوخ اُسے جتایا کرتا تھا ۔
باونڈر بی "آپ جنٹلمین ہیں اور مجھے اس عزت کا دعویٰ نہیں۔ آپ خاندانی ہیں اور میں ایک چیتھڑا گھنڈی اور پھندنا" ۔

وہ یہی کہتا اور ساتھ ہی اپنی بیوی کو دھمکاتا اور ماتحتوں پر خفا ہوتا تھا تاکہ اسے معلوم ہو کہ وہ خود مختار ہے ۔ اُس کے اہل کاروں میں ایک شخص سٹیفن بلیک پول تھا۔ اُسے اُس کے ساتھیوں نے اس لئے بائیکاٹ کر دیا تھا کہ وہ

ان کے ساتھ کسی یونین میں شامل نہیں ہوا تھا اس شخص کو باونڈر بی نے طلب کیا تاکہ وہ ہارٹ ہوس کو اپنا رعب دکھائے +

بلیک پول " مجھے تجارتی یونین کے خلاف کچھ نہیں کہنا - میں وعدہ کرچکا ہوں کہ اس میں شریک نہیں ہونگا" +

باونڈر بی " تمہیں معلوم ہے کہ تم نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا" +

بلیک " نہیں جناب نہیں آپ سے نہیں" +

باونڈر بی " یہ جنٹلمین (ہارٹ ہوس کی طرف اشارہ کرکے) لنڈن سے تشریف لائے ہیں - یہ پارلیمینٹ سے تعلق رکھتے ہیں - اب اپنی شکایت بیان کرو" +

بلیک پول " جناب میں یہاں شکایت کرنے نہیں آیا - بلکہ میری طلبی ہوئی ہے - حضور ہم گھبراہٹ میں ہیں - قصبے کی طرف توجہ فرمائیں - کیسا دولتمند ہے - ہماری طرف دیکھئے ہم کہاں کیونکر اور کس تعداد میں رہتے ہیں - اور کارخانے کو دیکھئے کہ کیونکر چلتا ہے اور ہم سے اتنی محنت لی جاتی ہے کہ اس کا نتیجہ بجز موت کچھ نہیں ہوسکتا - میرا علم محدود ہے میں اس جنٹلمین کی خدمت میں عرض نہیں کرسکتا کہ کیونکر ہم لوگوں کی

حالت بہتر ہو سکتی ہے - ممکن ہے کہ اس قصبے کے
اور مزدور بتا سکیں - لیکن اتنا عرض کئے دیتا ہوں
کہ سختی سے کام نہیں چلیگا - ہمیں یہ سمجھنے سے
کہ گویا ہم کل کے پرزے ہیں - کام نہیں چلیگا" +
باونڈر بی " اب مجھے ہوگیا کہ تم اُن لوگوں میں
سے ہو جن کو ہمیشہ شکایت کرنے کی عادت ہے
واقعی تم سوہان روح ہو کہ تمہارے اپنے ساتھیوں
نے تم سے میل جول ترک کر دیا ہے - اور میں
تمہیں بتاتا ہوں کہ میں بھی تمہیں رکھنا نہیں
چاہتا - جس وقت موجودہ کام ختم کر چکو - تو
اپنا ٹھکانہ کہیں اور کر لو" +
اس طرح مسٹر ہارٹ ہوس سمجھ گیا کہ مسٹر باونڈر
بی اپنے مزدوروں سے کیسا برتاو کرتا ہے +
مسٹر ہارٹ ہوس یہاں بھی بیزار ہوگیا - اور
اُس نے مسز باونڈر بی سے صاف صاف کہہ دیا -
سچ تو یہ ہے کہ میری اپنی کوئی رائے نہیں - میری
وہی رائے ہے جو آپ کے والد کی اور میں انہیں
کی تائید کرونگا" +
اب مسٹر ہارٹ ہوس کی حالت عجیب تھی جتنا
اُس کا مذاق سیاسیات میں کم ہوتا جاتا تھا - اتنا ہی
مسز باونڈر بی کے متعلق اشتیاق بڑھتا جاتا تھا - آخر

اُسے اپنے پتلے سے جس کی وہ حد سے زیادہ خاطر کرتا تھا معلوم ہوگیا کہ اس کی بہن کو بوڑھے باونڈر بی سے مطلق محبت نہیں نہ وہ اُس کی پروا کرتی ہے ÷

رفتہ رفتہ لویسہ اور ہارٹ ہوس کی وابستگی بڑھتی گئی اور جس قدر یہ وابستگی بڑھتی گئی ـ اسی قدر خاوند اور بیوی میں اختلاف زیادہ ہوتا گیا ـ اگرچہ ہارٹ ہوس کی ابھی تک نیت فاسد نہ تھی ـ مگر بہتے ہوئے برف کے پہاڑ لہروں کے ساتھ مل کر اسی طرح جہازوں کو تباہ کردیا کرتے ہیں ÷

مسز گریڈ گرائنڈ کو پیغام اجل آگیا ـ اُس کا شوہر اس وقت لنڈن میں تھا ـ مگر لویسہ اُس کے پاس تھی ÷

حالت نزع میں مسز گریڈ گرائنڈ نے لویسہ سے کہا ـ "بیٹی اب تجھے کافی تجربہ ہوچکا ہے ـ میں تیرے والد کے خیالات کی اندھا دھند پیروی کرتی تھی ـ لیکن اب مجھے معلوم ہوگیا کہ بات وہ نہ تھی جو تیرے باپ نے سمجھ رکھی تھی ـ کاش اُسے اب بھی سمجھ آجائے ـ میں چاہتی تھی کہ اُسے لکھوں ـ لیکن وقت نہیں" ÷

مسز گرینڈ گرائینڈ کی وفات کے چند روز بعد مسٹر باونڈر بی کو کچھ دنوں کے لئے گھر سے باہر جانا پڑا اور اب اُس کی بیوی اور مسٹر ہارٹ ہوس گھر میں تنہا رہ گئے +

ایک دن دونوں باغ میں تھے کہ مسٹر ہارٹ ہوس نے اظہار محبت کیا اس پر لویسہ نے حکم دیا اور مجبور کیا کہ وہاں سے چلا جائے - مگر نہ اُس کی طرف سے منہ پھیرا اور نہ اُس کی جانب نگاہ کی - بلکہ بت بنی بیٹھی رہی +

ہارٹ ہوس " دیکھو مجھے اس طرح نہ دھتکارو - مجھے تم تمام جہان سے بڑھ کر پیاری ہو - عزت - جاہ رتبہ اور روشن مستقبل سب تمہارے مقابلے میں ہیچ ہیں - مجھے تمہارے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں - میں تمہارے لئے سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہوں - مجھے اجازت دو کہ میں پھر مل کر عرض حال کروں " +

لویسہ " یہاں نہیں " +

اس وقت بارش ہونے لگی - وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور وہ مصیبت جو ان دونوں پر نازل ہونے کو تھی - ٹل گئی +

مسز باونڈر بی اپنے خاوند کے گھر سے ہمیشہ کے

لئے رخصت ہوگئی - اس لئے نہیں کہ مسٹر ہارٹ ہوس
کی زندگی کی حِصّہ دار ہو بلکہ وہ اپنے والد کے گھر
چلی گئی +

اتفاق سے ان دنوں پارلیمنٹ کے اجلاس ملتوی
تھے اور اُس کا باپ گھر آیا ہؤا اپنے دار المطالعہ
میں بیٹھا تھا +

باپ "لویسہ خیر تو ہے" +

لویسہ "ابّا میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں - آپ
نے اس وقت میری تربیت کی ہے - جب
میں گہوارے میں تھی" +

باپ "ہاں لویسہ" +

لویسہ "اس ساعت کو آگ لگ جائے - جب میں
پیدا ہوئی تھی - کیونکہ میری قسمت بہت
بری ہے - ایسی زندگی پر تُف ہے - جو موت
سے بدتر ہو - اب جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں
سُن لیجئے - اس زمانے میں جب میں زندگی کی
نعمتوں کے لئے ترس رہی تھی - آپ نے میرے
لئے خاوند تجویز کیا" +

باپ "بیٹی مجھے خبر نہ تھی کہ تم ناخوش ہو" +

لویسہ "میں نے اسے منظور کرلیا - لیکن آپ کو
اور اُس کو صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے اس

سے محبت نہیں ۔ ابّا آپ بھی خوب جانتے ہیں اور وہ بھی جانتا ہے کہ مجھے اس سے محبت نہ تھی ۔ لیکن میں اس سے بالکل متنفر بھی نہ تھی ۔ میں بھائی ٹام کی خدمت کرنا چاہتی تھی ۔ مجھے اس سے محبت تھی اور اس پر رحم آتا تھا ۔ اس لئے میں نے شادی کر لی ۔ میں جانتی ہوں کہ ٹام میں کئی عیب ہیں"۔

باپ "بیٹی جو کہو میں کرنے کو تیار ہوں"۔

بیٹی "میں بتاتی ہوں ۔ ابّا اتفاق سے میری ایسے شخص سے ملاقات ہوئی ۔ جس کا ثانی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا ۔ جو روشن دماغ شائستہ اور خوبصورت ہے ۔ میں حیران ہوں کہ وہ کیوں مجھ جیسا کسی اور کو نہیں سمجھتا اس کا کیا ذکر کہ وہ میرا ہمراز کیونکر ہوا لیکن وہ میرا ہمراز ہو گیا ۔ میری شادی کی اصلیت اُسے معلوم ہو گئی"۔

اس وقت باپ کے چہرے کا رنگ راکھ جیسا تھا۔

بیٹی "میں نے کوئی عیب نہیں کیا ۔ کوئی گناہ نہیں کیا ۔ میں نے آپ کا نام بدنام نہیں کیا ۔ شب گذشتہ میرا خاوند گھر میں نہ تھا وہ مجھے ملا اور آج وہ آرزومند ہے کہ میں اسے ملوں ۔ اس سے بچنے کو میں یہاں چلی آئی ہوں ۔ میں نہیں جانتی کہ مجھے افسوس ہونا چاہئے یا شرم آنی چاہئے ۔ لیکن یہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ آپ کا فلسفہ اور آپ کی تعلیم مجھے بچا نہ سکیگی ۔

اباّ آپ نے مجھے اس نوبت تک پہنچایا ہے - اب
مجھے کسی اور طرح بچاؤ"

لویسہ بیہوش ہوگئی اور باپ نے دیکھا کہ اس کے
دل کا غرور اُس کے طرز عمل کا نشان فتح اُس کے قدموں
میں گرا پڑا ہے - اس رات باپ بیٹی کے پاس بیٹھا تھا -
اسے خیال آیا کہ دل کی عقل دماغ کی عقل سے مختلف
ہے - اور چونکہ وہ عقل دماغ کو کافی سمجھتا رہا ہے -
اُس نے سخت غلطی کھائی ہے

لیکن مسٹر باونڈربی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی - جب
وہ واپس آیا تو بیوی موجود نہ تھی - وہ فوراً آسٹون لاج
پہنچا اور حسب معمول لاف زنی کرنے لگا

مسٹر گریڈ گرائینڈ نے ہرچند اُسے سمجھانے کی کوشش
کی - "مناسب یہ ہے کہ اس وقت لویسہ کو دق نہ کرو -
یہ سمجھ لو کہ وہ باپ کے گھر آئی ہوئی ہے اور چند دن
ٹھیریگی - اس وقت آرام کی ضرورت ہے - جب اُس کی
طبیعت سنبھل جائیگی - تو دیکھا جائیگا"

لیکن کوڑ مغز باونڈربی بھلا کہاں سمجھنے والا تھا
باونڈربی " اگر تمہاری دختر جس کو میں نے لو باونڈربی -
بنایا ہے کل بارہ بجے تک واپس نہ آئی - تو میں سمجھ
لونگا کہ وہ نہیں آنا چاہتی اس لئے آئندہ میرا اُس
کا کوئی تعلق نہ رہیگا - اور تم اس کے ذمہ وار ہوگے"

لوگوں کو ہم یہی کہینگے کہ میرے اور اس کے باپ کے کارخانوں کا نباہ نہیں ہوسکتا اس لئے ناچاقی ہوگئی ہے۔ لوگ میری عادت سے واقف ہیں۔سمجھ جائینگے کہ جب تک کسی عورت میں انوکھی قابلیت نہ ہو۔اُس کا میرے ساتھ گذارہ نہیں ہوسکتا۔ اور کیا کہوں۔ خدا حافظ"۔

دوسرے دن جب بارہ بج کر پانچ منٹ ہوگئے۔تو مسٹر باونڈربی نے اپنی بیوی کا تمام اسباب صندوقوں میں بند کراکر اس کے پاس بھجوادیا۔اور از سر نو مجردوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔

جب مسٹر جیمس ہارٹ ہوس کو لویسہ کی خواص سے جو اپنی بانو کے بہت منہ لگی ہوئی تھی معلوم ہُوا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ؎

برو ایں دام برمرغ دگر نہ کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اور لویسہ تک اُس کی رسائی ناممکن ہے تو وہ سیاسیات کو خیرباد کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

مسٹر باونڈربی تنہا اپنے گھر میں بیٹھا ہُوا تھا۔کیا اس وقت مستقبل کا کچھ اُسے حال معلوم ہوسکتا تھا۔کیا اس وقت اُسے معلوم تھا کہ پانچ سال کے بعد اُسے سکتہ ہو جائیگا۔اور وہ پیوند خاک ہوگا؟ کیا اُسے معلوم ہوسکتا تھا کہ مسٹر گریڈ گرائنڈ سفید مو وکہن سال ہوکر سمجھ جائیگا

کہ محض امر واقع نقش برآب ہے - وہ اعتقاد - امید اور خیرات کا قائل ہوگا - پھر وہ ان تین آسمانی نعمتوں کو اپنی زنگ آلودہ چکیوں میں نہ پیسیگا ؛

کیا لویسہ جو اس وقت باپ کے گھر میں تنہا بیٹھی ہوئی آگ کی طرف دیکھ رہی تھی - معلوم کرسکتی تھی - کہ اُس کا بھائی جس سے اُس کو بہت محبت ہے - سرقہ بالجبر کے جرم میں انگلستان سے مفرور ہوکر غربت میں قید زندگی سے آزاد ہوگا - اور اس وقت حالت نزع میں وہ اپنے افعال پر اظہار ندامت کریگا ؟ گو وہ معلوم نہ کرسکتی تھی مگر ایسا ہونا تھا ؛

کیا وہ یہ معلوم کرسکتی تھی کہ اس کی پھر شادی ہوگی - وہ والدہ ہوگی - اپنے بچوں سے محبت اور ان کی نگہبانی کریگی - اور ہمیشہ اسی بات کا خیال رکھیگی کہ جسم کے بچپن کے ساتھ دل کا بھی بچپن ہوتا ہے جو جسم کے بچپن سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے - اور آخر وہی داناؤں کے لئے باعث یمن و سعادت ہے ؛

گو وہ یہ معلوم نہ کرسکتی تھی - لیکن ایسا ہونا بھی نہ تھا ؛